

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْهَا
اُمّ البنین

والدہ گرامی حضرت ابوالفضل العباس ابن علی علیہ السلام



تالیف

علامہ سید ضمیر اختر نقوی



اُمُّ الْبَنینِ سا کوئی ہوگا نہ نیک نام
فرزند جس کے چار ہوئے فدیہ امام
(انیس)

زندگانی

حضرت اُمُّ الْبَنینِ سلام اللہ علیہا

والدہ گرامی

حضرت ابوالفضل العباس

ابن علی علیہ السلام

تالیف

علامہ سید ضمیر اختر نقوی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	حضرت اُمّ البنین سلام اللہ علیہا
تالیف	:	علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
ناشر	:	مرکز علوم اسلامیہ
	:	I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال بلاک-11، کراچی
	:	فون: 4612868
مطبع	:	سید غلام اکبر 0300-2201665
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
سال اشاعت	:	2007ء (دوسرا ایڈیشن)
قیمت	:	Rs. 300/=

کتاب ملنے کا پتہ

مرکز علوم اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال بلاک-11، کراچی

فون: 4612868

حجۃ الاسلام روح الملت مولانا سید علی ناصر سعید عبقاتی (مولانا آثار وحی لکھنو)

آثار وحی عبقاتی.....

تمنائے مشکل کشا، انتخاب حضرت عقیل، رتبہ شناس سیدہ عالمیان سلام اللہ علیہا جناب اُمّ البنین علیہا علیؑ آلِ ہٰی کی سوانح نگاری کا شرف خدائے بے ہمتا نے محترم ضمیر اختر صاحب کو عطا فرمایا۔
ضمیر صاحب کے لیے علامہ، محقق اور ڈاکٹر کے علاوہ بھی کئی آداب و القاب کا استعمال اس موقع پر نہ کرنا تحریرِ عمدہ ہے کیونکہ اس وقت وہ غلام ابن کنیز (یعنی غلام حضرت عباسؑ علمدار ابن حضرت اُمّ البنین) کے عظیم ترین منصب پر فائز ہیں جو قلم نے انھیں عطا فرما کر علم کے سائے میں اس تخلیق کے توسط سے جو طولِ عمر کا اعزاز بخشا ہے وہی سب سے بڑا اعزاز ہے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام اس خدمت کو قبول فرمائیں۔

آمین یا رب العباس

کفش بردار عزاداران شہدائے کربلا علیہم السلام

علی ناصر سعید عبقاتی (آثار وحی)

ربیع الاول ۱۴۲۶ھ غرہ خمسہ ۲۰۰۵ء یکشنبہ

وارد شہرِ ہمد بلادِ کراچی

عباس نقوی:

حضرت اُمّ البنینؓ پر پہلی کتاب

زیر نظر کتاب حضرت اُمّ البنینؓ کی شخصیت پر علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی ایک گراں قدر تحقیق ہے، جسے ۲۳ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، جبکہ ۴۲۸ صفحات پر محیط موضوع میں علامہ صاحب نے والدہ حضرت ابوالفضل العباسؓ حضرت اُمّ البنینؓ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت کے اہم ترین گوشوں پر روشنی ڈالی ہے، جبکہ موضوع کی مزید وضاحت کے لئے علامہ صاحب نے ان تقاریر میں حضرت ابوالفضل العباسؓ کی ذات والاصفات پر تاریخ کے گوشوں سے، عربی، فارسی و دیگر زبانوں میں موجود معلومات اکٹھا فرمائی ہیں۔

میں پورے یقین کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ لاتعداد کتب و اخبار کے مطالعے کے باوجود مجھے نہ صرف حضرت اُمّ البنینؓ بلکہ حضرت عباسؓ علمدار کی شخصیت پر مجموعی طور پر اس قدر علم حاصل نہ ہو سکا جتنا علامہ صاحب کی زیر نظر تقاریر کے نتیجے میں چند روز... یعنی اس تحقیقی کتاب کے مطالعے کے دوران حاصل ہوا، حالانکہ ۵ یا ۷ روز کے مطالعے کا مطلب کسی بھی تحقیقی کاوش کی ضمن میں محض ظاہری اخذ و اکتساب قرار دیا جاسکتا ہے اصل و حقیقی فائدے کے لئے بار بار کے مطالعے سے ایسی گرانقدر تحقیقات نئے نکات و نئے جہات کی سیر کراتی ہیں۔

علامہ صاحب کی تقاریر اور تصانیف اس لحاظ سے دنیا بھر میں شہرت رکھتی ہیں کہ آپ زیر نظر موضوع پر اس قدر مواد اکٹھا کر دیتے ہیں کہ آپ کے عہد کے ذاکرین،

مقررین، شعراء، ادباء، سامع و ناظر ان میں موجود اگر محض چند تحقیقی نکات Research Work بلکہ Research World سے استفادہ کرنا چاہیں تو لاتعداد مضامین نو پیش کر سکتے ہیں... علامہ کمال حیدر، ڈاکٹر ماجد رضا عابدی، جناب ظل صادق صاحب ہوں یا من عباس نقوی...! علامہ صاحب کے لٹائے ہوئے جواہر سے اخذ و اکتساب کرتے ہوئے مختلف شعبوں میں اپنے مقام و منزلت کے لئے کوشاں ہیں۔

لیکن یہ تو محض چند وہ حضرات ہیں جو علی الاعلان علامہ صاحب سے اکتساب کا دعویٰ رکھتے ہیں... ان سے کئی گنا زیادہ بڑی تعداد وہ ہے جو علامہ صاحب کے جواہرات سے لاتعداد جواہر چوری چھپے استعمال بھی کر رہے ہیں اور اقرار طالب علمی بھی نہیں کرتے... بلکہ بعض تو ایسے ایسے نمک خوار بھی ہیں کہ جو تمام تر مالی و علمی استفادے کے باوجود علامہ صاحب ہی کے منکر دکھائی دیتے ہیں... خدا ایسوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا عرض کیا گیا کہ علامہ صاحب کی تقاریر منفرد معلومات و دلچسپ واقعات کے ساتھ ساتھ لاتعداد فلسفیانہ نکات و نظریات کی حامل ہوتی ہیں، علامہ صاحب اپنی تقریر کے دوران اپنی برسوں کی تحقیق، مطالعے اور مشاہدے کے حاصل نتائج کو ایک جملے میں اس قدر سلاست کے ساتھ سمیٹتے ہیں اور اتنی ہی سادگی کے ساتھ، بغیر کسی غرور و تکبر سامع کے حوالے فرماتے ہیں کہ عمومی ذہنی سطح کا حامل سامع و ناظر ان کی خطابت سے نئی معلومات حاصل کرتا ہے تو نکتہ میں احباب ان جملوں سے اپنے Phd کے مقالے کا انتخاب کرتے ہیں۔ البتہ علامہ صاحب کے علم کدہ کے چند اصول ہیں۔

علامہ صاحب کی زیر سرپرستی کسی بھی موضوع پر مقالے کی تیاری کے دوران میں نے

مشاہدہ کیا کہ ان کی تنقید سخت ترین ہوتی ہے، یعنی یہ چھوٹے سے چھوٹے جھول کو بھی پسند نہیں کرتے، لیکن Projection بے انتہا دیتے ہیں۔

علامہ صاحب سے ہم گدایانِ علم نے یہی سیکھا کہ کسی بھی موضوع کو نہایت سجاوٹ کے ساتھ پیش کیا جائے، اپنے ارد گرد کے مشاہدہ اور مطالعے کو استعمال کیا جائے، اگر کسی کا ایک جملہ بھی کہیں سے اٹھایا جائے تو اس کا حوالہ ضرور دیا جائے... اور بحث میں موضوع سے مربوط رہا جائے۔ زیرِ نظر مقالے میں علامہ صاحب ہی کے دیئے ہوئے علم اور بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہوئے موضوع کو تکمیل تک پہنچانا چاہوں گا۔

دوسرے پارے میں سورۃ بقرۃ کی ۵۵ ویں آیت ہے جسے آیتِ ابتلا بھی کہا جاتا ہے، یہ وہ آیتِ کریمہ ہے جو ہر مسلک و مذہب میں واقعہِ کربلا کی طرف مربوط بتائی جاتی ہے... اللہ رب العزت فرماتا ہے!

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ بِشَرِّ الصَّبْرِينَ۔

اور ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے خوف و بھوک پیاس میں اور مالوں کے ٹٹنے میں اور جانوں اور بچوں کے نقصانات میں اور (اے رسول) خوشخبری دے دو صابرین کو۔

اس آیت میں مفسرین کے مطابق اللہ نے پانچ مختلف امتحانوں کا اعلان کیا ہے اور پھر ان امتحانوں سے سرخرو گزرنے والوں کو خوشخبری بھی عطا فرمائی ہے۔ اس مقام پر ہمارے عمومی ذاکرین حضرات اس آیت کا اطلاق صرف کربلا میں موجود شخصیات تک ہی محدود رکھتے ہیں حالانکہ اگر بیرونِ کربلا بھی نگاہ رکھی جائے تو بعض محترم ہستیاں بشمول حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار، حضرت اُمّ البنین علیہ السلام اور شہزادی صفرا علیہ الصلوٰۃ

والسلام جیسی شخصیات آیت میں بتائے گئے پانچ امتحانوں میں سے اکثریتی امتحانوں میں سرخرو ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ موضوع حضرت اُمّ البنینؓ سے متعلق ہے لہذا ان تک ہی بحث کو محدود رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت اُمّ البنینؓ واقعہ کربلا کے حوالے سے ایک منفرد جہت کا شکار دکھائی دیتی ہیں، اور وہ ہے خوفِ انتظار...! آپؓ نے مالِ قربان کیا، حضرت عباسؓ سمیت چار بیٹوں کی قربانی پیش فرمائی، جبکہ امام حسینؓ سے آپؓ کو حضرت عباسؓ سے کہیں زیادہ محبت تھی۔ اس طرح صرف بھوک و پیاس کے امتحان کے علاوہ تمام امتحانات سے سرخرو گزریں، جبکہ آپؓ کے دو منفرد مصائب وہ ہیں کہ جیسا ذکر کیا گیا یعنی ایک جانب حضرت زینبؓ و اُمّ کلثومؓ کی طرح تمام تر مصائب کربلا سے باخبر تھیں اور ایسے میں امینِ راز کربلا ہوتے ہوئے ۱۰ محرم ۱۱ھ ہجری اور اس کے بعد ”غمِ فراق“ کے ساتھ ساتھ ”غمِ انتظار“ سے بھی صبر کے ساتھ گذریں۔

کہاوت مشہور ہے کہ... ”مر جانے والے پر صبر آجاتا ہے لیکن کھوئے ہوئے پر صبر نہیں آتا“.. کیوں کہ ہر لحظہ، ہر لمحہ انتظار باقی رہتا ہے، کہاوت سے ہی ظاہر ہے کہ اس غمِ انتظار کی کیفیت عمومی غم کے مقابلے میں انفرادیت کی حامل ہے اور دوم سن رسیدگی میں اولاد کی شہادت کا سانحہ برداشت کیا... اور ساری عمر اسی غم میں گزار دی۔ ہم عموماً بعد کربلا یہ جملہ نہایت کثرت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ... چند بیسیوں نے تمام عمر غم کربلا میں گزار دی لیکن دراصل ہم اس مفہوم کو مشاہدے میں ہونے کے باوجود درست طور پر نہیں سمجھ پاتے۔

میں نے اتفاقاً یہ مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھا... یعنی کسی سن رسیدہ ماں کا اولاد کے غم میں بقیہ زندگی گزار دینے کا مظاہرہ... اور یہ وہ منزل ہے کہ عرب میں عموماً کسی کو

نہایت برے وقت یا بری خبر و بد دُعا دینی ہوتی تو کہا جاتا... تیری ماں تیرے غم میں روئے...!

اپنا مشاہدہ پیش کرتا ہو کہ میری نانی محترمہ تحسینہ خاتون جو ایک مومنہ تھیں، عابدہ و زاہدہ تھیں۔ ہر وقت یا نماز تھی یا ذکر حسینؑ تھا۔ ان کی زندگی میں ہمارے ایک ماموں سید حسین نذر نقوی کا انتقال ہوا، جو نہایت مجلسی شخصیت اور عزا دار تھے، انچولی سوسائٹی میں ۴۴ محرم کے قدیمی جلوس کے بانی تھے، جس میں ایک سال کی مجلس علامہ صاحب نے بھی خطاب فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ ہماری نانی نے اپنی زندگی میں ان کی وفات کا اس قدر اثر لیا کہ اس کے بعد جب تک زندہ رہیں آنکھیں متورم رہیں...، بات بات پر روتی تھیں... کہتیں خدا نے مجھے یہ دن کیوں دکھایا...! اس دن سے پہلے میں کیوں نہ مر گئی اور پھر عین ۱۱ محرم کے روز ان کا انتقال ہوا۔ یہ اور اس قسم کے مشاہدات ہم سب کی زندگیوں میں کارفرما رہتے ہیں بس احساس کی بات ہے۔ البتہ واقعہ کربلا میں شریک شخصیتوں کا جو مقام و منزلت ہے اس منزلت کو چھوٹا کرنا مقصد نہیں ہے لیکن ضروری ہے کہ کربلا سے متعلق دیگر منفرد شخصیات کا بھی ذکر اسی جوش و جذبے کے ساتھ کیا جائے۔ علامہ صاحب کہ ان نکات پر نہایت غور و خوض اور تحقیق فرماتے ہیں لہذا ان کی تقاریروں کتابیات میں نہ صرف واقعہ کربلا میں موجود شخصیات بلکہ بیرون کربلا شخصیات کی زندگیوں پر بھی گراں قدر معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

حضرت جعفر طیارؑ کی شخصیت پر تو اب سے بہت قبل علامہ صاحب کی گراں قدر تحقیق منظرِ عام پر آ چکی ہے۔ شہزادی صفرا سلام اللہ علیہا پر یقیناً اگلے دنوں میں انشاء اللہ کوئی بھی شاہکار منظرِ عام پر آ جائے گا۔

زیر نظر تحقیقی مقالے میں علامہ صاحب نے عورت کی عظمت سے موضوع کی ابتدا

فرمائی ہے اور پھر حضرت اُمّ البنین علیہ السلام کے خاندان، ولادت، شجرے، حضرت علی علیہ السلام کی دیگر اراج مطہرہ سے موازنہ، شہزادی زہرا سے آپ کے اکتساب، تاریخی حیثیت، چاروں بیٹوں کی مختصر مگر جامع سوانح سمیت پوتوں کا ذکر شامل حال رکھا ہے اور بحث کے آخر میں حضرت اُمّ البنین علیہ السلام کی عزائی کیفیت بشمول عربی ادب و مراثی میں ان کے مرثیوں کے علاوہ میر انیس، مرزا دبیر، میر موسیٰ، جناب وحید الحسن ہاشمی، جناب مسعود رضا خاکی اور محترم ماجد رضا عابدی کے مرثیوں میں شہزادی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت فرمائی ہے۔

میر اپنا تجزیہ ہے یا شانکد جسارت کر رہا ہوں اس امید کے ساتھ کہ علامہ صاحب اس تصرف بے جا کو معاف فرمائیں گے کہ... علامہ صاحب یوں تو تمام انبیاء و ائمہ علیہم السلام کی تعلیمات سے استفادہ رکھتے ہیں لیکن لاشعوری طور پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت زیادہ اکتساب کرتے ہیں اور نہ صرف علم بلکہ ان کے اصولوں پر بھی مکمل یقین رکھتے ہوئے، نہ صرف ایک علم بلکہ کئی علوم... اور نہ صرف ایک شعبہ بلکہ لاتعداد شعبوں پر اپنے علم کدہ کو وسعت دیتے جا رہے ہیں اور اپنے علم، مشاہدے اور تجربے کی بدولت گزشتہ چودہ سو سال سے لکھے اور بولے جانے والے موضوعات پر جب قلم اٹھائیں یا گویا ہوں تو... ہمیشہ لاتعداد ان کہیں... بے سنی۔ مگر انتہائی مستند روایات کو زندہ رکھنے کا علم آفریں فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ہم دُعا گو ہیں کہ اللہ علامہ صاحب کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین یا رب العالمین

علامہ ضمیر اختر نقوی کی دیگر تصنیفات

سوانح
حضرت فاطمہ زہرا
۱۰۰۰ صفحات

سوانح
حضرت زینب کبرا
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت علی
۱۰۰۰ صفحات

سوانح
حضرت شہر بانو
۵۰۰ صفحات

تاریخ ذوالجناح
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت ام سلمہ
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت ام کلثوم
۵۰۰ صفحات

پوری دنیا کی
تاریخ عزاداری
۲۰۰۰ صفحات

اپنے بزرگوں، اپنے ماں باپ، اپنے اجداد کا نام زندہ
کھنہ کے لیے ان کتابوں کی اشاعت میں مالی امداد کیجئے

حضرت ام البنین سلام اللہ علیہا

.....تالیف.....

(علامہ) سید ضمیر اختر نقوی

انتساب ساداتِ گردیزی کی عظمتوں کے نام

جناب مخدوم سید محمد راجو شاہ گردیزی مدظلہ العالی

سجادہ نشین

حضرت شاہ یوسف گردیز رضوان مآب (ملتان)

جناب سید خورشید عباس گردیزی

جناب سید مصطفیٰ گردیزی

جناب سید ناصر زمان گردیزی

جناب سید جمیل عباس گردیزی

جناب سید سلطان گردیزی

جناب سید ہاشم رضا گردیزی

جناب سید زاہد گردیزی

جناب سید زمرد گردیزی

جناب سید خضر گردیزی

جناب سید جاوید حیدر گردیزی

جناب سید آفتاب حیدر گردیزی

جناب سید حسین گردیزی

جناب سید حسنین گردیزی

جناب سید عمران حیدر گردیزی

جناب ڈاکٹر علی اصغر گردیزی

جناب سید روشن گردیزی

جناب سید قاسم گردیزی

جناب سید مجاہد رضا گردیزی

علامہ سید ضمیر اختر نقوی:

پیش لفظ

حضرت اُمّ البنینؓ صلوٰۃ اللہ علیہا حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی رفیقہ زندگی، حضرت عباسؓ علمدار جیسے عظیم فرزند کی والدہ گرامی ہیں، حضرت ابوطالبؓ علیہ السلام اور حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کی بہو بن کر اس عظیم گھرانے میں آئیں جہاں شہزادی کو نین حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی ثانوی حیثیت پائی، اس کے علاوہ ایک یہ بھی فخر حاصل ہے کہ سردار جوانانِ جنت امام حسنؓ اور امام حسینؓ و حضرت زینبؓ و حضرت اُمّ کلثومؓ کے دہن مبارک سے آپ ماں کہہ کر پکاری گئیں۔

حضرت اُمّ البنینؓ کے حالاتِ زندگی کتابوں میں نہ ہونے کے برابر ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی بے مثال زندگی پر کوئی کتاب نہیں لکھی جاسکی، عربی میں دو تین مختصر کتابچے چھپے ہیں لیکن وہ ناکافی ہیں۔ ہم نے پہلی مرتبہ کوشش کی ہے کہ آپ کی زندگی کا ایک تفصیلی خاکہ پیش کریں۔

حضرت اُمّ البنینؓ کا نام فاطمہ وحید یہ کلابیہ تھا، آپ کے والدِ حزامؓ اشرافِ عرب میں عمدہ ترین انسان تھے، ان کی شخصیت کے جوہر ان کی شہامت اور شجاعت تھی، آپ بہت مہمان نواز تھے، آپ عرب میں نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور عقل مندی، زیرکی، بہادری و دلیری، شجاعت اور خوبصورتی آپ کی پہچان تھی، آپ

صحابی رسولؐ بھی ہیں اور صحابی امیر المومنین علیہ السلام بھی ہیں۔

حضرت اُمّ البنینؓ کی والدہ ثمامہ خاتون بنت سہیل بن عامر تھیں۔ ثمامہ خاتون کو صحابیات رسولؐ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کا شمار عرب کی صاحبِ دانش خواتین میں ہوتا تھا۔ آپ ادیبہ بھی تھیں اور اربہ بھی، زیرک و دانا خاتون تھیں۔ اُمّ البنینؓ کو آدابِ دین و شریعت آپ نے ہی تعلیم کئے تھے اور تربیت دی تھی، اس کے علاوہ ثمامہ خاتون نے اپنی بیٹی کو تمام اخلاقِ پسندیدہ اور آدابِ حمیدہ بھی تعلیم کئے تھے۔ حضرت اُمّ البنینؓ کی نانی کے بھائی عامر بن طفیل تھے جو گھسان کی لڑائیوں میں عرب کے بہادر شہسواروں میں نظر آتے تھے، آپ کا نام سُن کر عرب اور غیر عرب تھراتے تھے۔

علامہ شیخ نعمت الساعدی نے حضرت اُمّ البنینؓ کے القابات میں آپ کا ایک لقب ”باب الحوائج“ بھی لکھا ہے۔ حضرت عباس علمدار بھی ”باب الحوائج“ ہیں۔ اس طرح ماں اور بیٹے دونوں حاجتوں کو روا کرنے والے ہیں۔ حضرت اُمّ البنینؓ سے مومنین کو توسل کرنا چاہیے اور کسی بھی مشکل گھڑی پر یہ کہنا چاہیے کہ ”اے اُمّ البنینؓ“ اپنی کرامت دکھائیے۔ مومنین میں آپ کے نام پر دسترخوان اور لوگوں کو کھانا کھلانے کا رواج ہے اور یہ یقیناً مقبول عمل ہے جو آلِ محمدؐ کے سرور کا سبب ہے۔ آپ کے دسترخوان پر مراد آتی ہے اور منت پوری ہوتی ہے اور خصوصیت سے مرض میں شفا اور بے اولاد کے لیے اولاد، رزق کا عطیہ آپ کی عنایات خاصہ میں سے ہے۔ یہ باتیں علامہ رضا عبدالامیر انصاریؒ اور علامہ شیخ نعمت الساعدی نے اپنی کتابوں میں خصوصیت سے لکھی ہیں۔

ہماری جو کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ اُن میں ہماری کوشش یہ ہے کہ آئمہ معصومینؑ

اور اُن کے عظیم خاندان اُن کے فرزندوں کے بارے میں بد عقیدہ دشمنانِ اہل بیتؑ نے جو باتیں جھوٹی لکھی ہیں جس سے اُن کی شان و وقار کو ٹک کیا جاسکے ہم اُن جھوٹی روایات کی قلعی کھول دیں گے اور آلِ محمد کا دفاع ایک وکیل کی طرح کریں گے ہم نے یہ بات اپنے ایک نو تصنیف مرثیے میں بھی کہی ہے:-

بہتا ہے اشاروں پہ مرے علم کا دھارا ہر جھوٹی روایت کو میں کرتا ہوں دوپارا
منکر کی فنا ہے مرے ابرو کا اشارا معصوم کی عظمت میں کی کب ہے گوارا
خطبات کو دھارے مرے لہجے سے ملے ہیں

کیا کیا سرگزارِ ادب پھول کھلے ہیں
میں وہ ہوں ملا جس کو ہنر عشقِ علیؑ سے
اُبھرا ہے یہ الفت کا شجر عشقِ علیؑ سے
محشر میں بھی بخشش کا سبب عشقِ علیؑ ہے
فردوس نہیں میری طلب عشقِ علیؑ ہے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی اولادِ پاک کا دفاع میں تحریر و تقریر
میں دم آخر تک کرتا رہوں گا یہ مصیب مجھے کربلائے معلیٰ میں خواب میں آکر مولائے
کائنات علی مرتضیٰ علیہ السلام نے خود عطا کیا ہے۔

میرا عقیدہ ہے کہ کسی امام کے فرزند سے بھی کوئی خطا نہیں ہوئی۔ حضرت زید شہید
جو امام بیکس و مظلوم قیدی شام و کوفہ حضرت امام زین العابدین کے عظیم فرزند ہیں اُن
کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا میں نے اپنی دس تقریروں میں اس کے جوابات دیئے
ہیں اور اُن پر میری ایک کتاب بھی عنقریب شائع ہوگی۔

اسی طرح حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے عظیم و پاکیزہ فرزند حضرت جعفر الذکی

ہیں جن کو دشمنانِ اہل بیتؑ ”تو آب“ کہتے ہیں۔ جب انھوں نے کوئی خطا کی ہی نہیں تو تو بہ کیسی.....؟ وہ تو ”مرتضیٰ“ یعنی برگزیدہ تھے آیت اللہ آقائے مرعشی انھیں ہمیشہ جعفر مرتضیٰ کے لقب سے اپنے فتوے میں یاد فرمایا کرتے تھے۔

کراچی اور لاہور میں بد عقیدہ مولویوں نے دین و شریعت کو تباہ کرنے کے لیے مسلسل کتابچے لکھنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔

ابھی حال میں الحرمین پبلیشرز پاکستان کراچی سے ایک ۲۸ صفحات کا کتابچہ شائع ہوا ہے جس کا نام ہے۔

”چالیس احادیث نماز جمعہ و جماعت کے بارے میں“

کسی ذوالفقار علی زیدی کے نام سے اس کی اشاعت ہوئی ہے (اطلاع ملی ہے کہ بھکر گوٹ کا کتب فروش ہے)۔ اس کتابچے میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور ان کے عظیم صادق و زاہد و عابد فرزند حضرت جعفر کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں وہ آپ بھی ملاحظہ کیجئے:-

”میں حیران رہ گیا کہ کیا کوئی جعفری بھی اس کتاب کو چھاپ

سکتا ہے؟..... مگر اچانک مجھے یہ بھی یاد آیا کہ شیعوں کی تاریخ میں

ایک جعفر کذاب بھی تو تھا اس کا سلسلہ بھی آگے چلا ہوگا“

اس بے ادب شخص کو یہ تک نہیں معلوم کہ جعفر ابن امام علی نقی علیہ السلام کی نسل میں تمام نقوی سادات ہیں۔ انھیں جعفر کی اولاد میں حضرت غفران مآب رحمت اللہ علیہ بھی تھے جو نماز جمعہ کے لکھنؤ میں بانی ہیں۔ انھیں جعفر کی اولاد میں مولانا سید علی حیدر کجھوے والے بھی ہیں۔ بڑے بڑے عظیم علماء کے جدِ اعلیٰ کو ”کذاب“ یعنی جھوٹا لکھنے والا بھی کیا سچا ہو سکتا ہے اور اس کی کتاب کو قابلِ اعتبار سمجھا جا سکتا ہے۔

ذوالفقار علی زیدی نے اسی کتابچے میں لکھنؤ کے علمائے کرام کے بارے میں صفحہ ۷ پر ہرزہ سرائی کی ہے۔ حضرت غفر انما آب اور آصف الدولہ کو ذوالفقار علی زیدی نے کاذب لکھا ہے۔

ذوالفقار علی زیدی کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت نواب آصف الدولہ رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا میں سب سے پہلی شیعوں کی نماز جمعہ کی بنیاد رکھی اور حضرت غفر انما آب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حکم سے یہ نماز پڑھائی تھی۔ نماز جمعہ لکھنؤ کی ایجاد ہے اس لیے اس کو ہم کبھی بند نہیں ہونے دیں گے۔

ذوالفقار علی زیدی جو کہ کسی مقامی مسجد میں نماز جمعہ بھی پڑھاتا ہے اور کتاب کی دوکان بھی لگاتا ہے اُس کو نواب آصف الدولہ کا احسان مند ہونا چاہیے کہ اُن کی وجہ سے آج روزی سے لگا ہوا ہے۔ ہندوستان میں شیعہ پہلے سنی نماز جمعہ میں شرکت کرتے تھے۔ نواب آصف الدولہ نے دنیا کی پہلی شیعہ جامع مسجد تیار کروائی اور حکومت کی طرف سے پہلی نماز جمعہ کروائی تھی۔ دشمنانِ اہل بیتؑ کی زبان شیعوں کو نہیں بولنا چاہیے۔ اپنا دین اپنے ہاتھوں سے تباہ نہ کرو۔ آخرت میں حساب دینا ہوگا۔ جھوٹ نہ بولو، سچ پر عمل کرو، امام زادوں کی شان میں گستاخی کبھی راس نہیں آئے گی۔

حضرت جعفر الذکی وہ ہستی ہیں جنہوں نے حضرت امام عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت حجت علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ تفصیلات میری کتاب ”سوانح جعفر الذکی میں ملاحظہ کیجئے۔“

ایران کے دورِ حاضر کے جید عالم اور اعلیٰ الانساب حضرت آیت اللہ شہاب الدین مرعشی نجفی رضوان اللہ حضرت جعفر الذکی سے منسوب من گڑھت روایت کو غلط قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں تفرقہ و اختلاف پیدا کرنے کی خاطر دشمنانِ آلِ محمدؑ نے یہ

روایت پھیلائی ہے۔ آقائے آیت اللہ مرعشی کی تحریر کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:-
 ”سید جعفر الذکی سید جلیل نے کبھی بھی دعویٰ امامت نہیں کیا تھا
 اور کچھ دشمنانِ آلِ رسولؐ نے تفرقہ و اختلاف کی غرض سے ضعیف
 الاعتقاد شیعوں میں یہ افواہیں پھیلا دی تھیں اور ناحیہ مقدسہ سے
 صادر ہونے والی توقیعات میں سے ایک توقیع میں خود حضرت ولی
 عصر علیہ السلام فرماتے ہیں، میرے چچا جعفر کے بارے میں اپنی
 زبانوں کو لگام دو کہ رعایا کو حق نہیں ہے کہ وہ محصوین کے فرزندوں
 کے سلسلے میں جسارت کرے کیوں کہ رسول اللہ اپنی اولاد کے سلسلے
 میں اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کوئی مسلمان ان کی اولاد کی توہین
 کرے کیونکہ اُن کی اولاد کی توہین خود ان حضرات کی توہین ہے جس
 کی وہ اولاد ہیں“

ذوالفقار علی زیدی کو شرم آتی چاہیے امام زمانہ کا یہ ارشاد پڑھ کر، میری اس تحریر کے
 بعد اُسے دعائے توبہ پڑھ کر استغفار کرنا چاہیے کہ بغیر تصدیق کوئی روایت نہیں لکھے گا
 اور قرآن کی اس آیت پر ہمیشہ عمل کرے گا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن
 تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ
 نَادِمِينَ ﴿٥٠﴾ (سورہ ۴۹ سورہ حجرات آیت ۶)

ترجمہ:- ”ایمان والو اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی
 تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جاؤ اور اس کے

بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے“

ہم پاکستان و ہندوستان کے تمام علما اور خطیبوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ کسی بھی خبر کو سننے کے بعد کہ فلاں خطیب نے مجلس میں یہ پڑھا“۔ پہلے راوی کی تصدیق کریں کہ وہ فاسق تو نہیں ہے۔ فاسق کی خبر جھوٹی ہوتی ہے۔

اگر ہماری اس تنبیہ کے بعد آپ نے عمل نہ کیا تو ہمیشہ آپ بارگاہ معصومینؑ میں تو شرمندہ رہیں گے اور مومنین کے سامنے بھی شرمندگی اٹھاتے رہیں گے۔ کتاب پڑھئے اور ثواب میں داخل ہو جائیے۔ بقیہ آئندہ کی کتاب میں پڑھیے۔
(علامہ) سید ضمیر اختر نقوی

علامہ ضمیر اختر نقوی کی دیگر تصنیفات

سوانح
حضرت
قاسمؒ ابن حسنؒ
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت عقیل
ابن ابی طالب
۵۰۰ صفحات

سوانح
عباس علمدارؒ
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت فاطمہ صغراؑ
۵۰۰ صفحات

سوانح
میشم تمار
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت علی اکبرؑ
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت محمد حنفیہؑ
۵۰۰ صفحات

سوانح
شہزادہ علی اصغرؑ
۵۰۰ صفحات

اپنے بزرگوں، اپنے ماں باپ، اپنے اجداد کا نام زندہ رکھنے کے لیے ان کتابوں کی اشاعت میں مالی امداد کیجئے

فہرستِ مضامین

باب ۱.....
۳۵ عورت کی عظمت، قرآن و محمدؐ و آل محمدؐ کی نظر میں

۳۷ ﷺ وہ گیارہ عورتیں جن کا ذکر قرآن میں ہے

۴۷ ﷺ زوجہ عقیقہ صالحہ سعادت عظیمہ ہے

باب ۲.....
۴۹ حضرت علی علیہ السلام کی ازدواجی زندگی

۵۰ ﷺ حضرت علیؑ کی بیویوں کے نام

۵۳ ﷺ اولاد حضرت علی علیہ السلام

۵۴ ﷺ حضرت علی علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام

۵۶ ﷺ حضرت علی علیہ السلام کی صاحبزادیوں کے نام

۵۸ ﷺ حضرت علیؑ کے جو بیٹے کربلا میں شہید ہوئے

باب ۳.....
۵۹ حضرت اُمّ البنینؓ تاریخ کی نظر میں

۶۰ ﷺ خاندانی تربیت

باب ۴.....

- ۶۲ حضرت اُم البنینؓ کا نام اور کنیت
- ۶۳ حضرت اُم البنینؓ کی ولادت
- ۶۳ حضرت اُم البنینؓ کا نام
- ۶۵ حضرت اُم البنینؓ کی کنیت کی شہرت
- ۶۸ حضرت اُم البنینؓ نام رکھنے والی امہات
- ۷۹ حضرت اُم البنینؓ کے القاب

باب ۵.....

- ۷۰ حضرت اُم البنینؓ کا خاندان
- ۷۴ حضرت اُم البنینؓ کی والدہ شامہ خاتون
- ۷۴ حضرت اُم البنینؓ کے ابا و اجداد
- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں
- ۷۵ حضرت اُم البنینؓ کا قبیلہ اور جنگِ حنین
- ۷۶ انصارِ حسینؓ میں خاندانِ اُم البنینؓ کے افراد
- ۷۶ حضرت اُم البنینؓ کے والد حزام کلابی
- ۷۷ لسانِ حزام پر مدح مولائے کائناتؐ

باب ۶.....

- ۷۸ حضرت اُم البنینؓ کا شجرہ نسب
- ۷۸ فضیلت نسب و علمِ انساب
- ۸۵ حضرت علیؓ اور اُم البنینؓ کا شجرہ

- ۸۶ حضرت اُم البنینؓ کا باپ کی طرف سے نسب نامہ
- ۸۶ حضرت اُم البنینؓ کا ماں کی طرف سے نسب نامہ

باب ۷.....

- ۸۸ حضرت اُم البنینؓ اور حضرت علیؓ علیہ السلام کی شادی
- ۸۸ حضرت اُم البنینؓ کا خواب
- ۸۹ عقد حضرت اُم البنینؓ
- ۹۳ شادی مرزا دبیر کے الہامی کلام میں
- ۱۰۹ بنت رسولؐ کے بعد، حضرت علیؓ کے عقد
- ۱۰۹ عقیل ابن ابی طالب سے حضرت علیؓ کی فرمائش
- ۱۱۰ حضرت علیؓ اور جناب عقیلؓ میں گفتگو
- ۱۱۲ حضرت اُم البنینؓ کی خواستگاری کے لیے حضرت عقیلؓ کا جانا
- ۱۱۳ حضرت اُم البنینؓ اور حزام میں گفتگو
- ۱۱۳ حضرت اُم البنینؓ خانہ امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب میں
- ۱۲۰ خطبہ عقد
- ۱۲۱ خانہ امیر المومنینؓ میں آمد پر چند کلمات کی ادائیگی

باب ۸.....

- ۱۲۳ حضرت اُم البنینؓ بحیثیت زوجہ
- ۱۲۳ حضرت اُم البنینؓ اور شہادت حضرت علیؓ علیہ السلام (مرزا دبیر)
- ۱۲۵ علیؓ کی شہادت میں حکومتِ شام کا ہاتھ
- ۱۲۷ حضرت علیؓ کا دستِ امام حسینؓ میں علمدار کر بلا کا ہاتھ دینا

- ۱۲۷ حضرت علیؑ کا اپنی اولاد کو وصیت فرمانا
- ۱۲۸ حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کے ہاتھ میں
سب بیٹوں کے ہاتھ دیئے
- ۱۲۸ جناب اُم البنینؑ کا اضطراب
- ۱۲۸ حضرت علیؑ کا گریہ
- ۱۲۹ دستِ حسینؑ میں علمدار کا ہاتھ
- ۱۲۹ شہادتِ حضرت علیؑ پر جناب عباسؑ کا سر ٹکرائنا
- ۱۳۰ مرثیہ مرزا دبیر و میر انیس

باب ۹

حضرت اُم البنینؑ بحیثیت ماں

- ۱۳۲ حضرت عباسؑ کی ولادت
- ۱۳۲ ولادتِ عباسؑ پر حضرت علیؑ، حضرت زینبؑ اور
حضرت اُم البنینؑ کی گفتگو
- ۱۳۴ حضرت عباسؑ حسن اخلاق، پاک سیرت، روشن ضمیر اور
دل کش شہنشاہ کے مالک تھے
- ۱۳۸ حضرت عباسؑ اپنی والدہ ماجدہ کی نظر میں
- ۱۳۹ حضرت عباسؑ کے گلے میں تعویذ
- ۱۵۰ حضرت عباسؑ اپنے بھائی کی نظر میں
- ۱۵۱ حضرت اُم البنینؑ کا صبر و استقلال
- ۱۵۲ قبل از ولادت حضرت عباسؑ رسول اللہؐ کی پیشگوئی
- ۱۵۴ زہرا علیؑ کی پُر حسرت گفتگو

- ۱۵۵ علمدارِ حسینی کی صغریٰ میں جناب اُم البنینؑ کا خواب
- ۱۵۷ حضرت عباسؑ کی ولادت (مرزا دبیر)
- ۱۷۱ حضرت عباسؑ کی تاریخ ولادت کی تحقیق
- ۱۷۳ حضرت علیؑ کی پیشانی سجدہ خالق میں
- ۱۷۳ حضرت عباسؑ کی پہلی نظر چہرہ امام حسین علیہ السلام پر
- ۱۷۳ زبان امام حسین دہن عباسؑ میں
- ۱۷۴ حضرت عباسؑ مسجد میں
- ۱۷۵ حضرت عباسؑ کی شہادت کی خبر اور اُم البنینؑ کا گریہ
- ۱۷۶ حضرت عباسؑ کی رسمِ عقیقہ اور آپ کا نام
- ۱۷۷ حضرت عباسؑ کا اسم گرامی اور لغات
- ۱۷۸ حضرت عباسؑ کا عہد طفلی اور معرفت باری
- ۱۸۰ حضرت عباسؑ کا بچپن اور امام حسینؑ کی خدمت
- ۱۸۱ حضرت اُم البنینؑ سے حضرت امام حسینؑ کی گفتگو (میر انیس)
- ۱۸۷ میر انیس کے اشعار کی تفسیر

باب ۱۰.....

- ۱۹۲ حضرت اُم البنینؑ کا شجاع بیٹا عباسؑ علمدار
- ۱۹۲ شجاعت عباسؑ
- ۱۹۳ باپ کے زمانے میں شجاعت
- ۱۹۳ صفین کا ایک واقعہ
- ۱۹۴ ابن زیاد کی امان
- ۱۹۴ جب پانی لینے گئے

۱۹۴ فرات کے کنارے

۱۹۴ ایک ہاتھ سے جنگ

۱۹۵ بیس اصحاب

۱۹۵ شجاعت کی حد

۱۹۵ تعداد مقتولین

۱۹۵ دربار یزید میں تقریر نہ ب

۱۹۶ اولاد عباس کی شجاعت

۱۹۶ شجاعت عباس حضرت ام البنین کی نظر میں

باب ۱۱.....

حضرت ام البنین کے چار شجاع بیٹے

۱۹۸ برادران حضرت عباس

۱۹۹ حضرت عباس کے بھائیوں کی پیدائش

۱۹۹ عبداللہ کی وجہ تسمیہ

۲۰۰ عمران کی وجہ تسمیہ

۲۰۰ جعفر کی وجہ تسمیہ

۲۰۰ کربلا میں حضرت ام البنین کے بیٹوں کی قربانیاں

۲۰۴ حضرت ام البنین کے دوسرے فرزند عبداللہ ابن علی

۲۰۵ میدان جنگ کی طرف رہروی اور جانبازی

۲۰۵ حضرت عبداللہ ابن علی کی شہادت

۲۰۶ حضرت عبداللہ پر امام معصوم حضرت حجت کا سلام

۲۰۷ حضرت ام البنین کے تیسرے فرزند عمران ابن علی

- ۲۰۷ میدان جنگ کی طرف رخصت اور جانبازی ﷺ
- ۲۰۸ حضرت عمران بن علی کی شہادت ﷺ
- ۲۰۹ جناب عمران پر امام معصوم کا سلام ﷺ
- ۲۰۹ حضرت اُم البنینؑ کے چوتھے فرزند جعفر بن علی علیہ السلام ﷺ
- ۲۱۰ آپ کی میدان کی طرف رخصت اور جانبازی ﷺ
- ۲۱۱ جناب جعفر بن علی کی شہادت ﷺ
- ۲۱۱ جناب جعفر پر امام معصوم حضرت حجتؑ کا سلام ﷺ
- ۲۱۱ مورخ طبری کی تنگ نظری ﷺ

باب ۱۲.....

- ۲۱۷ حضرت اُم البنینؑ اور میر انیس کے مرنے

باب ۱۳.....

- ۲۲۲ حضرت اُم البنینؑ کی بہو (زوجہ حضرت عباسؑ) ﷺ
- ۲۲۶ حضرت عباسؑ کی شادی (مرزا دیر) ﷺ
- ۲۳۷ حضرت اُم البنینؑ کی بہو (زوجہ حضرت عباسؑ) ﷺ
- میر انیس کی نظر میں

باب ۱۴.....

- ۲۶۷ حضرت اُم البنینؑ اور اولاد فاطمہ زہراؑ کی محبت ﷺ
- ۲۶۷ مدینے سے امام حسینؑ کا سفر اور حضرت اُم البنینؑ کا اضطراب ﷺ
- ۲۷۲ ۲۸ رجب ۶۰ھ کو اولاد کو وصیت ﷺ

باب ۱۵.....

حضرت اُم البنینؓ شمر کی رشتہ دار نہیں تھیں

۲۷۳

۲۷۳

شمر ذی الجوشن الضبابی

۲۷۴

نسب

۲۷۴

حلیہ

۲۷۵

بشارت امام ہمام

۲۷۵

شمر کا پیشہ

۲۷۶

خباثت و شقاوت

۲۷۶

شمر کی موت

۲۷۸

امان نامے کی حقیقت

باب ۱۶.....

اولادِ حضرت اُم البنینؓ (بیٹے اور پوتے)

۲۸۰

۲۸۰

سب سے بڑے فرزند عباسؓ

۲۸۱

اُم البنینؓ کے دوسرے فرزند

۲۸۲

اُم البنینؓ کے تیسرے فرزند

۲۸۲

اُم البنینؓ کے چوتھے فرزند

۲۸۲

حضرت اُم البنینؓ کی دختر خدیجہ بنت علیؓ

۲۸۳

اُم البنینؓ کے پوتے اور پروتے

۲۸۴

فدک اور اولادِ اُم البنینؓ

۲۸۵

حضرت اُم البنینؓ کے پوتے

- ۲۸۶ شہزادہ محمد بن عباسؑ علمدار (شہید کربلا)
- ۲۹۱ شہزادہ قاسمؑ ابن عباسؑ علمدار (شہید کربلا)
- ۲۹۳ شہزادہ فضلؑ ابن عباسؑ علمدار اور شہزادہ حسنؑ ابن عباسؑ علمدار
- ۲۹۵ حضرت عبید اللہؑ ابن عباسؑ علمدار
- ۲۹۶ جناب حسنؑ بن عبید اللہؑ ابن عباسؑ علمدار
- ۲۹۷ فضلؑ بن حسنؑ بن عبید اللہؑ ابن عباسؑ علمدار
- ۲۹۷ ابوالعباسؑ فضلؑ بن محمدؑ بن فضلؑ بن حسنؑ بن عبید اللہؑ ابن عباسؑ
- ۲۹۸ جعفرؑ ابن فضلؑ ابن حسنؑ
- ۲۹۸ حمزہؑ اکبرؑ ابن حسنؑ بن عبید اللہؑ ابن عباسؑ علمدار
- ۲۹۹ علیؑ بن حمزہؑ بن حسنؑ
- ۲۹۹ محمدؑ بن علیؑ بن حمزہؑ
- ۳۰۰ ابو عبید اللہؑ بن محمدؑ
- ۳۰۲ ابو محمد القاسمؑ
- ۳۰۲ ابویعلیٰ حمزہؑ بن قاسمؑ بن علیؑ بن حمزہؑ
- ۳۰۶ حلےؑ میں حمزہؑ کا روضہ
- ۳۰۸ روضےؑ کی زیارت
- ۳۰۸ ابراہیمؑ (جردقہ) بن حسنؑ بن عبید اللہؑ ابن عباسؑ علمدار
- ۳۰۹ علیؑ بن ابراہیمؑ
- ۳۰۹ عبد اللہؑ بن علیؑ بن ابراہیمؑ جردقہ
- ۳۱۰ عباسؑ (خلیب فصیح) بن حسنؑ بن عبید اللہؑ ابن عباسؑ علمدار
- ۳۱۰ عبد اللہؑ ابن عباسؑ بن حسنؑ بن عبید اللہؑ ابن عباسؑ علمدار

- ۳۱۱ ابو طیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباسؓ
- ۳۱۱ بنو شہید بن ابو طیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباس بن حسنؓ
- ۳۱۱ عبد اللہ (امیر مملکت) بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدارؓ
- ۳۱۲ ابراہیم بن محمدؓ
- ۳۱۳ علی بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدارؓ
- ۳۱۳ حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہؓ
- ۳۱۳ عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہؓ
- ۳۱۳ قاسم بن عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہؓ
- ۳۱۴ برٹش میوزیم (لندن) میں اولاد حضرت اُمّ البنینؓ پر کتابؓ

باب ۱۷.....

حضرت اُمّ البنینؓ، حضرت امام حسینؑ کی عزادار

- ۳۱۷ مدینے میں امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچنا اورؓ
- ۳۱۷ حضرت اُمّ البنینؓ کا قاصد سے واقعہ مکر بلاں کر گریہ فرماناؓ
- ۳۳۰ امام حسین علیہ السلام سے حضرت اُمّ البنینؓ کی والہانہ عقیدتؓ
- ۳۳۱ حضرت اُمّ سلمیٰ اور حضرت اُمّ البنینؓؓ

باب ۱۸.....

حضرت اُمّ البنینؓ پر واقعہ مکر بلا کے اثرات

- ۳۳۲ شہادت کی خبرؓ
- ۳۳۲ مخدرات عصمت کا مدینے میں ورود اورؓ
- حضرت اُمّ البنینؓ کا اضطراب

- ۳۳۸ عبد اللہ ابن عباسؓ کا حضرت عباسؓ کے بارے میں سوال
- ۳۳۹ مدینے میں مجلسوں کا انعقاد
- ۳۴۰ اُم البنینؓ اور حسینؓ کی مجالس
- ۳۴۲ حضرت زینبؓ کا جناب اُم البنینؓ کے گھر عید کے دن جانا
- ۳۴۴ دن کی دھوپ، رات کی اوس

باب ۱۹.....

- ۳۴۵ حضرت اُم البنینؓ کے مرثیے
- ۳۴۵ عربی ادب میں مرثیہ
- ۳۴۸ حضرت اُم البنینؓ جنت البقیع میں
- ۳۵۱ حضرت عباسؓ کے متعلق اُم البنینؓ کے مرثیے
- ۳۵۲ حضرت عباسؓ پر ان کے پر پوتے فضل بن حسن کا مرثیہ
- ۳۵۹ حضرت اُم البنینؓ حضرت عباسؓ کے ماتم میں

باب ۲۰.....

- ۳۶۳ حضرت اُم البنینؓ کی وفات
- ۳۶۳ وفات کا سن اور تاریخ
- ۳۶۵ مدفن حضرت اُم البنینؓ

باب ۲۱.....

- ۳۶۶ باب اُم البنینؓ روضہ عباسؓ میں
- ۳۶۶ زیارت قبر حسینؓ اور اُم البنینؓ

باب ۲۲.....

عظمتِ حضرت اُمّ البنینؑ

- ۳۶۷
 ۳۶۸ تاریخِ انبیاء اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۶۸ حضرت آدمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۶۸ حضرت نوحؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۶۹ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۶۹ حضرت موسیٰؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۶۹ حضرت یعقوبؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۷۰ حضرت یوسفؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۷۱ ازواجِ انبیاء اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۷۱ حضرت حواؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۷۱ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۷۱ حضرت اُمّ موسیٰؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۷۲ حضرت آسیہؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۷۲ حضرت مریمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ
 ۳۷۳ حضرت اُمّ البنینؑ کی کرامات
 ۳۷۶ گمشدہ حقیقتیں
 ۳۷۸ جنابِ اُمّ البنینؑ اور عہدِ جدید

باب ۲۳.....

زیارتِ اُمّ البنینؑ

- ۳۷۹
 ۳۸۴ زیارتِ اُمّ البنینؑ اور اس کا اردو ترجمہ

باب ۲۲
اردو مرثیہ اور حضرت اُمّ البنینؓ

۳۹۰	میر خلیقؒ
۴۰۰	میر انیسؒ
۴۳۵	مرزا دبیرؒ
۴۵۸	میر مونسؒ
۴۸۴	وحید الحسن ہاشمیؒ
۴۹۸	مسعود رضا خاکیؒ
۵۰۴	سردار نقویؒ
۵۰۸	شاہد نقویؒ
۵۱۰	سلام: ————— ماجد رضا عابدیؒ

معراج خطابت علامہ سید ضمیر اختر نقوی

کی شاہکار مجالس کے مجموعے

معراج خطابت جلد اول عشرہ بعنوان قرآن اور عظمت فاطمہ زہرا

جلد دوم // حضرت علی اور تاریخ اسلام

جلد سوم // ولایت علی

جلد چہارم // محسنین اسلام

جلد پنجم // قرآن اور فلسفہ قسم

جلد ششم // عظمت صحابہ

جلد ہفتم // امامت اور اُمت

جلد ہشتم // کارنامہ مختار

جلد نہم // احسان اور ایمان

جلد دہم // ظہور امام مہدی

ملنے کا پتہ

مرکزِ علوم اسلامیہ کراچی



باب۱

عورت کی عظمت

قرآن و محمد و آل محمد کی نظر میں

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ”علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر تک“۔ یعنی عرب کے غیر تہذیب یافتہ معاشرے میں صرف بنی ہاشم علم و ادراک کی ان اعلیٰ منزلوں پر فائز تھے کہ جہاں یہ شعور موجود ہو کہ ماں کی آغوش بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔ حدیث عورت کے صاحب علم اور صاحب نظر ہونے کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

قرآن نے بھی عورت کی اہمیت اور اس کے معاشرے میں کارگر ہونے کو ضروری جانا ہے۔ یعنی تقویٰ اور حسن عمل کی منزل میں جہاں کالے، گورے، جوان، بوڑھے برابر ہیں وہیں اللہ نے عورت اور مرد کا ذکر بھی برابری کے درجے پر کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ احزاب میں ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْقَنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ
وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ

وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّيِّمِينَ وَالصَّيِّمَاتِ وَالْحَفِظِينَ
فَرُوحَهُمْ وَالْحَفِظَاتِ وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَثِيراً وَالذِّكْرَاتِ
أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً. (سورہ احزاب ۳۵)

ترجمہ:- بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عفت کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ اللہ نے صاف اور واضح الفاظ میں بتا دیا کہ عزت و ذلت اور سر بلندی و گلوں بختی کا معیار صلاح و تقویٰ اور سیرت و اخلاق ہے جو اس کوٹی پر جتنا کھرا ثابت ہوگا اتنا ہی خدا کی نگاہ میں قابلِ قدر اور مستحقِ اکرام ہوگا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (النحل ۹۷)

ترجمہ:- جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انھیں ان اعمال سے بہتر جزا دیں گے جو وہ زندگی میں انجام دے

رہے تھے۔

قرآن نے تربیت کے معیارات بتائے ہیں اور چونکہ قرآن انسانوں کی رہنمائی کے لیے نازل ہوا اس لیے اللہ نے اپنے محبوب کو شکل انسان قرآن کی تشریح کرنے کے لیے بھیجا کہ ہمارا نبی آیتیں پڑھے گا اور اپنے عمل سے اس کی تشریح و تفسیر بھی کرے گا۔ اس لیے نبیؐ نے اپنے گھر میں ہی معاشرے کے سدھار کے لیے سیرتیں ترتیب دیں اور بتایا کہ اگر تم اچھی اولاد بننا چاہتے ہو تو حسینؑ کو دیکھو اور اگر تم اچھے باپ بننا چاہتے ہو تو مجھے دیکھو، اگر تم اچھے شوہر بننا چاہتے ہو تو علیؑ کو دیکھو اگر تم میں سے کوئی عورت اچھی زوجہ، اچھی بیٹی اور اچھی ماں بننا چاہتی ہے تو میری بیٹی فاطمہؑ کی سیرت پر عمل کرے۔ ایک اور معیار بھی حضرت علیؑ نے عام انسانوں کے لیے قائم کر کے بتا دیا۔ کیا علیؑ خود نہیں جانتے تھے کہ عرب میں سب سے بہادر، شجاع قبیلہ کون سا ہے؟

لیکن علیؑ کا اپنے بھائی عقیلؑ کو مخاطب کرنا اور یہ کہنا کہ بھائی میں چاہتا ہوں کہ عرب کے کسی شجاع ترین قبیلے کی خاتون سے شادی کروں تاکہ وہ فرزند پیدا ہو جو کر بلا میں حسینؑ کے کام آئے، علیؑ کا جملہ دراصل عام انسانوں کے لیے پیغام ہے کہ ہمیشہ اپنے گھر میں ایسی خاتون بیاہ کے لانا جو تمہارے بچوں کی پرورش و ولایت علیؑ اور غم حسینؑ پر کرے۔ جب علیؑ جیسا امام اس بات کا اہتمام کر رہا ہے تو ہمارے لیے تو اس سیرت پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اس لیے قرآن نے جابجا اچھی عورتوں کی سیرت کا ذکر کیا اور ذکر کر کے بتایا کہ کائنات کی عورتیں ان اچھی عورتوں کی سیرت کو اپنائیں۔

وہ گیارہ عورتیں جن کا ذکر قرآن میں ہے:

پہلی عورت حواؑ ہیں جو تمام مردوں کی ماں ہیں سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے آدم سے

خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”آدم اسکن انت و زوجك الجنة۔ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہائش اختیار کرو۔“

دوسری سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورہ ذاریات میں فرماتا ہے۔

فَأَقْبَلَتْ أُمْرَاتُهُ فِي صِرَٰةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ
عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۲۹

قَالُوا كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۳۰
نہیں گران کی زوجہ شور مچاتی ہوئی آئیں اور انھوں نے منہ پیٹ لیا
کہ میں بڑھیا بانجھ (یہ کیا بات ہے)۔ ۲۹
ان لوگوں نے کہا یہ ایسا ہی ہوگا یہ تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے۔ وہ
بڑی حکمت والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ۳۰

”فرشتوں نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی۔ سارہ زوجہ ابراہیم چہرے پر تعجب
سے طمانچے مارنے لگیں کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اولاد کیونکر پیدا کروں گی۔“ فرشتوں
نے کہا ”ایسا ہی ہوگا یہ تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے۔ وہ حکیم و علیم ہے۔“
حسب وعدہ الہی اگلے سال معینہ وقت پر جناب سارہ کے یہاں فرزند کی ولادت
ہوئی، اُن کا نام اسحاق رکھا گیا۔

تیسری ایشیع زوجہ ذکریا علیہ السلام ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔

كَهَيْعَصَٰ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ
نِدَآءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ
الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَاؤِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَإِنِّي خِفْتُ

الْمَوَالِي مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ
لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرْشُدْنِي وَيَدِرْ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَأُجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِيًّا (سورہ مریم)

ترجمہ:- کہہ بیٹھیں یہ ذکر کیا کہ ساتھ تمہارے پروردگار کی مہربانی
کا ذکر ہے۔ جب انھوں نے اپنے پروردگار کو دھیمی آواز سے پکارا۔
کہا کہ پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میرا سر بڑھاپے کی
آگ سے بھڑک اٹھا ہے اور میں تجھے پکارنے سے کبھی محروم نہیں رہا
ہوں۔ اور مجھے اپنے بعد اپنے خاندان والوں سے خطرہ ہے اور میری
بیوی بانجھ ہے تو اب مجھے ایک ایسا ولی اور وارث عطا فرما دے جو
میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور پروردگار اسے اپنا پسندیدہ بھی
قرار دے۔

زوجہ ذکر یا ایشع اور جناب ذکر یا کافی بوڑھے ہو چکے تھے جب حضرت جبریلؑ
آئے اور انھوں نے اعلان کیا کہ اللہ نے تمہاری عبادت اور دعاؤں کے صلے میں
تمہیں ایک بیٹا دینے کا فیصلہ کیا ہے جس کا نام یحییٰ ہوگا۔
چوتھی بلیقہس زوجہ سلیمان ہیں سورہ نحل میں خدا فرماتا ہے۔

إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا
عَرْشٌ عَظِيمٌ۔ (سورہ نمل آیت ۲۳)

ترجمہ:- بہد نے کہا میں نے ایک عورت کو ان لوگوں کی مالکہ دیکھا جس کو ہر چیز
میسر ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے۔

پانچویں رحمہ بنت مزاحم بن یوسف بن یعقوب زوجہ ابوب خداوند تعالیٰ سورہ ص

میں فرماتا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَىٰ لِّأُولَى
الْأَلْبَابِ۔ (سورہ ص آیت ۴۳)

ترجمہ :- ہم نے اس کی اہلیہ اور اس کے ساتھیوں کو بخشش عطاء کی
اور یہ صاحبان عقل کے لیے نصیحت ہے۔

چھٹی، صفوراء، زوجہ موسیٰ بن عمران ہیں۔ سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَنْ
تَأْجُرَنِي ثَمَنِي ثَمَنِي جَجَجٍ فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ
عِنْدِكَ۔ (سورہ القصص آیت ۲۶)

(حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا) میں چاہتا ہوں کہ تم سے
اپنی ایک بیٹی کا عقد کر دوں تاکہ میرے پاس آٹھ سال رہو اگر دس
سال رہو گے تو یہ تمہاری مرضی پر موقوف ہوگا۔

ساتویں زلیخا زوجہ یوسفؑ خداوند تعالیٰ سورہ یوسف میں فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِمَرْأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ
عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا (سورہ یوسف آیت ۲۱)

ترجمہ :- جس شخص نے مصر میں اپنی عورت کے لیے یوسف کو
خریدا۔ کہا اس کی اچھی دیکھ بھال کرو ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ دے اور
ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں۔

اللہ تعالیٰ زلیخا کی زبانی حکایت نقل کرتا ہے۔ الثَّنِ حَصَّحَصَ الْحَقُّ أَنَا
رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ (سورہ یوسف آیت ۵۱) اب مجھ پر حق واضح ہوا۔

بحار الانوار جلد ۵، بحوالہ علل الشرائح امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ نوکروں نے کہا، ہمیں ڈر لگتا ہے کہ تمہیں یوسف کے پاس لے جائیں زلیخا نے کہا مجھے اس شخص سے کوئی ڈر نہیں لگتا جو خدا سے ڈرتا ہے زلیخا یوسف کے پاس حاضر ہوئی۔

یوسف:- تیرا رنگ کیوں بگڑ گیا ہے؟

زلیخا:- الحمد للہ الذی جعل الملوك بمعصيتهم عبیداً وجعل العبيد بطاعتهم ملوکا۔ خدا کا شکر ہے جس نے گناہوں کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام اور اطاعت کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔

یوسف:- تم اس قدر فریفتہ کیوں ہو گئی تھیں؟

زلیخا:- حسن و جہک آپ کے خوبصورت چہرہ کی وجہ سے۔

یوسف:- حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا حالت ہوتی اگر تم پیغمبر آخر زمان کو دیکھتیں جس کا نام محمدؐ ہے۔ آپ مجھ سے زیادہ خوبصورت زیادہ با اخلاق، زیادہ نیک اور زیادہ سخی ہیں؟

زلیخا:- آپ نے سچ فرمایا۔

یوسف:- اس کا کیا ثبوت ہے کہ میں نے سچ کہا ہے؟

زلیخا:- جب آپ نے محمدؐ کا نام لیا ہے اس وقت آپ کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی ہے، خدا نے یوسف کو وحی کی زلیخا سچ کہتی ہے چونکہ زلیخا محمدؐ کو دوست رکھتی ہے میں زلیخا کو دوست رکھتا ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ زلیخا سے شادی کر لو۔

آٹھویں آئیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورہ قصص میں فرماتا ہے۔

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرْتُ عَيْنٍ لِي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ
عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔

(سورہ القصص آیت ۹)

ترجمہ :- فرعون کی عورت نے کہا موسیٰ کو قتل نہ کرو یہ میرے اور
تمہارے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں گے یا اس کو اپنا فرزند بنالیں گے
اور وہ موسیٰ کو نہیں جانتے تھے۔

سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ
رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ
وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (سورہ تحریم آیت ۱۱)

ترجمہ :- خدا نے ایمان والوں سے فرعون کی عورت کی مثال بیان
کی جس نے کہا پالنے والے میرے لیے جنت میں گھر بنا مجھے فرعون
اور اس کے افعال سے نجات دے اور ظالم قوم سے نجات دے۔“

خصال میں رسول اللہ سے روایت درج ہے آپ نے فرمایا۔ تین اشخاص نے ایک

لمحہ بھی کفر نہیں کیا۔ مومن ال یلین۔ علی بن ابی طالب۔ آسیہ زوجہ فرعون۔

بحار جلد ۱۰ میں ابن بابویہ قتی رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

چار عورتوں کی بہشت مشتاق ہے جناب مریم بنت عمران۔ جناب آسیہ زوجہ فرعون۔

خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت محمد۔

نویں :- مریم بنت عمران والدہ حضرت عیسیٰ خداوند عالم نے آپ کا قرآن میں

چند مقامات پر ذکر کیا ہے واضح طور پر جہاں آپ کی مدح کی گئی ہے وہ سورہ آل عمران

کی آیات ہیں۔

وَاذْقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ
وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ۔ (سورہ آل عمران۔ آیت ۴۳)
فرشتوں نے مریمؑ سے کہا خدا نے آپ کو برگزیدہ کیا اور پاک کیا۔
کائنات کی عورتوں سے برگزیدہ کیا اے مریمؑ اپنے رب کے لیے
سجدہ کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

قرآن مجید میں صراحۃً مریم کے بعد کسی اور عورت کا نام نہیں لیا گیا۔
بحار میں طبری سے روایت درج ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔ اصطفاک
کے معنی اولاد انبیاء سے برگزیدہ کرنا طہرک پاک رکھنا۔ واصطفاک بغیر شوہر کے
عیسیٰ کو پیدا کرنا۔

دسویں:- خدیجہ بنت خویلد زوجہ خاتم النبیین ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ
نے سورہ نوحیٰ میں فرمایا ہے۔ ووجدک عائلاً فاغنیٰ تمہیں فقیر پایا غنی کر دیا۔ معانی
الاکابر میں ابن عباس سے وجدک عائلاً کی تفسیر یوں ہے تم اپنی قوم کے نزدیک فقیر
تھے تمہارے پاس کوئی مال نہیں تھا خدا نے آپ کو خدیجہ کے مال سے تو لکر بنا دیا۔ آپ
وہ مخدومہ ہیں جو سب سے پہلے رسول اللہ پر ایمان لائیں۔

امالی طوسی میں آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؑ
اور عورتوں میں خدیجہؓ آنحضرتؐ پر ایمان لائیں۔

علامہ مجلسیؒ ”بحار الانوار“ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب شب معراج میں آسمان سے زمین کی

طرف آنے لگا تو جبرائیل سے پوچھا تجھے زمین پر کوئی کام ہے کہا خداوند تعالیٰ کا اور میرا خدیجہ کو سلام پہنچا دینا۔

گیارہویں:- حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں چند مقامات پر خداوند عالم نے آپ کی مدح فرمائی ہے۔ سورہ رحمان، سورہ قدر، سورہ کوثر اور سورہ ہل اتی میں آپ کی تعریف ہے۔

بخاری جلد ۱۰ میں مناقب سے منقول ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے لوگوں نے سوال کیا کہ سورہ ہل اتی میں بہشت کی تمام نعمتوں کا ذکر ہے مگر حوروں کا ذکر نہیں ہے فرمایا فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے اجلال اور بزرگی کی خاطر۔ سورہ لیلۃ القدر کی تفسیر بھی آپ کی شان میں ہے چنانچہ بخاری جلد ۱۰ تفسیر فرات بن ابراہیم (اس تفسیر کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے) سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ لیل (رات) سے مراد فاطمہ۔ القدر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے فمن عرف فاطمۃ حق معرفتها فقد ادرك لیلۃ القدر جس نے فاطمہ کو پہچان لیا اس نے شب قدر کو پا لیا۔ شاید اس روایت سے یہ مطلب اخذ ہو کہ فاطمہ شب قدر کی مانند ہیں۔ جس طرح کسی شخص کو معلوم نہیں کہ شب قدر کی رات کون سی ہے اسی طرح فاطمہ کی جلالت القدر کو کوئی شخص کما حقہ نہیں سمجھ سکتا۔ شب مبارکہ کی تفسیر بھی سیدہ کوئین سلام اللہ علیہا ہیں۔

بخاری الانوار کی گیارہویں جلد میں تحریر ہے کہ ایک یہودی نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے سوال کیا کہ حم والکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ المبارکۃ کی باطنی تفسیر کیا ہے فرمایا حم سے مراد محمد۔ کتاب مبین سے مراد امیر المومنینؑ اور لیلۃ المبارکۃ سے مراد فاطمہ زہراؑ ہیں۔

وفیہا یفرق کل امر حکیم فرمایا اس سے خیر کثیر جاری ہوگا۔ فرجل حکیم،
رجل حکیم رجل حکیم یعنی فاطمہ سے دانا آدمی پیدا ہوں گے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ
الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ
مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
نَارٌ نُّورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ
لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

”اللہ آسمانوں کو اور زمین کو روشن کرنے والا ہے، اس کے نور کی مثال اس
روشن دان کی ہے، جس میں ایک زبردست چراغ ہو وہ چراغ ایسے شیشے کی قندیل میں
ہو۔ وہ قندیل ایسی ہو جیسے ایک چمکتا ہوا تارازیتون کے مبارک درخت کے تیل سے
روشن ہو، جو شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے، گو آگ
اس کو نہ چھوئے، وہ نور بالائے نور ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی راہ بتلا دیتا
ہے۔“

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ
فِيهَا مِصْبَاحٌ۔ خدا کے نور کی مثال اس طرح ہے، جس طرح چراغ فانوس میں ہو
فرمایا فانوس سے مراد علم ہے جو نبی کے سینہ میں ہے فِی زُجَاجَةٍ شِيشَةٍ میں ہے،
شیشے سے نبی کا سینہ مراد ہے، نبی کے سینے سے علم علی کے سینہ میں رسول کی تعلیم سے
منتقل ہوا۔

كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ

وہ قندیل ایسی ہو جیسا چمکتا ہوا تارازیتون کے مبارک درخت سے روشن ہو۔

اس سے نور العلم مراد ہے، جو نہ شرقی ہے اور نہ ہی غربی، یعنی نہ نصرانیت ہے اور نہ ہی یہودیت۔

يُكَادُ زَيْتُهَا يُضِيُّ وَلَوْ لَمْ تَمْسَهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ

قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے، آگ اس کو نہ چھوئے وہ نور بالائے نور ہے۔ فرمایا آل محمد کا علم سوال کرنے سے پہلے بولنے لگ جاتا ہے۔

صادق آل محمد علیہ السلام نے اس آیت کی یوں تفسیر فرمائی۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكُوهٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ
مراد امام حسن ہیں، فی زجاجة سے حسینؑ کا گناہا کوکبہ ذریٰ فاطمہؑ ہیں، جو کائنات کی عورتوں میں کوکبہ درری ہیں۔ یوقد من شجرة مباركة سے مراد ابراہیمؑ لا شرقية ولا غربية سے مراد یہودیت اور نصرانیت کی نفی ہے، يُكَادُ زَيْتُهَا لِفَتًى سے مراد ہے کہ درخت مبارکہ سے علم کا چشمہ پھوٹتا ہے۔

إِنِّهَا لِأَحَدَى الْكُبَرِ (سورہ مدثر آیت ۳۵) کی تفسیر میں مراد فاطمہؑ ہیں۔

تفسیر فرات بن ابراہیم کوفی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے إِنَّهَا لِأَحَدَى الْكُبَرِ نَذِيرَ الْبَشَرِ (سورہ مدثر۔ ۳۵) وہ فاطمہؑ بڑوں میں ایک ہیں اور بشر کو ڈرانے والی ہیں۔ ابن عباس سے روایت منقول ہے۔ خدا نے یہ آیت نازل کی مرج البحرين يلتقيان دو موجیں مارتے ہوئے سمندر، خدا نے کہا میں نے دو سمندروں کو بھیجا ایک علیؑ ہیں جو علم کا سمندر ہیں دوسری فاطمہؑ ہیں جو نبوت کا سمندر ہیں آپس میں متصل ہوتے ہیں۔ میں خدا ہوں ان کے درمیان میں نے وصلت قرار دی ہے۔ اے گروہ جن وانس اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت کی تکذیب کرتے ہو ولایت علیؑ کی یا حب فاطمہؑ نہ ہر اک۔ لُو لُو سے مراد حسنؑ ہیں مرجان سے حسینؑ مراد ہیں۔ لُو لُو بڑا ہوتا ہے اور

مرجان چھوٹا ہوتا ہے۔

آیت مباہلہ میں نسا نسا سے مراد فاطمہ زہرا ہیں۔

صاحب بحار طبری سے روایت نقل کرتے ہیں باتفاق نسا نسا سے مراد فاطمہ زہرا ہیں۔ میدان مباہلہ میں علیؑ فاطمہ اور حسینؑ کے سوا کوئی شخص رسول اللہ کے ساتھ نہیں گیا تھا انفسا سے مراد امیر المؤمنینؑ ہیں جو نفس پیغمبر ہیں۔

زوجہ عقیفہ صالحہ سعادت عظیمہ ہے:

فروع کافی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت منقول ہے کہ خداوند عالم حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میں اپنے بندے کے درمیان دنیا اور آخرت کی بھلائی کو جمع کروں تو میں اس کے دل کو خشوع کرنے والا۔ زبان کو خدا کی یاد کرنے والی اور اس کے بدن کو مصیبت پر صبر کرنے والا اس کو زوجہ صالحہ عطا کرتا ہوں جب اس کی طرف نظر کرے تو خوش ہو جائے جب وہ شخص گھر سے باہر چلا جائے تو اس کی جان اور مال کی حفاظت کرے عفت اور صلاحیت کے لحاظ سے عورتوں کے کئی درجے ہیں۔ اعلیٰ درجات کی وہ بیویاں ہیں جو عالمہ، عارفہ اور عقیفہ ہوں۔ یہ سعادت اہل بیت عصمت اور طہارت کو ملی ہے۔

شرف ازل سے جوازِ وِجِ مرتضیٰ کو ملا

شرف ازل سے جوازِ وِجِ مرتضیٰ کو ملا کہاں یہ مرتبہ ناموسِ اوصیا کو ملا
جو کچھ شرف تھا وہ سب اشرفِ النساء کو ملا نہ ہاجرہ کو ملا اور نہ آسیا کو ملا

مگر یہ درجہ بھی جسے میں کس کے آیا ہے

جو بعدِ فاطمہ اُمّ البنین نے پایا ہے

نہ کیوں بتول کی ہو ہم نشیں وہ عرشِ وقار وہ ماںِ حسین کی یہ مادرِ علمبردار

کیا حسین کو اُمت پہ فاطمہ نے نثار حسین پر کئے قربان اُس نے بیٹے چار

امام فاطمہ کے نورِ عین کو سمجھی

حسن کو پیشوا ، آقا حسین کو سمجھی

دمِ اخیرِ علی نے یہ اس کو دی تھی خبر کہ ہوں گے فدیہ شیرِ تیرے چار پسر

یہ اپنے بیٹوں کی تعظیم کرتی تھیں اکثر پسر جو پوچھتے کہتی تھیں ہوں فدا تم پر

نہ کیوں میں فخر کروں فخرِ والدین ہو تم

غلامِ فاطمہ ہو فدیہ حسین ہو تم

(مرزا دبیر)

باب ۲.....

حضرت علیؑ کی ازدواجی زندگی

عرب کے تاریخ نویسوں میں یہ رسم نہ تھی کہ پیدائش و حیات اور ازدواجی زندگی کے خصوصیات اور زندگانی کی دیگر ضروریات کے متعلق بحث کریں اسی وجہ سے اب تک تاریخ میں بہت سی مشکلات ہیں جو حل نہیں ہوئیں ان میں سے رسالت مآبؐ کی قبل از بعثت والی روزمرہ کی زندگی کے حالات یا قبل از بعثت حضرت علیؑ کی زندگانی کے تمام واقعات نہیں ملتے۔

مختلف روایتوں کے پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب تک حضرت فاطمہ علیہا السلام زندہ رہیں حضرت علیؑ نے کسی دوسری زوجہ کا انتخاب نہیں فرمایا۔

لیکن جناب فاطمہؑ کی رحلت کے بعد بموجب وصیت حضرت سیدہ حضرت علیؑ نے اُمّہ دختر زہب بنت ابی العاص سے جو حضرات حسنینؑ اور جناب زہبؑ و اُمّ کلثومؑ سے حد درجہ محبت کرتی تھیں شادی کر لی اور ان کے بعد دس اور عورتوں سے امیر المومنینؑ نے نکاح کیا جن کی تعداد گیارہ ہوتی ہے۔ روایتوں کے مطابق ان سب سے کم سے کم ۲۷،

اور زائد سے زائد ۳۶ تک اولاد ہوئیں۔ اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں۔

حضرت علیؑ کی بیویوں کے نام:

- ۱۔ حضرت فاطمہ زہراؑ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 - ۲۔ اُمّہ بنت ابی العاص دختر زینب بنت ہالہ (لے پاک حضرت خدیجہ)
 - ۳۔ خولہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ۔
 - ۴۔ اسماء بنت عمیس خثعمیہ۔
 - ۵۔ حضرت اُمّ البنین بنت حزام ابن خالد کلابی۔
 - ۶۔ لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ تمیمیہ نہشلیہ
 - ۷۔ اُمّ سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی۔ (حضرت اُمّ لیلیٰ مادر حضرت علی اکبرؑ کی سگی پھوپھی)
 - ۸۔ اُمّ شعیب مخزومیہ۔
 - ۹۔ حیاة دختر امراء القیس۔
 - ۱۰۔ صہبا (سبیہ) بنت عباد بن ربیعہ تغلبیہ (کنیت :- اُمّ حبیب)
- حضرت فاطمہ زہراؑ کا نکاح یکم ذی الحجہ ۲ ہجری کو ہوا تھا۔
- حضرت فاطمہ زہراؑ کی شہادت کے چھ مہینے کے بعد حضرت علیؑ نے اُمّہ بنت ابی العاص سے نکاح کیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب)
- دس خواتین گل آپ کی زوجیت میں آئیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب)
- حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد چار ازواج زندہ رہیں اور انھوں نے عقد ثانی نہیں کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کسی پیغمبر خدا یا وصی رسولؐ کی ازواج کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے بعد کسی اور سے شادی کریں۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

۲۔ اُمّہ سے عقد کا سال۔

حضرت فاطمہ زہرا کی شہادت کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے چند مہینے کے بعد ۱۱ھ میں اُمّہ بنت ابی العاص سے عقد کیا۔ اُمّہ سے ایک فرزند محمد اوسط ابن علی پیدا ہوئے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

۳۔ خولہ سے عقد کا سال۔

۱۲ھ میں صحابی رسولؐ مالک بن نویرہ کو خالد بن ولید نے شہید کر دیا۔ اور قبیلے کی عورتوں کو مدینے اسیر بنا کر لایا۔ خولہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ بھی قید ہو کر قبر نبیؐ پر آئیں، حضرت علی علیہ السلام نے ۱۲ھ میں خولہ سے عقد کر لیا۔ جن سے حضرت محمد حنفیہ کی ولادت ہوئی۔ ۱۵ھ میں محمد حنفیہ پیدا ہوئے اور محرم ۸۱ھ میں تقریباً ۶۵ سال میں وفات ہوئی۔

۴۔ اسماء بنت عمیس سے عقد کا سال۔

حضرت اسماء بنت عمیس ۲۲ ہجری ثانی ۱۳ھ کو دوبارہ بیوہ ہو گئیں۔ چونکہ اسماء بنت عمیس کے بچوں کی پرورش حضرت علی علیہ السلام کے ذمے تھی اس لیے بعد عدت تقریباً ۱۴ھ میں حضرت علیؑ نے اسماء بنت عمیس سے عقد کر لیا۔ اسماء بنت عمیس کے دو کمسن بچوں محمد ابن ابی بکر اور بیٹی اُم کلثوم کی پرورش حضرت علیؑ کے گھر میں ہوئی۔

حضرت علیؑ سے اسماء بنت عمیس کے یہاں دو بیٹے، یحییٰ اور عون پیدا ہوئے۔ یحییٰ نے بچپن میں وفات پائی۔ عون بن علیؑ ۱۳ شوال ۱۵ھ میں پیدا ہوئے ۴۶ برس کے سن میں روز عاشور کربلا میں شہادت پائی۔

۳۸ھ میں محمد ابن ابی بکر بمقام مصر شہید کر دیئے گئے۔ محمد ابن ابی بکر کا سر اُم حبیبہ

بنت ابوسفیان نے تحفۂ اسماء بنت عمیس کو بھجوایا۔ اس وقت وہ جائے نماز پر تھیں خبر سنتے ہی اسماء بنت عمیس کا سینہ پھٹ گیا اور خون جاری ہو گیا۔ جوان فرزند کی موت کے صدمے سے وفات ہو گئی۔

۵۔ صہبا (اُم حبیب) کے عقد کا سال

صہبا بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن علقمہ تغلبیہ۔ صہبا خاتون کی کنیت اُم حبیب یا اُم حبیبہ تھی۔ حضرت علیؑ نے جنگ یمامہ یا عین التمر کے اسیروں میں سے آپ کو خرید فرمایا تھا۔ آپ ۱۲ ہجری میں فتح عین التمر کے بعد عقد میں آئیں۔ صہبا خاتون عرف اُم حبیب کے بطن سے عمیر الاطرف اور جناب رقیہؓ جڑواں پیدا ہوئے۔
عمیر الاطرف نے چچا سی برس کے سن میں وفات پائی اور رقیہؓ کبریٰ حضرت مسلم بن عقیل کی زوجیت میں تھیں۔ (تاریخ کامل از ابن اثیر۔ تاریخ طبری از علامہ ابن جریر طبری۔ تاریخ ابن خلدون)

۶۔ حضرت اُم البنین سے عقد کا سال

شب جمعہ ۱۷/رجب ۲۱ھ میں حضرت علیؑ نے حضرت اُم البنین سے عقد فرمایا۔ ایک سال کے بعد ۴/شعبان ۲۲ھ میں حضرت عباسؑ کی ولادت ہوئی وقت شہادت حضرت عباسؑ کا سن ۳۸ برس تھا۔

اکثر شیعہ و سنی مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی بیویوں میں دس منکوحہ اور چند کنیزی تھیں اور ان سے ۳۶ اولاد پیدا ہوئیں۔ (مروج الذهب مسعودی، جنات الخلو، منتخب التواریخ، کامل ابن اثیر، عمدة المطالب فی انساب آل ابی طالب، ناخ التواریخ، روضۃ الصفا حبیب السیر، تاریخ طبری و سائر کتب انساب)۔

ابن شہر آشوب کی روایت ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد چار بیویاں باقی

رہیں یعنی اُمّامہ بنت ابی العاص، اُمّ البنین، لیلیٰ بنت مسعود اور خولہ بنت جعفر (والدہ حضرت محمد حنفیہ) زندہ رہیں۔

شیخ شرف الدین نسب نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی چھ اولاد ان کی زندگی میں وفات پا گئیں اور تیرہ اولادیں باقی رہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس مورّخ کی نظر اولادِ ذکور پر ہے جو بعد رحلت حضرت علیؑ زندہ تھیں۔

محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی نو بیویاں اور اٹھارہ کنیریں تھیں جن سے اٹھارہ لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

اولاد حضرت علی علیہ السلام:

حضرت فاطمہ زہراءؑ کے بطن سے پانچ اولادیں تھیں۔ حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ، اُمّ کلثومؑ، محسنؑ۔

اُمّ البنین کے بطن سے چار اولادیں تھیں۔ عباس اکبرؑ، جعفرؑ، عبداللہؑ، عمران۔ لیلیٰ کے بطن سے دو اولادیں:- محمد اصغرؑ، عبید اللہؑ۔

اسماء کے بطن سے دو اولادیں:- یحییٰؑ، عون۔

اُمّ سعید کے بطن سے دو اولادیں:- اُمّ الحسنؑ، رملہ۔

ضہبا (اُمّ حبیب) کے بطن سے دو اولادیں:- رقیہؑ، عمیر اطرف جو بڑواں تھے۔

اُمّ ولد کے بطن سے دو اولادیں:- محمدؑ، ابراہیمؑ (نصر بن مزاحم کے عقیدہ کے مطابق)

خولہ کے بطن سے جناب محمد اکبر (محمد حنفیہ)۔

اُمّ شعیب کے بطن سے دو اولادیں۔

ان سب اولادوں کی تعداد ۲۴ ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ بارہ اولادیں اور بیان کی

جاتی ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) نفیسہ (۲) فاطمہ صغریٰ (۳) اُم ہانی (۴) اُم کرام (۵) جمانہ
 (۶) امامہ (۷) اُم سلمہ (۸) میمونہ (۹) خدیجہ (۱۰) تقیہ
 (۱۱) عبد اللہ اوسط (۱۲) محمد اوسط۔ ان بارہ اولاد کی ماؤں کے نام معلوم نہیں ہیں، یہ
 بات مسلم ہے کہ سات اولادیں قبل از شہادت حضرت علیؑ وفات پا گئیں تھیں۔
 حضرت امام حسنؑ سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور عمیر اصغر سب سے چھوٹے
 صاحبزادے تھے مگر انھوں نے سب سے زیادہ زندگی پائی اور ۸۵ سال زندہ رہے ان
 کی ماں صہبہ تھیں۔

لڑکیوں میں فاطمہ بنت علیؑ نے سب سے زیادہ عمر پائی اور ان کو حضرت امام جعفر
 صادقؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے صاحبزادوں کے نام:

- | | |
|---------------------------------|-----------------------------------|
| ۱۔ حضرت حسن مجتبیٰ | [از حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام |
| ۲۔ حضرت حسینؑ سید الشہداء | |
| ۳۔ حضرت محسنؑ شہید | |
| ۴۔ حضرت محمد حنفیہ | [از جناب خولہ بنت جعفر بن قیس |
| ۵۔ یحییٰ | [از اسماء بنت عمیس |
| ۶۔ عون | |
| ۷۔ حضرت عباسؑ اکبر قمر بنی ہاشم | [از جناب اُم البنینؑ |
| ۸۔ حضرت عبد اللہؑ | |
| ۹۔ حضرت عمرانؑ | |
| ۱۰۔ حضرت جعفرؑ | |

- | | |
|--------------------------------|------------------|
| از جناب لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ | ۱۱۔ محمد اصغر |
| | ۱۲۔ عبداللہ |
| | ۱۳۔ عمیر اطرف |
| از صہبا تغلیہ (اُمّ حبیب) | ۱۴۔ عباس اصغر |
| | ۱۵۔ محمد اصغر |
| | ۱۶۔ ابراہیم |
| از اُمّ شعیب | ۱۷۔ عبداللہ اوسط |
| از اُمّامہ بنت ابی العاص | ۱۸۔ محمد اوسط |
| محیة بنت امرء القیس | ۱۹۔ احمد |

روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان ۱۹ صاحبزادوں سے چھاپنے پر بزرگوار کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں:-

- (۱) حضرت محسن (۲) محمد اصغر از اُم ولد (۳) محمد اصغر از لیلیٰ دارمیہ (۴) ابراہیم از اُم ولد (ان کا نام بجز نصر بن مزاحم کے کسی مورخ نے نہیں لکھا)۔
(۵) عبداللہ اوسط (۶) محمد اوسط

حضرت علی کی نسل پانچ صاحبزادوں سے چلی۔

حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت محمد حنفیہؑ، حضرت عباسؑ علمدار، حضرت عمیر اطرف (ان کا نام، زید بن علیؑ بھی لکھا ہے)۔

حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ نے اپنے بیٹوں کے نام۔ ابو بکر، عمر، عثمان، معاویہ، کبھی نہیں رکھے۔ یہ نام عقیل، سہیل، عمار، زید، سالم، عمران سے تبدیل کئے گئے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کے علاوہ بارہ صاحبزادےؑ کربلا میں شہید ہوئے یعنی قمر بنی ہاشم

حضرت عباسؓ، جناب عبداللہ، جناب عمران اور جناب جعفر پسران حضرت اُمّ البنینؓ
 عونؓ پسر اسماء اور عباس اصغر پسر صہباء۔
 دختران حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام میں سب سے افضل حضرت زینبؓ کبریٰ اور
 حضرت اُمّ کلثومؓ تھیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی صاحبزادیوں کے نام:

- | | | |
|----------------------|---|----------------------------------|
| اولاد | شوہر کا نام | صاحبزادیاں |
| عون و محمد | حضرت عبداللہ بن جعفر طیار | ۱۔ حضرت زینبؓ کبریٰ |
| عبداللہ و عباس | حضرت عون بن جعفر طیار | ۲۔ حضرت اُمّ کلثومؓ |
| قاسم بن عون | (شہید کر بلا) | ۳۔ حضرت فاطمہ بنت علیؓ |
| عبد الرحمن و عبداللہ | حضرت محمد بن ابوسعید بن عقیل | ۴۔ حضرت زینبؓ صغریٰ |
| عبداللہ، محمد اصغر | حضرت محمد بن عقیل | ۵۔ حضرت رقیہؓ (اُمّ کلثوم صغریٰ) |
| محمد اکبر، ابراہیم | حضرت مسلم بن عقیل | ۶۔ اُمّ ہانی (فقیہہ) |
| | حضرت عبداللہ اکبر بن عقیل | ۷۔ حضرت اُمّ سلمیٰؓ (ایمنہ) |
| | حضرت صلت ابن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب | ۸۔ حضرت اُمّ کرام (رحمائیہ) |
| | حضرت صلت ابن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب | ۹۔ جُمانہ (اُمّ جعفر) |
| | حضرت عقیل بن عقیل | ۱۰۔ حضرت میمونہ |
| | حضرت عبداللہ اصغر بن عقیل | ۱۱۔ حضرت خدیجہ |

- ۱۲۔ حضرت نفیسہ (اُمّ کلثوم اوسط) حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب
- ۱۳۔ اُمّ الحسن حضرت جعدہ بن ہبیرہ علی بن جعدہ
(گورنر خراسان)
- ۱۴۔ رملہ کبریٰ حضرت ابوالہیاج بن عبد اللہ بن ابی سفیان بن
حارث بن عبدالمطلب
- ۱۵۔ سلینہ بچپن میں انتقال ہوا
- ۱۶۔ زقیہ صغریٰ بچپن میں انتقال ہوا
- ۱۷۔ لقیہ بچپن میں انتقال ہوا
- ۱۸۔ رملہ صغریٰ حضرت جعفر بن عقیل
- حضرت علیؑ کی بیٹیوں کی شادی حضرت علیؑ کے سگے بھائی حضرت عقیل اور جعفر طیار
کے فرزندوں سے ہوئی۔ اور پھر حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی عبد اللہ ابن عباس،
عبد اللہ بن حارث بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹوں سے
ہوئی، ایک بیٹی کی شادی حضرت علیؑ کے بھانجے جعدہ ابن ہبیرہ سے ہوئی یہ حضرت علیؑ
کی بہن اُمّ ہانی کے فرزند ہیں۔
- بھار الانوار میں تحریر ہے کہ رسول اللہؐ نے اولاد علیؑ اور جعفر طیار کے فرزندوں کی
طرف دیکھ کر فرمایا۔ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لیے اور ہمارے بیٹے ہماری
بیٹیوں کے لیے ہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں اولادِ فاطمہؑ علیؑ کا غیر سے نکاح ناجائز
تصور ہوگا۔
- حضرت اُمّ کلثومؑ کی شادی خطاب کے بیٹے سے ایک من گھڑت قصہ ہے۔ خطاب
کاشجرہ بہت خراب تھا جو تاریخوں میں درج ہے۔

حضرت علیؑ کے جو بیٹے کر بلا میں شہید ہوئے:

کر بلا میں حضرت علیؑ کے بارہ فرزند شہید ہوئے۔ ان میں چار اُمّ البنینؑ کے سکے بیٹے تھے۔

- ۱۔ حضرت امام حسینؑ ۵۷ برس حضرت فاطمہ زہراؑ مقاتل و تاریخ
- ۲۔ حضرت عباسؑ ۳۸ برس اُمّ البنینؑ اعیان الشیعہ
- ۳۔ حضرت عبداللہؑ ۳۰ برس اُمّ البنینؑ اعیان الشیعہ
- ۴۔ حضرت عمرانؑ ۲۸ برس اُمّ البنینؑ اعیان الشیعہ
- ۵۔ حضرت جعفرؑ ۲۶ برس اُمّ البنینؑ اعیان الشیعہ
- ۶۔ محمد بن علیؑ لیلیٰ بنت مسعود بحار الانوار
- ۷۔ عبید اللہ بن علیؑ لیلیٰ بنت مسعود بحار الانوار
- ۸۔ ابراہیم بن علیؑ صہبا (اُمّ حبیب) مقاتل الطالین
- ۹۔ عباسؑ صہبا (اُمّ حبیب) تذکرۃ الخواص
- ۱۰۔ محمد اوسط بن علیؑ اُمّہ بنت ابی العاص زیارت ناجیہ
- ۱۱۔ عون بن علیؑ اسماء بنت عمیس ابو جحف
- ۱۲۔ عُمیر بن علیؑ صہبا (اُمّ حبیب) ابن شہر آشوب

باب ۳۰

حضرت اُمّ البنینؓ

تاریخ کی نظر میں

یہ بات مسلم ہے کہ اُمّہ اور خولہ اور اسماء بنت عمیس اور صہبا (اُمّ حبیب) کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت اُمّ البنینؓ سے شادی کی۔ آپ کا نام فاطمہ وحیدہ کلابیہ تھا اور کنیت اُمّ البنینؓ تھی۔ آپ وحید بن کعب اور کلاب بن ربیعہ کے خاندان سے تھیں جو عرب کے مشہور بہادروں میں تھے۔

اکثر سنی و شیعہ مورخین نے لکھا ہے کہ ایک روز حضرت علیؓ نے اپنے بھائی عقیل کو جو عرب کے علم الانساب میں سب سے زیادہ ماہر تھے بلایا اور آپ نے ان سے فرمایا کہ بھائی میرے لیے ایک ایسی بیوی کا انتخاب کیجئے جس سے ایک بہادر اور شہسوار فرزند پیدا ہو۔ حضرت عقیلؓ نے اُمّ البنینؓ کا نام پیش کیا اور کہا کہ تمام عرب میں کوئی شخص ان کے باپ اور دادا سے زیادہ شجاع اور دلیر نہیں ہے۔ (الاصابہ صفحہ ۳۷۵ جلد ۱، معارف ابن قتیبہ صفحہ ۹۲ جلد ۳، آغانی صفحہ ۵۰ جلد ۱۵)

یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ حضرت اُمّ البنینؓ کی شادی ۲۰ھ میں ہوئی اور اکثر مورخین

کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عباسؓ کی عمر جنگ صفین کے وقت پندرہ اور سترہ برس کے درمیان تھی اور کربلا کے واقعہ کے وقت آپ کا سن مبارک ۳۲ اور ۳۸ سال کے درمیان تھا۔ حضرت عباسؓ کی ولادت ۲۲ھ میں ہوئی۔

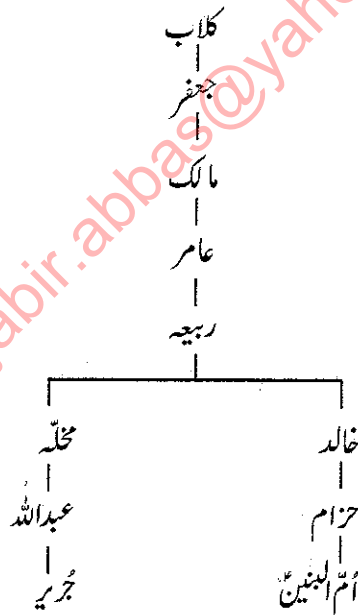
جنگ صفین حضرت علیؓ کی خلافت ظاہری کے دوسرے یا تیسرے سال واقع ہوئی جو مطابق ۳۷ و ۳۸ ہجری ہوتی ہے حضرت عباسؓ کا سن اس جنگ کے وقت کسی مورخ نے ۱۵ سال سے کم اور ۱۷ سال سے زائد نہیں لکھا ہے، اس لیے آپ کا سن اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے وقت ۱۸ سال اور کربلا میں ۳۸ سال ہوتا ہے۔ ہماری اس تحقیق کی تائید احادیث اور روایات سے ہوتی ہے۔

خاندانی تربیت:

حضرت عباسؓ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم البنینؓ کی تربیت بہت اچھی تھی، آپ علمی و اخلاقی اوصاف میں ممتاز تھیں اکثر علمائے شیعہ نے لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ نے اپنے پدر بزرگوار، مادر گرامی، بھائیوں اور بہنوں سے بہت سے علوم حاصل کیے۔ باپ، بھائیوں، بہنوں (حضرت زینبؓ و حضرت کلثومؓ) کی علمیت کا مقام اظہر من الشمس ہے لیکن اس خبر سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ بھی جو دنیا کے عقلمند ترین بزرگ کی رفیقہ حیات تھیں۔ علمی، اخلاقی، اور تربیتی امور میں کافی ملکہ رکھتی تھیں۔ حجة السعادة اور روضۃ الشهداء میں روایت ہے کہ شمر نے جب وہ عبید اللہ ابن زیاد سے کوفہ میں حضرت امام حسینؓ کے قتل کرنے کی سازش کر رہا تھا اس قرابت کی بنا پر جو اس کو قبیلہ بنی کلاب سے تھی (شمر کا شجرہ بنی کلاب میں نہیں تھا وہ شجرہ خبیثہ سے تعلق رکھتا تھا) اُس نے حضرت اُم البنینؓ کو رشتہ دار ثابت کرنے کے لیے ان کے چاروں بیٹوں کے لیے جن کو وہ اپنا بھانجا بتاتا تھا امان حاصل کی اور شب عاشورا ان کے خیموں کے پیچھے آیا اور امان

کی خبر سنائی۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی امان ابن سمیہ کی امان سے بہتر ہے۔ (تاریخ طبری صفحہ ۲۳۹ جلد ۶)

ابن اثیر کی روایت ہے کہ جریر ابن عبد اللہ بن ابی المخلہ کلابی نے جو حضرت اُم البنینؓ کا دور پار کا بھتیجا تھا اور اس وقت جب عبید اللہ ابن زیاد نے پسر پیغمبرؐ کے قتل کا حکم صادر کیا اس کے دربار میں حاضر تھا اس سے حضرت عباسؓ اور ان کے بھائیوں کے لیے امان کا پروانہ حاصل کیا اور شمر کو جو اُسی گروہ سے تھا دے دیا۔
شجرے سے رشتے داری واضح ہو جاتی ہے:-



حضرت اُم البنینؓ کے والد حزام کا چچا زاد بھائی عبد اللہ تھا، عبد اللہ کا بیٹا جریر بن عبد اللہ تھا۔ ایک دور پار کے رشتے سے وہ حضرت اُم البنینؓ کا چچا زاد بھائی ہوتا تھا۔

باب ۴

حضرت اُمّ البنین کا نام اور کنیت

حضرت اُمّ البنینؓ فاطمہ دختر حزام کلابیہ کی ولادت ہجرت کے بعد ۵ ہجری میں واقع ہوئی۔

ان کی وفات ۱۳ جمادی الثانی روز جمعہ ۶۴ ہجری حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے تین سال بعد ہوئی۔ اور جنت البقیع میں حضرت زہراؓ سلام اللہ علیہا کی خوابگاہ اقدس کے نزدیک ان کا مدفن ہے۔ آپ کے شوہر حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ ان کے بطن مبارک سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت عباسؓ فرزند گرامی علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ روز ولادت ۴ شعبان ۲۲ ہجری اس حساب سے روز عاشورا ۶۱ھ آپ کی عمر ۳۸ سال تھی۔

۲۔ عبداللہ ابن علی بن ابی طالب علیہما السلام۔ واقعہ کربلا کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال تھی۔

۳۔ عمران ابن علی بن ابی طالب واقعہ کربلا کے دوران ان کی عمر ۲۸ سال تھی۔

۴۔ جعفر بن علی ابن ابی طالبؑ ان کی عمر شہادت کے وقت ۲۶ سال تھی۔

حضرت اُمّ البنینؑ کی ولادت:

پرانی اور نئی تاریخی کتابوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جناب فاطمہ اُمّ البنینؑ کلابیہ حسب و نسب اور طہارت و عفت اور خاندانی اوصاف کے لحاظ سے اپنوں کے درمیان منفرد حیثیت رکھتی تھیں۔ آپ کی ولادت تقریباً ۵ ہجری ہجرت کے بعد واقع ہوئی۔

کتب توارخ میں انتہائی جستجو کے بعد اس کے سوا کوئی مستند تاریخ ولادت اور تضاد نظر نہیں آتا۔ (حیدر المرجانی)

حضرت اُمّ البنینؑ کا نام:

مرزا دبیر نے کسی مقتل کے حوالے سے نام ”حمیدہ“ لکھا ہے۔

عمدة الطالب میں آپ کا اسم گرامی فاطمہ درج کیا گیا ہے۔ تاریخ الخفیس نے ”والیسی“ لکھا ہے۔ صفحہ ۳۱۷۔ لیکن آپ نے اُمّ البنینؑ کے لقب سے اس قدر شہرت حاصل کر لی ہے کہ اکثر مورخین کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہی نہیں ہو سکا یا ان لوگوں نے اس کا ذکر ضروری نہیں سمجھا۔ چنانچہ حسب ذیل کتب تاریخ میں آپ کا تذکرہ اُمّ البنینؑ ہی کے نام سے کیا گیا ہے: کامل ۳ صفحہ ۲۰۰، مروج الذهب ۳ صفحہ ۶۲، الامامة والسياسة ۲ صفحہ ۷، مقتل خوارزمی ۲ صفحہ ۲۹، سبائك الذهب صفحہ ۷۰، طبری ۶ صفحہ ۳۶۹، الاخبار الطوال صفحہ ۲۶۹۔

واضح ہو کہ عربوں کے درمیان خواتین کے لیے فاطمہ کا نام بہترین اور پُر برکت سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فخر کرتے ہوئے فرماتے تھے اَنَا

بَنِي النَّبِيِّ اِطْمِئِنَّ فَاِطْمِئِنَّ فَاِطْمِئِنَّ (لفظ فاطمہ کی جمع) کا بیٹا ہوں۔ جب حضرت اُمّ البنینؑ کا نام

فاطمہ رکھا گیا اس زمانے میں فاطمہ نام کی تین خواتین موجود تھیں۔

۱۔ فاطمہ بنت اسد۔ والدہ گرامی حضرت علی علیہ السلام

۲۔ فاطمہ دختر حمزہ یا فاطمہ دختر ربیعہ

۳۔ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا دختر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(زوجہ حضرت علی علیہ السلام)

علامہ فیروز آبادی نے اپنے قاموس نامی کتاب میں بیس نفر خواتین صحابیہ کا ذکر کیا ہے۔ جن کے نام فاطمہ تھے۔

مذکورہ فواطم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں صحابیہ میں شمار تھیں مختلف مقامات اور خدمات انجام دینے میں شریک رہی ہیں۔ ان میں سے ایک جناب فاطمہ اُمّ البنین تھیں۔ ان کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا تھا اور عصر رسالت مآب میں موجود تھیں۔ اور دروس قرآن سے استفادہ کیا تھا اور احکام دین سے باخبر تھیں۔ اس لیے حضرت علی علیہ السلام نے ان کو اپنی زوجیت کے لیے انتخاب کیا ورنہ اور بھی خواتین اور صحابیہ موجود تھیں۔ ان کی تربیت و تعلیم حضرت علی جیسے مدینۃ العلم کے گھرانے میں ہوئی۔ فاطمہ اُمّ البنین کا دل نور علم و معرفت سے روشن ہوا۔ یہی وجہ ہے جو کوئی مادر حضرت عباس علیہ السلام سے متوسل ہوا تو اس کی حاجت پوری ہوئی اور کامیاب ہوا اور بیماریاں دور ہوئیں۔

اُمّ البنین کے لیے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہمسری اور مادر حضرت عباسؓ ہونے کا شرف و فضیلت ہی کافی ہے۔ ایسا دلاور فداکار فرزند عباسؓ جن کو کٹے ہوئے دو بازوؤں کے بدلے دو پر عطا کئے گئے وہ یوم آخرت کو جنت کی فضا میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کریں گے اور اولین و آخرین ان کا یہ رتبہ و درجہ دیکھ کر رشک کریں گے۔

تاریخ کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں کے درمیان اُمّ البنین کی کنیت سے بہت سی عورتیں مشہور تھیں۔ عرب کے درمیان رواج تھا کہ جس عورت کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے ہوں اُس عورت کو اُمّ البنین کی کنیت سے پکارتے تھے۔ ایام جاہلیت اور اسلام کے بعد بھی عربوں کے درمیان یہی رسم و رواج رہا۔

بعض عرب نیک شگونی کے طور پر بچی کو بچپن میں اُمّ البنین کی کنیت سے اس لیے پکارتے تھے کہ یہ کسی دن صاحب اولاد ہوگی۔ اسی طرح اُمّ الخیر اور اُمّ المکارمہ کی کنیت رکھتے تھے تاکہ خیر و برکت اور اچھے اخلاق کی مالک بنیں۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ مرد اور خواتین کے اصل نام سے ان کے اسم علم غالب آئے جیسے اُمّ ایمن، اُمّ سلمہ، اُمّ کلثوم ابوالحسن وغیرہ۔

حضرت اُمّ البنینؓ کی کنیت کی شہرت:

کتب انساب و تواریخ، عورتوں کے دائرۃ المعارف، مشہور خواتین اور مردوں کے سوانح عمری میں اور گذشتہ بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر دور میں اُمّ البنین کنیت رکھنے والی عورتیں بے شمار گزر چکی ہیں۔ جن کو اُمّات البنین کی فہرست میں تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ان اُمّات میں سب سے زیادہ معروف فاطمہ اُمّ البنین مادر گرامی حضرت عباس علیہ السلام ہیں۔

اگر شرافت و فضیلت کا کوئی آخر ہے تو زوجہ علی بن ابی طالبؓ اور مادر عباسؓ کا خطاب ہے یہ شرافت و کرامت کا آخری نقطہ ہے۔

اگر خاندانی شرافت کو ملحوظ نظر رکھنا چاہیے تو اُمّ البنین کے والد حزام ابن خالد ابن ربیعہ ابن کعب ابن عامر الوحید ابن کلاب ہیں۔ عربوں کے درمیان خاندان کلاب بہت مشہور و معروف تھا۔ اس زمانے میں قبائل عرب کے درمیان دو قبیلوں کا نام کلاب

تھا۔ اور یہ دونوں قبیلے عرب میں بہت مشہور تھے۔

۱۔ کلاب ابن رؤابن کعب

۲۔ کلاب اُمّ البنین کے دادا (جد)

اُمّ البنین کی والدہ ثمامہ دختر شہیل بن عامر ابن مالک ابن جعفر ابن کلاب تھیں۔ اس زمانے میں بنی کلاب بادشاہوں کی طرح جاہ و جلال کے مالک تھے۔ اور قبائل عرب کے سردار تھے۔

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عباسؓ کی مادر گرامی کا نام فاطمہ کلابیہ تھا۔ اور کنیت اُمّ البنین تھی۔ لیکن اس امر میں فی الجملہ اختلاف ہے کہ آپ کی کنیت اُمّ البنین (بیٹوں کی ماں) کب سے قرار پائی۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت عباسؓ اور عبداللہ و جعفر پیدا ہوئے تو آپ کی کنیت اُمّ البنین قرار دی گئی علامہ کنتوری کہتے ہیں کہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ اُمّ البنین کنیت مادر جناب عباسؓ کی ہے کہ اُن کے ماں باپ نے بطور فال نیک کے اس سے نام نہاد کیا تھا۔ اُن کا مطلب یہ تھا کہ خدا اس دختر کو صاحب اولاد پسری کرے۔ ایسا ہی ہوا کہ چار بیٹے ہوئے اور چاروں اپنے امام پر نثار ہو گئے یعنی اُمّ البنین کی ماں لیلیٰ بنت شہید (ثمامہ خاتون) اور باپ حزام بن خالد نے پہلے ہی آپ کی کنیت اُمّ البنین قرار دی تھی۔ یعنی شگون کے طور پر آپ کو بیٹوں کی ماں کہا تھا۔ تاکہ اس سے اس بات کا مظاہرہ ہو کہ ہم لوگوں کے دل میں تمنائیں ہیں کہ خدا اسے صاحب اولاد اور بیٹوں کی ماں قرار دے۔ (ماتین کنتوری صفحہ ۴۴۰) میرے خیال میں دونوں صورتیں قرین قیاس ہیں۔

وہ وقت کتنا حسین اور سہانا تھا جب مطلع وفا پر بنی ہاشم کا چاند طلوع ہو رہا تھا دنیائے ایثار جگمگا رہی تھی۔ کائناتِ محبت کی رونق دوبالا ہو رہی تھی۔ اُمّ البنین کی گود

رشک وادی ایمن بنی ہوئی تھی اور مولائے کائنات کا گھر منزل چراغ طور تھا۔
 آپ کی عمر مبارک بیس سے انتالیس سال تک لکھی گئی ہے، جنگ صفین میں آپ
 کی عمر پندرہ سے سترہ سال کے درمیان تھی اور حضرت زینبؓ آپ سے بیس سال بڑی
 تھیں۔ اس حساب سے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ حضرت عباسؓ کی عمر پینتیس
 سال سے کم اور اڑتیس سال سے زیادہ نہ تھی اور آپ کی مادر گرامی کا حضرت علیؓ سے
 رشتہ ازدواج ۲۲ ہجری سے قبل قائم نہیں ہوا تھا۔

اس بنا پر والد گرامی کی شہادت کے وقت آپ اٹھارہ سال کے تھے اور کربلا میں
 سینتیس سال کے تھے۔ روایت سے بھی ہماری اس تحقیق کی تائید ہوتی ہے۔

(قمر بنی ہاشم صفحہ ۴۹، سردار کربلا صفحہ ۴۷۹ از علامہ عباس اسماعیلی یزدی)

بہر حال آپ کی ولادت کا سال ۲۲ ہجری تسلیم کرنا پڑے گا۔

علامہ عبدالرزاق مقرر نے علامہ السید محمد عبدالحسین بن السید محمد عبدالبہادی
 الجعفری کی ”انیس الشیعہ“ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کی
 تاریخ ۴ شعبان ہے۔

مولانا نجم الحسن کراوی نے مختلف حوالوں سے مختلف تاریخیں درج کی ہیں۔

۱۔ ۱۹ جمادی الاول یا ۱۸ رجب بحوالہ جواہر زواہر قلمی

۲۔ ۲۶ جمادی الثانیہ مولانا سلیم جرولی بحوالہ محرق الفواد۔

۳۔ ۱۸ رجب بحوالہ آمینہ تصوف طبع رام پور ۱۲۱۱ھ۔

۴ شعبان کی روایت انیس الشیعہ کی ہے جسے اُس کے مؤلف نے یکم شعبان

۱۲۴۴ھ کو سلطان فتح علی شاہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ یعنی اُس کا زمانہ

تالیف تیرھویں صدی ہجری کے نصف سے پہلے کا ہے اس لیے ان مآخذ میں اس

کتاب کو اولیت کا درجہ حاصل ہے اور وہ نسبتاً زیادہ معتبر بھی جاسکتی ہے۔

اس کے علاوہ قدیم مآخذ میں ذکر نہ ہونے کی بناء پر یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ ان میں سے کسی بزرگ نے بھی کوئی قول کسی کتاب سے اخذ کیا ہوگا۔

زیادہ احتمال یہی ہے کہ یہ سب امور بطور علم سینہ منتقل ہوئے تھے۔ اور علم سینہ میں ان روایات کی قدر و قیمت زیادہ ہے جن کا تعلق اس مقدس سرزمین سے ہو جہاں یہ ماہتاب و فاروشن و تابندہ ہوا تھا۔

نجف اشرف وغیرہ میں ولادت کی تاریخ ۴ شعبان ہی مانی جاتی ہے اس لیے احتمال قریب یہی ہے کہ یہ قول مطابق واقع ہو۔ اس کی ایک معنوی مناسبت بھی ہے جو اہتمام قدرت کے لحاظ سے زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ تیسری شعبان کو امام حسینؑ کی ولادت ہوئی ہے تو بہت ممکن ہے کہ چوتھی شعبان کو حضرت عباسؑ کی تاریخ ولادت کے لیے منتخب کیا گیا ہو۔ تاکہ میر کاروان آگے آگے رہے اور وفا شعار ”تاریخی اعتبار سے“ اس کے نقش قدم پر چلتا رہے۔

اُمّ البنینؑ نام رکھنے والی اُمہات:

گذشتہ تفصیلی بیان کے علاوہ کتب تواریخ میں سات اُمّ البنینؑ مزید پائی جاتی ہیں۔

۱۔ اُمّ البنینؑ والدہ گرامی حضرت عباس علیہ السلام

۲۔ اُمّ البنینؑ والدہ گرامی حضرت امام رضا علیہ السلام، ان کا اصلی نام تکتُم (نجمہ)

تھا۔ ان کی جلالت و عصمت اور شرافت کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ان کے نام پر کنیت غالب آنے کی وجہ سے اُمّ البنینؑ کہہ کر پکارتے تھے۔ چنانچہ علامہ مجلسی بحار الانوار کی بارہویں جلد میں۔ علامہ طبری نے اعلام الورا میں اور اردبیلی نے کشف الغمہ میں اور حر العالی نے اعیان میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ اُم البنین لیلیٰ کلابیہ دختر عمرو ابن عامر ابن فارس الصعید۔

۴۔ وہ اُم البنین جو صہبا الکلابیہ کے نام سے مشہور ہیں، ان کا نام بھی فاطمہ تھا۔ یہ جناب عقیل ابن ابی طالب کی زوجہ تھیں چنانچہ بطل العلقمی میں علامہ مظفری نے ذکر کیا ہے اور ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اُم البنین کلابیہ (زوجہ حضرت عقیلؓ) کے بطن سے چار فرزند ہوئے۔

۱۔ ابوسعید (یزید) مشہور بہ متکلم (آپ کی شادی فاطمہ بنت علی علیہ السلام ہوئی)

۲۔ عبدالرحمن بن عقیل

۳۔ حمزہ بن عقیل

۴۔ جعفر بن عقیل (شوہر اُم الحسن دختر گرامی حضرت علی علیہ السلام)۔

ابوسعید متکلم اور جعفر بن عقیل ابن ابی طالب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے سامنے کربلا میں روز عاشورا شہید ہو گئے۔

۵۔ اُم البنین عابدہ دختر محمد ابن عبداللہ یہ خاتون بہت عبادت گزار تھیں۔ اذی القعدہ وفات پائی۔

۶۔ اُم البنین بنت مالک بن خالد بن ربیع بن عامر بن صعصعہ بن کمر بن ہوازن۔ (یہ زوجہ حضرت عقیل اُم البنین صہبا کلابیہ کی نانی تھیں)

۷۔ اُم البنین الخنساء۔ اس کا نام سیدہ تمار الخنساء تھا وہ عمرو بن شریذ سلیمی کی بیٹی اور مشہور ترین شاعروں میں شمار ہوتی تھی۔ دوران حکومت معاویہ دنیا سے چل بسی۔

حضرت اُم البنینؓ کے القاب:

آپ کا ایک لقب ”ام الکرامات“ ہے۔

”باب الحوائج“ بھی ہے آپ کا لقب۔ اور امّ الشہداء اربعہ بھی۔

باب ۵.....

حضرت اُمّ البنینؓ

کا خاندان

انسانی زندگی کے امتیازات میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ مالک کائنات نے فطرتِ بشر میں کچھ ایسے جذبات بھی ودیعت کر دیئے ہیں جن سے انسان سلسلہ نسل کو صرف وقتی جذبات کی تسکین نہیں سمجھتا..... بلکہ اس کی پشت پر بے پناہ احساسات و رجحانات کی کارفرمائی کا بھی تصور رکھتا ہے۔

خواہشِ اولاد..... جذبہٴ اخوت..... احترامِ نسب یہ وہ جذبات ہیں جو ایک انسان کو سلسلہ نسب کی ترتیب پر مجبور کرتے ہیں اور اُن کے نتیجے میں انسان اپنے کو ایک رشتے کی زنجیر میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔

حیوانی نسل میں حلال و حرام کا گزر نہیں ہوتا..... اُس کے جنسی رابطہ میں شعور و ادراک کا دخل نہیں ہے۔ اس لیے وہ تسکینِ جذبات کے لیے حسنِ انتخاب کا بھی قائل نہیں ہے۔

اُس کی زندگی ”رزقِ سرِ راہ“ پر گزرتی ہے۔ وہ نہ کسبِ معاش کا قائل ہے نہ تسکین

جذبات کا..... سرِ راہ اُفتادہ غذائیں اُس کے معاشیات کا حل ہیں۔ اور غیر شعوری تسکین اُس کے جذباتِ باطن کا علاج۔

انسانی زندگی اس سے بالکل مختلف ہے۔ اُس کے یہاں جذبات و احساسات بھی ہیں اور رشتہ و قرابت کے خیالات بھی۔ وہ نسل و نسب کا بھی قائل ہے اور سماجی جکڑ بند کا بھی۔

وہ زندگی کے راہ و چاہ سے بھی باخبر ہے..... اور نسلی اثرات کی کار فرمائی سے بھی..... اسی لیے ہر حسن و قبح کے پس منظر میں اُس کی جڑیں تلاش کرنے کا عادی ہے اور ظاہر سے باطن کا سراغ لگانا اُس کا طرہ امتیاز ہے۔ شجرہ نسب کی اہمیت بھی انھیں انسانی جذبات کا نتیجہ ہے۔ انسانی ذہن میں ”نسلی اثرات“ اس حد تک راسخ ہیں کہ ایک زمانہ میں انسان جانوروں تک کا شجرہ مرتب کیا کرتا تھا اور اُس کا خیال تھا کہ اس نسل کا جانور اُصول ہوتا ہے اور اس نسل کا غیر اُصول۔

ظاہر ہے کہ جب حیوانی زندگی میں نسلی اثرات ظاہر ہو سکتے ہیں..... تو انسانی حیات تو بہر حال ان نتائج کی پابند ہے اور اُس میں ان حالات کا پیدا ہو جانا بہر صورت ناگزیر ہے۔

مولائے کائنات نے جنابِ عقیل سے گفتگو کے دوران انھیں ”نسلی اثرات“ کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایک بہادر خاندان کی عورت سے عقد کرنا چاہتا ہوں اور جنابِ عقیل نے اسی نکتہ کی تائید کی تھی کہ عرب میں اُم البنین کے بزرگوں سے زیادہ بہادر اور مرد میدان کوئی قبیلہ نہیں ہے۔

اُم البنین..... فاطمہ بنتِ حزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر معروف بہ الوحید بن کعب بن عامر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن زید بن جعفر بن ہوازن، جن کا آبائی سلسلہ حزام سے شروع ہو کر ہوازن تک پہنچتا ہے اور مادری سلسلہ میں

حسب ذیل نام آتے ہیں۔ آپ کی والدہ..... ثمامہ بنت سہیل بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ..... عمرہ بنت الطفیل (فارس قرزل) بن مالک الاخرام (رئیس ہوازن) بن جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ..... کبشہ بنت عروہ الرحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ..... اُم الخنف بنت ابی اسد فارس الہرار (شہسوار ہوازن) بن عبادہ بن عقیل بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔

اُن کی والدہ..... فاطمہ بنت جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ..... عاتکہ بنت عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی۔

اُن کی والدہ..... آمنہ بنت وہب بن عیسر بن نصیر بن قعین بن الحرث بن ثعلبہ بن ذوزان بن اسد بن خزیمہ۔

ان کی والدہ..... بنت جدر بن ضبیعہ الاغر بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ ابن صععب بن زید بن بکر بن وائل بن وبعیہ بن نزار۔

اُن کی والدہ..... بنت ملک بن قیس بن ثعلبہ۔

اُن کی والدہ..... بنت ذی الرا سین نشین بن ابی عصم بن سمح بن فزارہ۔

اُن کی والدہ: بنت عیسر بن حرمہ بن عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن الریث بن غطفان۔

آپ کے نانہالی بزرگوں میں عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب، ”ملاعب الاسنہ“ کے لقب سے مشہور تھے اور اُن کی شجاعت کی وہ دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ اُن کو ”نیزوں سے کھیلنے والا“ کہا جاتا تھا۔ آپ کی نانی کے بھائی عامر بن الطفیل بن مالک

بھی ”اشجع عرب“ تھے۔ ان کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ قیصر روم کے پاس جب بھی کوئی عرب آتا تھا تو وہ پہلا سوال یہ کرتا تھا کہ تمہارا عامر سے کیا رشتہ ہے؟ اگر کوئی رشتہ نکل آتا تھا تو بے حد احترام کرتا تھا۔ ورنہ قابلِ توجہ بھی نہیں سمجھتا تھا۔ آپ کے بزرگوں میں ایک نام ”عروہ رحال“ کا بھی آتا ہے۔ جنہیں رحال اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ اکثر و بیشتر اُن کی آمد و رفت سلاطین اور امراء کے پاس رہا کرتی تھی اور بادشاہان وقت اُن کا کافی احترام کیا کرتے تھے۔ انہیں بزرگوں میں طفیل کا نام بھی ہے جو ”ملاعب الاسنة“ کے بھائی اور شجاعت و جوانمردی میں شہرہ آفاق تھے۔

لبید شاعر نے انہیں بزرگوں کی مدح میں وہ اشعار کہے ہیں جن کو سن کر نعمان کو خاموش ہونا پڑا اور دنیاے عرب میں کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہ ہو سکی۔
(مقاتل الطالین ابوالفرج اصفہانی، ناخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۷۰۳)
حضرت اُمّ البنین کے والد کا نام حوام یا حوام ہے، حزام کے معنی لغت میں ”چوڑے سینے والا“۔ (مصباح اللغات صفحہ ۱۵۰)

حضرت اُمّ البنین کی والدہ کا نام بعض مورخین نے ثُمّالہ لکھا ہے۔ لغت میں اس لفظ کے معنی خوبصورت خود رو پھول یا خوبصورت گھاس جولا نبی نہیں ہوتی ہے۔
(مصباح اللغات صفحہ ۹۶)

بعض مورخین نے حضرت اُمّ البنین کی والدہ کا نام ثُمّالہ لکھا ہے جس کے معنی لغت میں تالاب کا پانی یا شربت کا جھاگ ہیں۔ (مصباح اللغات صفحہ ۹۶)
کامل السقیفہ میں آپ کا اسم گرامی لیلیٰ درج کیا گیا ہے۔ جو عمدة الطالب کے نقل کی بناء پر آپ کی والدہ کا اسم گرامی تھا۔ آپ کے پدر بزرگوار کے نام کے بارے میں بھی مورخین میں ایک طرح کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ کامل ابن اثیر۔ الامامة والسياسة

اور مروج الذہب نے حرام ”ز“ سے نقل کیا ہے۔ (لیکن علامہ مقرر نے کامل کو حرام کے حوالہ نقل کیا ہے۔ میں نے طبع بیروت میں بھی یونہی دیکھا ہے۔ باقی مورخین نے حرام ”ز“ سے نقل کیا ہے۔ عمدۃ الطالب کے قلمی نسخہ میں ”خزّام“، ”خ“ سے درج کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ خدا بخش لائبریری میں موجود ہے۔

حضرت اُمّ البنینؓ کی والدہ شامہ خاتون:

حضرت اُمّ البنینؓ اپنی والدہ شامہ اور والد حزام کی طرف سے خاندانی وقار اور اچھے نسب کی مالک تھیں، دو طرفہ اچھے خاندان سے تعلق نے اُمّ البنینؓ کو نہ صرف شجاعت کا مالک بنایا تھا بلکہ ادب اور فضیلت، صبر و شکر بھی آپ کو وراثت میں ملے تھے۔ اُمّ البنینؓ علم و اخلاق، زہد و تقویٰ کے بلند ترین مقام پر فائز تھیں۔ اپنی ان ہی فضیلتوں کے سبب شادی سے قبل بھی شہرت و وقار کی مالک تھیں۔

کلباسی نجفی نے الخصائص العباسیہ میں لکھا ہے کہ اُمّ البنینؓ کی والدہ کا نام شامہ بنت سہیل بن عامر تھا۔ شامہ خاتون کا شمار عرب کی صاحب دانش خواتین میں ہوتا تھا۔ شامہ خاتون ادیبہ بھی تھیں اور اربیبہ بھی۔ زیرک و دانا خاتون تھیں۔ اُمّ البنینؓ کو آداب عرب آپ نے ہی تعلیم کیے تھے۔ اور وہ تربیت دی تھی جس کی ایک موزون اور مہذب دختر سزاوار اور اہل تھیں۔ اور شامہ خاتون ہی نے اُمّ البنینؓ کو تمام اخلاق پسندیدہ اور آداب حمیدہ تعلیم کیے تھے۔

حضرت اُمّ البنینؓ کے آباؤ اجداد

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں:

ابو براء عامر بن مالک کلابی کو استسقا کا مرض تھا انہوں نے لبید بن ربیعہ کو ہدایا اور تحائف کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا آپ نے ان کے

ہدیے تو قبول نہیں کئے لیکن آپؐ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور اس میں اپنا لعاب گرا کر لید سے کہا اسے پانی میں ملا کر ابوبراءؓ کو پلا دو انہیں تعجب بھی ہوا مگر پیتے ہی شفاء ہو گئی۔ (ام البنین علیہا السلام۔ محمد رضا عبدالامیر انصاری۔ ص ۸۱ بحوالہ الکنتی والالاقاب۔ شیخ عباس قتی۔ ج ۱ ص ۵۱ اور ادب الطف۔ شبر۔ ج ۱ ص ۲۷)

عامر بن طفیل کی ملاقات بصورت وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی انہوں نے آپؐ سے عرض کی میں ایک شرط پر اسلام لاؤں گا اگر آپؐ مجھے اپنے بعد اسلام اور امت کا امیر مقرر کر دیں آپؐ مسکرائے اور فرمایا ”یہ امر میرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے“

(ام البنین علیہا السلام سیدۃ النساء العرب۔۔ سید مہدی سوتج الخطیب۔ ص ۷۳)

حضرت اُم البنینؓ کا قبیلہ اور جنگ حنین:

حضرت اُم البنینؓ کا قبیلہ کسی جنگ میں شریک ہوتا تھا تو اُسے فتح مندی اور اقبال مندی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا قدرت کا انتظام دیکھئے کہ حضرت عباسؓ کا ننھیال رسول اکرمؐ سے جنگ کرنے نہیں آیا۔ یہ بھی حضرت عباسؓ اور اُن کی مادر گرامی اُم البنینؓ کے لیے باعث فخر ثابت ہوا۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۷۰۶)

جنگ حنین میں حضرت اُم البنینؓ کا قبیلہ بنی کلاب اور بنی کعب دونوں شریک نہیں ہوئے تھے۔ ورید بن الصّمہ شمی جو حشم کا سردار اور رئیس تھا وہ بوڑھا اور نابینا ہو گیا تھا اس نے جب سنا کہ قبیلہ بنی کلاب ہوازن کے ساتھ شریک نہیں ہے تو اس نے کہا کہ:-

”خوش نصیبی اور فتح مندی اس لشکر سے دور ہو چکی۔ اگر سعادت و

سازگی ہوتی تو یہ دونوں قبیلے ان سے علیحدہ نہ رہتے۔ اور بنی ہوازن

یہ جنگ رسول اللہؐ سے ہار گئے۔ (حیات القلوب صفحہ ۷۰۶)

انصارِ حسینؑ میں خاندانِ اُمّ البنینؑ کے افراد:

انصارِ حسین علیہ السلام میں شیب بن جراد بن طھیہ بن ربیعہ بن وحید جناب اُمّ البنین علیہا السلام کے ننھیالی خاندان کے تھے۔

(اُمّ البنین علیہا السلام سیدۃ النساء العرب۔۔ سید مہدی سوتج الخطیب۔ ص ۴۶)

حضرت اُمّ البنینؑ کے والد حزام کلابی:

آپ کے والد حزام بن خالد بن ربیعہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے ایک جگہ شب کے قیام میں خواب دیکھا کہ آپ ایک سرسبز زمین پر بیٹھے ہیں کہ ایک جانب سے ایک قطرہ ہاتھ پر گرا اور دُرّ بن گیا اور وہ اس کی صفا اور چمک پر متعجب ہوئے کہ ایسے میں ایک سوار آیا اور اس نے بعد تحیہ و سلام کے اس دُرّ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کیا آپ اسے فروخت کریں گے؟ تو حزام نے کہا میں اس کی قیمت نہیں جانتا لیکن کیا آپ اسے خریدیں گے۔ سوار نے کہا کہ میں بھی اسکے حقیقی مول کی معرفت نہیں رکھتا لیکن میں آپ سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ آپ یہ دُرّ اس کو ہدیہ کر دیں جو اس کا اہل ہے اور اس کا حقدار ہے کہ یہ اس کو تحفہ میں دیا جائے۔ اور میں آپ کو یہ ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے پاس آپ کے لئے جو ہے وہ درہم و دینار سے کہیں اعلیٰ ہے۔

حزام۔ وہ کیا شے ہے جو درہم و دینار سے اعلیٰ ہے؟

سوار۔ میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے اہل کے پاس جو ہے آپ کے لئے ایک مرتبہ اور درجہ خاص اس کی طرف سے اور ابد الابد کے لئے شرف اور بزرگی کبھی نہ ختم ہونے والی۔

حزام۔ کیا آپ ضمانت لیتے ہیں۔

سوار۔ یقیناً میں اسکی ضمانت لیتا ہوں۔

حزام۔ اور آپ اسکے لئے واسطہ اور کفیل بھی بنتے ہیں؟

سوار۔ بالکل، تمام عزم کے ساتھ میں اس کا کفیل اور واسطہ ہونے کو تیار ہوں اگر؟
آپ یہ معاملہ مجھے تفویض کرتے ہیں۔

تو حزام نے یہ معاملہ انکے سپرد کر دیا۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے ہم نشینوں کو یہ خواب سنایا جس پر ایک صاحب نظر نے یہ تعبیر دی کہ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہارے یہاں ایک بیٹی پیدا ہوگی۔ اور کائنات کے عظیم لوگوں میں سے ایک اسکی خواستگاری کرے گا اور اسی کے سبب سے تم وہ شرف پاؤ گے جو ابدی ہے۔ پھر جب سفر سے واپسی پر آپ کے یہاں ولادت کے آثار پیدا ہوئے تو آپ نے کہا کہ میں اپنے خواب کو سچ پایا۔ (الخصائص العبابیہ۔ الحان محمد ابراہیم الکلباسی مخفی۔ ص ۲۶، ۲۷)

لسانِ حزام پر مدح مولائے کائنات:

جب جناب عقیلؑ کی آمد پر حزام اپنی زوجہ کے پاس یہ خبر لے کر گئے کہ اُمّ البنینؑ کے لئے رشتہ آیا ہے۔

زوجہ کس کا رشتہ؟

حزام۔ ”لفلال الکتاب، و مظهر العجائب، فارس المشارق و

المغرب، اسد اللہ الغالب، علی ابن ابیطالب (علیہ السلام)“

”تلواروں کو کند کر دینے والے، عجائبات کے مظهر، مشارق و مغرب کا یکتا شہ

سوار، غالب آجانے والا اللہ کا شیر علی ابن ابیطالب (علیہ السلام)“

باب ۶

حضرت اُمّ البنین کا شجرہ نسب

فضیلت نسب و علم انساب:

روئے ارض پر مختلف قوموں نے متنوع علوم کے حصول پر ناز کیا ہے۔ اہل روم کے پاس علم طب تھا، اہل یونان نے حکمت و منطق پر فخر کیا، اہل ہند نجوم و شہادیات کے علم پر ناز کرتے تھے فارس والے آداب و اخلاق و نفس کے علم میں آگے بڑھ گئے اہل چین صنائع یعنی صنعتوں کے علم سے پہچانے گئے اور اہل عرب کو علم الامثال اور علم الانساب میں اہمیت حاصل تھی اور اسے وہ اپنے لیے شرف کا باعث سمجھتے تھے۔

روم و یونان و فارس و ترک و ہند میں نہیں تھا کہ وہ اپنے شجروں کی حفاظت کرتے اور ایک دوسرے کے نسب سے واقف ہوتے مگر عرب اپنے شجرے محفوظ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت آدم تک عربوں کے شجرے محفوظ تھے۔ اور ان شجروں کو بڑی جانچ پرکھ کے ساتھ اور نوک پلک سنوار کر رکھتے اور جس کا نسب مکرم و محترم ہوتا اُس شخصیت کے احترام کو اپنا فرض سمجھتے۔

جب اسلام آیا تو رعایت علم نسب اور اس کی معرفت کی تاکید کی گئی اور اسلام نے اپنی شریعت میں کئی احکامات کی بنیاد علم الانساب پر رکھی۔ اگر علم انساب نہ ہوتا تو میراث اور عاقلہ کے احکام کی کوئی حیثیت نہ ہوتی اسی طرح اگر نسب کی معرفت نہ ہو تو خمس و زکوٰۃ کے احکامات۔ بھی قابل عمل نہیں رہتے۔

جب عرب مناسک حج و عمرہ سے فارغ ہوتے تو عکاظ کے بازار میں اپنے اپنے شجرے اور فضیلت نسب حاضرین پر پیش کرتے اور اسے (یعنی اس رسم کو) تمام رسوم حج و عمرہ پر فوقیت حاصل تھی۔

جب قرآن نازل ہوا تو آیت آئی۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۰۔

”پس جب تم مناسک حج بجالا چکو تو ذکر خدا کرو اس طرح جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرو بلکہ اُس سے زیادہ۔“

گویا جہاں ایک طرف اسلام نے فضیلت نسب کے اظہار کی مروجہ رسم پر پابندی نہیں لگائی وہیں دوسری طرف اسے پسند بھی کیا کہ ہاں یہ اچھا طریقہ ہے اسی طرح ذکر خدا بھی کرو۔

ہوازن کا ایک وفد رسول اکرمؐ کے پاس آیا دوران گفتگو آپؐ نے سوال کیا کہ تم مال کو اختیار کرتے ہو یا اولاد کو، انہوں نے (اہل ہوازن نے) کہا یا رسول اللہ اگر ہمیں مال اور نسب میں اختیار دیا جائے تو ہم نسب کو اختیار کریں گے اور پسند کریں گے۔

رسول اکرمؐ نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا۔

حضرت ختمی مرتبتؑ کی حدیث ہے۔

”اعرفو أنسابکم تصلو بہ ارحامکم“

اپنے نسب اور شجروں کو پہچانوں اور معرفت حاصل کرو تا کہ اس طرح تم صلہ رحم کر سکو۔

ایک اور حدیث میں رسول اکرم فرماتے ہیں۔

”تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصْلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ فَإِنَّ صَلَاةَ الرَّحْمِ مَحَبَّةً فِي الْإِهْلِ، مَثْرَاةً فِي الْمَالِ، نَسَاةً فِي الْأَثَرِ“۔

”اپنے شجروں کی تعلیم دو اور حاصل کرو تا کہ صلہ رحم کر سکو کیونکہ صلہ رحم خاندان میں محبت کا باعث ہے اور مال کی زیادتی اور اپنے آثار اور سنت کی حفاظت کا سبب ہے“۔
(الشجر الوانی فی سلسلۃ الموسویہ، جلد ۱، سید علی ابوسعید)

محقق سید مہدی رجائی کتاب شجرۃ المبارکہ ”فخر الرازی“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ”ارشاد پروردگار ہے سورۃ النساء کی پہلی آیت میں۔

”اے انسانوں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اُس سے اس کی زوجہ کو خلق کیا اور ان دونوں سے بہت مردوں کو اور عورتوں کو، اور اُس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم سوال کرتے ہو اور صلہ رحمی کرو، اس آیت کی تفسیر علم انساب کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں۔“

اس کے بعد سید مہدی رجائی کہتے ہیں کہ اسی طرح آیت مودت

قُلْ لَا اسْتَلْکُمْ

کہو اے حبیب کہ میں تم سے کوئی سوال نہیں کرتا مگر صرف قربیٰ کی مودت اجر رسالت میں چاہتا ہوں۔“

کی رو سے رسول اکرم کے شجرے کی معرفت حاصل کرنا واجب نہیں اور جب ہے اس لیے کہ جنب شجرہ رسالت کی معرفت ہی نہ ہوگی تو مودت کیونکر کی جائے اور کس

سے کی جائے کہ قربیٰ کون ہیں۔

امیر المومنین نے نبج البلاغہ خطبہ ۹۳ میں رسول اکرم کی مدح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

”کہ آپ کا قبیلہ بہترین قبیلہ، آپ کی عترت بہترین عترت، اور آپ کا شجرہ بہترین شجرہ ہے (کیا کہنے اس شجرے کے) جو حرم میں پھولا پھلا اور کرم الہی کے سائے میں پروان چڑھا۔“

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح میں اس خطبہ کی پیغمبر اسلام کی متعدد احادیث جو بنی ہاشم کی شان میں ہیں درج کی ہیں۔

ان احادیث میں سے چند یہ ہیں۔

اس حدیث کو ذخائر عقلی میں محب الدین طبری نے عائشہ کی روایت سے لکھا اس کو بیہقی نے دلائل میں، طبرانی نے اوسط میں اور ابن حجر نے امالی میں اس فرق سے لکھا ہے کہ (آپ کے آبا میں ہاشم سے کسی کو افضل نہیں پایا)۔

رسول اکرم فرماتے ہیں کہ جبریلؑ نے مجھ سے کہا اے محمدؐ میں نے روئے ارض پر آپ سے زیادہ مکرم کسی کو نہیں پایا اور نہ کسی خاندان کو مکرم پایا سوائے بنی ہاشم کے نہ شرق میں نہ غرب میں۔“

فرمایا رسول اکرمؐ نے ”اہل محشر کے سید و سردار بھی وہی ہونگے جو دنیا میں سید و سردار ہیں اور وہ میں ہوں، علیؑ ہیں، حسنؑ و حسینؑ ہیں، حمزہؑ ہیں اور جعفرؑ ہیں۔“
رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں کہ سچ یہی ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

اور آپ ہی نے فرمایا کہ ”انا ابن الاکرمین“

میں کریم اشخاص (کی اولاد ہوں) کا بیٹا ہوں

ایک اور حدیث یہ ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی)
”اے بنی ہاشم! ہمیں بغض رکھتا تم سے کوئی مگر یہ کہ میں اُسے جہنم کی پستی میں اوندھے منہ
پھینک دوں گا۔“

رسولؐ اکرمؐ فرماتے ہیں۔

گھٹیا لوگ ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت فائدہ نہیں دیتی، یقیناً میری
قرابت نفع بخش ہے اور با تحقیق میرے اہل سے کوئی بغض نہیں رکھے گا مگر یہ کہ اس پر
اللہ نے جنت کو حرام کر دیا۔“

یہ وہ احادیث تھیں جنہیں ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ خطبہ ۹۳ کے ضمن میں
صفحہ ۸۱ پر تحریر کیا ہے جلد ۲۔

اسی طرح رسولؐ اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ آپؐ نے فخر کرتے ہوئے فرمایا۔

”انا ابن الذبیحین“

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (ایک ذبیحہ اسماعیلؑ اور دوسرے ذبیحہ اللہ عبد اللہ)

حدیث:- ”انا ابن العواتک والفواطم“

میں عاتکوں کا بیٹا ہوں میں فاطماتوں کا بیٹا ہوں۔

”کلھن طاهرات سیّدات“

اور وہ سب کی سب پاک و پاکیزہ اور سیدانیاں ہیں۔

یہ رسولؐ اکرمؐ کا اپنے نسب پر فخر اور ناز تھا۔

جناب ہاشم کی والدہ کا اسم گرامی عاتکہ، جناب وہب کی والدہ عاتکہ، جناب

عبد مناف کی والدہ عاتکہ اسی طرح رسول اکرم کی جدہ گرامی یعنی جناب عبداللہ اور ابوطالب کی والدہ کا اسم گرامی، فاطمہ تھا جناب قصی کی والدہ فاطمہ تھیں، جناب آمنہ کی والدہ فاطمہ تھیں، جناب خدیجہ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا، جناب حمزہ کی بیٹی فاطمہ تھیں رسول اکرم کی دختر فاطمہ تھیں، جناب امیر کی والدہ فاطمہ تھیں، امام حسینؑ اور امام حسنؑ کی بیٹیوں کے نام فاطمہ تھے اور پھر بعد تک ہر امام کی بیٹی کا نام فاطمہ۔

ماؤں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے یہ رسول کا شجرہ سب سے بلند اور ارفع و اعلیٰ شجرہ نسب ہے اسی لیے آپؐ نے فرمایا:-

”كُلُّ حَسَبٍ وَ نَسَبٍ يَنْقَطِعُ فِي الْقِيَامَةِ إِلَهَ حَسْبِي وَ نَسَبِي“

”ہر حسب و نسب قیامت میں منقطع ہو جائے گا سوائے میرے حسب و نسب کے“
حسب و نسب کی یہ بلندی نہ کسی اور گھرانے نے پائی اور نہ اللہ نے کسی کو عطا کی کہ صرف رسولؐ کی نسبت اور نسب کا یہ احترام اور عظمت ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ جس نے اولاد عبدالمطلبؑ میں سے کسی پر احسان کیا اور روز محشر اگر اس کے پاس پروانہ جنت نہ ہوا تو میں اُسے پروانہ جنت عطا کروں گا۔“

(صاحب وسیلۃ النجاۃ فرنگی محلی صفحہ ۵۵ لکھنؤ)

اسی نسبی احترام اور عظمت کے سلسلے میں ایک اور حدیث رسولؐ ہے کہ جو میری اولاد میں قیامت تک گناہگار ہیں ان کا احترام میری وجہ سے کرو اور جو متقی ہیں ان کا احترام خدا کی وجہ سے کرو“

نہ صرف یہ کہ احترام اور تعظیم بلکہ اپنی معاشرت میں خاندان رسولؐ اور افراد بنی ہاشم کو مقدم کرنا اور ترجیح دینا بھی حکم رسولؐ ہے۔

محب الدین طبری نے ذخائر عقیبی صفحہ ۲۵ پر زید بن اسلم سے اس نے اپنے باپ

سے اس نے عمر ابن خطاب سے کہ:-

ابن خطاب نے کہا زبیر سے (زبیر بن عوام) کہ حسن ابن علی علیل ہیں کیا تم نے عیادت کی زبیر نے عذر ظاہر کیا تو عمر ابن خطاب نے کہا کہ:- بنی ہاشم کی عیادت فریضہ ہے اور زیارت نافلہ یعنی مستحب یا سنت ہے۔

قرآن مجید نے آل رسولؐ کو خواہ معصوم یا غیر معصوم سب کو مصطفیٰ کہا ہے اور آئمہ علیہم السلام سے خصوصاً امام رضا علیہ السلام سے، امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے سورۃ فاطر کی آیت ۳۲ کی تفسیر میں تین احادیث ہم تک پہنچی ہیں جن میں آپؐ نے فرمایا اس آیت کا مصداق سادات ہیں آل رسولؐ ہیں۔ آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

سورۃ فاطر آیت ۳۲

”پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان بندوں کو بنایا ہے جنہیں ہم نے مصطفیٰ کیا ہے ان میں سے بعض ظالم النفسہ ہیں، بعض میانہ رو ہیں اور بعض نیکوں میں سبقت کرنے والے ہیں یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے یہ لوگ جنت عدن میں جائیں گے۔ الاخر۔

امام نے فرمایا ظالم النفسہ (یعنی اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہونگے) سے مراد گنہگار ہیں، میانہ رو سے مراد متقی ہیں اور سابق بالثیبات سے مراد آئمہ معصومین ہیں۔ یہ سب اولاد رسولؐ اور سادات ہیں۔

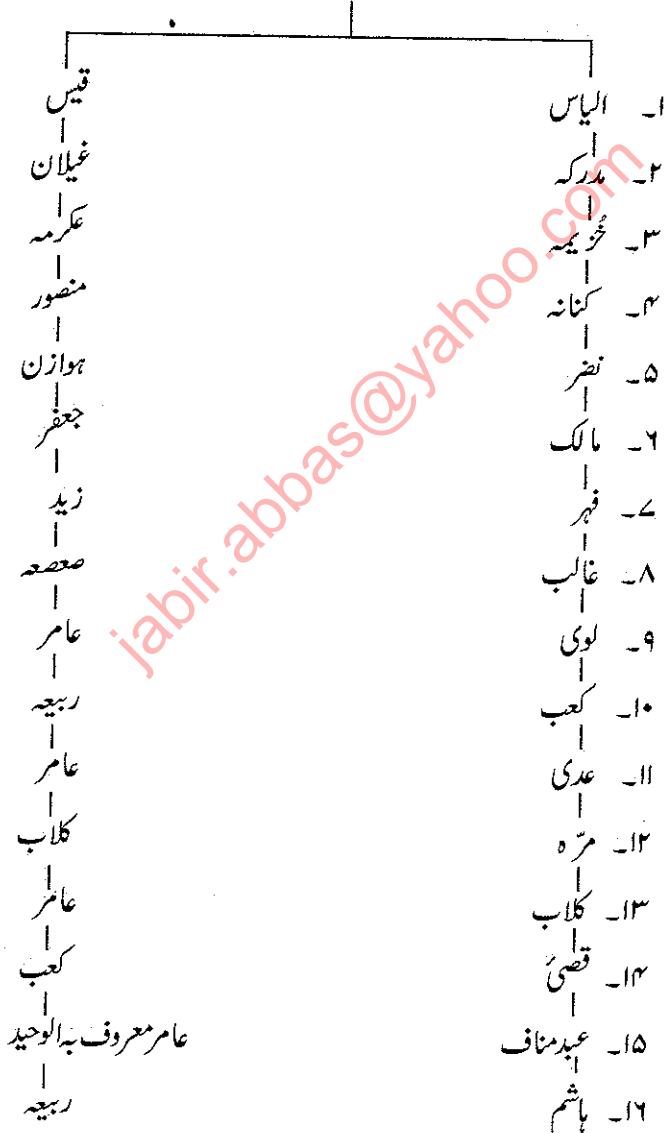
رسول اکرمؐ نے فرمایا:-

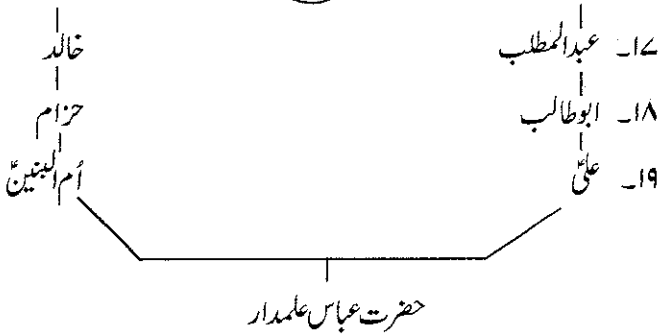
”جس نے قیامت تک میری اولاد کے کسی فرد سید کے ہاتھ کو بوسہ دیا گویا اُس نے میرے ہاتھ پر بوسہ دیا۔“

حضرت علیؑ اور اُمّ البنین کا شجرہ:

حضرت ابراہیمؑ - اسمعیلؑ - قیدار - نبث - سلامان - ہمیسع -

الیسع - عود - عدنان - معد - نزار - مضر





جناب اُمّ البنین کا باپ کی طرف سے نسب نامہ:

مورخین کا بیان ہے کہ اُمّ البنین یعنی فاطمہ کلابیہ کا نسب نامہ یوں ہے:- فاطمہ بنت حزام ابن خالد ابن ربیعہ بن عامر المعروف بالوحید بن کعب ابن عامر بن کلاب بن عامر بن ربیعہ ابن عامر بن صعصعہ بن زید بن بکر بن ہوازن (تحفہ حسینیہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۸- منقول عوالم صفحہ ۹۳ ناخ التوارخ جلد ۶ صفحہ ۲۸۷- عمدۃ المطالب صفحہ ۳۳۲- البصار العین صفحہ ۲۶- مطالب النول صفحہ ۲۱۵- ابن ابی الحدید جلد ۱- صفحہ ۵۰۶ تنقیح المقال طبع ایران ۱۲۶۷ھ)

جناب اُمّ البنین کا ماں کی طرف سے نسب نامہ:

صاحب ”البصار العین“ لکھتے ہیں کہ اُمّ البنین کی ماں ثمامہ بنت سہیل بن عامر بن مالک ابن جعفر بن کلاب تھیں۔ اور ثمامہ کی ماں عمرہ بنت طفیل (فارس قرزل) ابن مالک الاخرزم بن جعفر ابن کلاب (رئیس الہوازن) تھیں۔ اور عمرہ کی ماں کبشہ بنت عروۃ الرجال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب تھیں۔ اور کبشہ کی ماں اُمّ الخشف بنت فارس ہوازن بن عبادہ بن عقیل بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ تھیں۔ اور اُمّ الخشف کی ماں فاطمہ بنت جعفر بن کلاب تھیں اور فاطمہ کی ماں عامکہ بنت عبد شمس بن عبد

مناف ابن قصى ابن کلاب تھیں۔ اور عاتکہ کی ماں آمنہ بنت وہب بن نعیر بن نصیر بن قعین بن حرث بن ثعلبہ بن ذودان بن اسد بن خزیمہ تھیں۔ اور آمنہ کی ماں دختر حجد ر بن ضبیعہ الاغر بن قیس بن ثعلبہ بن عکاشہ بن صعصعہ بن زید بن بکر بن وائل بن ربیعہ بن نزار تھیں اور ان کی والدہ دختر مالک بن قیس بن ثعلبہ تھیں۔ اور ان کی ماں دختر ذوالرأسین۔ حشیں بن ابی عصم ابن شح بن فزارہ تھیں اور ان کی ماں دختر عمرو بن حرمہ بن عوف بن سعد بن زبیا بن بغیض بن الریث ابن غطفان تھیں (ناسخ التوازن جز ۳ صفحہ ۷۰۳۔ طبع ایران) علامہ کنتوری لکھتے ہیں۔

”حضرت ام البنینؓ کا نسب نہایت ہی عمدہ اور آپ نہایت ہی شریف خانوادے سے ایک شریف النفس اور انتہائی پاک و پاکیزہ خاتون تھیں“ (ماکتبن صفحہ ۲۲۰)

باب ﴿.....﴾

اُمّ البنین اور حضرت علیؑ

کی شادی

حضرت اُمّ البنینؑ کا خواب:

فاطمہ اُمّ البنین صلوٰۃ اللہ علیہا کسی دن صبح سویرے اپنی ماں ثمامہ دختر سہیل کلابی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی میں نے رات خواب میں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا ہے۔ والدہ نے کہا تمہارے لیے خیر ہو۔ یہ اچھا خواب ہے۔ فاطمہ نے مزید عرض کی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ آسمان سے چاند اور تین ستارے میری گود میں نازل ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو اپنے سینے سے لگایا۔ جس سے مجھے خوشی محسوس ہو رہی تھی ایسے میں خواب سے اچانک بیدار ہوئی تو دامن میں کوئی چیز نہیں پائی جس سے میں غمگین ہوئی۔

میری ماں نے فرمایا چلو میرے ساتھ تاکہ کسی سے اس کی تعبیر دریافت کر لیں۔ اپنے قبیلے کے کسی بزرگ سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے اس نے جواب

دیا تیرے لیے اور بیٹی کے لیے خوشخبری ہے کہ اس لڑکی کا ایک شریف و عظیم ذات سے جلد رشتہ ہوگا۔ اس کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہونگے۔ سب سے بڑا بیٹا تیرے قبیلے کے درمیان ایسا نمایاں اور ممتاز ہوگا جیسے کہ ستاروں کے درمیان چمکنے والا قمر ہوتا ہے۔ جب تعبیر کرنے والے سے یہ خوشخبری سنی تو والدہ ثمامہ کلابی نے اپنی بیٹی کو غور سے دیکھا اور فاطمہ کلابیہ نے شرم و حیا سے سر نیچے جھکا دیا۔ اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئیں جب ماں اور بیٹی گھر پہنچے اور ابھی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی، دیکھا تو جناب عقیل ہیں کہ حضرت علیؑ کی طرف سے منگنی کے لیے تشریف لائے ہیں۔

حالانکہ اس وقت بڑے بڑے خاندان اور قبیلے کے سرداروں کے گھروں میں بہت عورتیں رشتے کے قابل موجود تھیں۔ جیسے قبیلہ رزج۔ بنی تمیم بنی عطفان اور بنی ہوازن وغیرہ۔ اور عقیل خود انساب عرب کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے رشتے کا انتخاب بنی کلاب سے کیا۔ (حیدر الرجائی)

عقد جناب اُمّ البنینؑ:

افسوس کی بات ہے کہ قدیم ترین مورخین نے بہت سے اہم تاریخی واقعات کے ساتھ اس عقد کے تذکرہ کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کی ”انفرادی“ نوعیت کا تقاضا تھا کہ اُس کے حالات نقل کئے جاتے اور یہ بتایا جاتا کہ امیر المومنینؑ نے ایک ”مخصوص“ فرزند کی تمنا میں جس عقد کا اہتمام کیا تھا اُس کا انداز کیا تھا..... اور اُس عقد کے کیفیات کیا تھے؟۔

بعض فارسی مقاتل نے کسی قدر تفصیل بیان کی ہے۔ صاحب بصیرت انسان حالات و مقدمات کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ جناب امیرؑ نے اس عقد کے لیے کیا اہتمام کیا ہوگا اور جناب اُمّ البنینؑ کا اس مقدس گھر میں کیا کردار رہا ہوگا۔

حالات و کیفیات پر نظر رکھنے والا انسان اس واقعہ کی تصدیق کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ”جناب اُم البنینؓ نے مولائے کائنات کے بیت الشرف میں قدم رکھتے ہی آستانِ مبارک کو بوسہ دیا اور شہزادوں کی خدمت میں عرض کی ”میں تمہاری ماں بن کر نہیں آئی ہوں بلکہ ایک خادمہ کی حیثیت سے آئی ہوں“۔

اس واقعہ کا عرفانی ثبوت یہ ہے کہ جناب اُم البنینؓ مولائے کائنات کے علاوہ صدیقہ طاہرہ کی عظمت سے بھی باخبر تھیں۔ انھیں یہ معلوم تھا کہ فاطمہؑ زہراؑ اسی جلیل القدر خاتون کا نام ہے جس کے عقد کا اہتمام خالق کائنات نے بالائے عرش کیا تھا اور جس سے شادی کی ہر خواہش کو سرکارِ دو عالمؐ نے رد کرتے ہوئے وحی کا یہ فیصلہ سنایا تھا کہ ”اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔

ایسے مقدس گھرانے میں قدم رکھتے ہوئے حضرت اُم البنینؓ کو یہ احساس ہونا ناممکن ہے کہ میں فاطمہؑ زہراؑ کی طرح علیؑ کی ایک زوجہ ہوں۔ یا مجھے واقعاً مادرِ سبطینؑ کہے جانے کا حق حاصل ہے حاشا وکلا۔

جناب اُم البنینؓ کی بلندیِ نفس کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اُن کے ذہن میں صرف یہی احساس رہا ہوگا کہ اسلام کو ایک مجاہدِ راہِ خدا کی ضرورت ہے اور اس ضرورت نے مجھے اس آستانہٴ مقدس تک پہنچا دیا ہے۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں بیتِ زہراؑ؟

حضرت اُم البنینؓ کو یہ بھی معلوم تھا کہ مالکِ کائنات نے شہزادی کوئینؓ کو یہ بھی شرف عطا کیا ہے کہ اُن کی موجودگی میں مولائے کائناتؑ نے دوسرا عقد نہیں فرمایا اور یہ شرف تاریخ میں صرف دو ہی خواتین کو عطا ہوا ہے ایک جناب فاطمہؑ اور ایک اُن کی والدہؑ گرامی جناب خدیجہؑ۔

سرورِ کائنات نے جنابِ خدیجہؓ کی حیات تک کسی خاتون سے عقد نہیں فرمایا۔ اور مولائے کائنات نے صدیقہ طاہرہؓ کی زندگی بھر عقدِ ثانی نہیں فرمایا۔ الہی مصالح کے علاوہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسلام نے عقدِ ثانی کو ’عدالت‘ سے مشروط کیا ہے اور یہ قانون بنا دیا ہے کہ جب تک تمام ازدواج میں عدالت و انصاف ممکن نہ ہو ایک عقد کے بعد دوسرا عقد کرنا جائز نہیں ہے۔

عدالت کے حدود کے بارے میں روایات میں جو اشارے ملتے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری سلوک کی برابری تو بہر حال ضروری ہے۔ حتیٰ الامکان یہ سعی بھی ہونی چاہیے کہ قلبی رجحان میں بھی فرق نہ آنے پائے..... یہ بات صرف اُن حدود تک معاف کی جاسکتی ہے جہاں تک اسلام کے احترامِ فضائل و کمالات کے قوانین اجازت دیتے ہوں۔ اس کے بعد زوجیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ گھر کا سہانا ماحول ’’وحشت کدہ‘‘ میں تبدیل ہو جائے گا۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ کسی بھی قیمت پر دیگر ازدواج کو جنابِ خدیجہؓ کے برابر نہیں قرار دے سکتے تھے۔ خدیجہؓ صرف زوجہٴ رسولؐ نہیں تھیں کہ انہیں دیگر ازدواج کے برابر قرار دے دیا جائے۔ اُن کو کچھ الگ امتیازات حاصل تھے۔ اُن کے عقد کی ایک انفرادی شان تھی جس کے بعد یہ ناممکن تھا کہ اُن کے ساتھ عام خواتین جیسا برتاؤ کیا جائے۔ یہ عدم مساوات کا اندیشہ معاذ اللہ نفسِ رسولؐ کی کمزوری کی بناء پر نہیں تھا کہ اُس کے مقابلے میں عصمت کو لایا جاسکے۔ اُس کی بنیاد فضائل و کمالات کا امتیاز تھا جسے کسی منزل پر نہیں مٹایا جاسکتا تھا۔

خود سرورِ کائناتؐ نے بھی اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ جب حضرت عائشہؓ نے ٹوکا کہ آپ ایک ضعیف عورت کو برابر یاد کئے جارہے ہیں، ماکہ نے آپ کو اُس سے

بہتر از واج عطا کردی ہیں..... تو آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا۔ خدیجہ کے برابر کون ہو سکتا ہے۔ وہ اُس وقت ایمان لائیں جب کوئی ایمان لانے والا نہ تھا..... انھوں نے اُس وقت میری تصدیق کی اور اپنے اموال سے میری مدد کی جب کوئی سہارا دینے والا نہ تھا..... اُن کے ذریعہ مالک نے مجھے اُس وقت صاحبِ اولاد بنایا۔ جب لوگ ابتر کے طعنے دے رہے تھے، کسی اور خاتون کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔“

خدیجہ بنیاد کوثر ہیں۔ خدیجہ جوابِ طعنہ ابتر ہیں..... خدیجہ کے ازدواج میں کسی مصلحت و سیاست کا امکان نہیں ہے۔ خدیجہ کی زندگی پر کسی حرص و طمع کا الزام نہیں ہے..... خدیجہ نے سماجی بندھنوں کو توڑ کر عقد کیا ہے..... خدیجہ نے رسم و رواج پر ضرب کاری لگا کر پیغمبری مشن کو تقویت پہنچائی ہے، خدیجہ نے دولت کو فضائل کا احترام سکھایا ہے۔ خدیجہ نے مال و علم کی قدر و قیمت کو واضح کیا ہے۔

خدیجہ کے علاوہ کسی خاتون کے عقد کو یہ امتیازات حاصل نہیں ہیں۔ قدرت نے بھی نہیں چاہا کہ خدیجہ کی انفرادی شخصیت پر حرف آنے پائے اس لیے اُس وقت تک اپنے حبیب کو دوسرے عقد کی اجازت نہیں دی جب تک خدیجہ کو اس دنیا سے اٹھا نہیں لیا۔

جناب فاطمہ زہرا کے عقد کی مصلحت اور بھی زیادہ واضح ہے کہ جب قدرت خدیجہ جیسی غیر معصومہ ہستی کی صحبت میں دوسری خاتون کو شریک نہیں بنا سکتی اور اُس کے مراتب و مناقب کا اس انداز سے تحفظ کرنا چاہتی ہے تو فاطمہؑ تو بہر حال معصومہ ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں کسی دوسری خاتون کے آنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔

یہ کائنات کا اول و آخر عقد ہے جو اس نوعیت سے واقع ہوا ہے..... ورنہ ہر عقد میں ایک ہی فریق معصوم ہوا ہے اور دوسرے فریق کو درجہِ عصمت حاصل نہیں رہا ہے۔ بہ صرف عقدِ ہر اولیٰ کا امتیاز ہے کہ شوہر بھی معصوم ہے اور زوجہ بھی معصومہ۔

اور شائد یہی وجہ ہے کہ کائنات کا ہر عقد روئے زمین پر ہوا ہے لیکن عقد زہرا عرشِ اعظم پر کیا گیا ہے..... کہ غیر معصوم کا عقد زمین پر ہوگا تو جب طرفین معصوم ہوں گے تو عقد کا اہتمام بھی مالک کائنات کی طرف سے کیا جائے گا۔

ایسے حالات کو پیش نظر رکھنے کے بعد جناب اُم البنینؑ کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے کو ”زوجیت“ کے اعتبار سے جناب فاطمہؑ کے برابر سمجھتی ہوں..... اور زہرا مرضیہ کے بیت الشرف کو اپنا ”خانہ زوجیت“ تصور کرتی ہوں..... یا اُن کے شہزادوں کے لیے اپنے کوماں کا درجہ دیتی ہوں۔

اُم البنینؑ عرفانِ کامل کی منزل پر فائز تھیں۔ اُن سے عقد ایک اہم مصلحت کے تحت ہوا تھا۔ اُن کے بارے میں اعزاز و احترامِ بیت رسالت کا جو تصور بھی قائم کیا جائے وہ کم ہے۔ تاریخ کے واقعات ان واقعات کی شہادت دیں یا خاموش رہ جائیں۔ حقیقت خود اپنی ایک زبان رکھتی ہے۔ (قمری ہاشم الاعلام سید ذیشان حیدر جوادی)

حضرت علیؑ اور حضرت اُم البنینؑ کی شادی
مرزا دبیر کے الہامی کلام میں:

مرزا دبیر کی زندگی کا آخری مرثیہ ہے:-

انجیل مسیح لب شہید ہیں عباسؑ

یہ مرثیہ ابھی ۸۱ بند تک پہنچا تھا کہ مرزا دبیر کا انتقال ہو گیا۔ مرثیے کے ابتدائی ۲۴ بند حضرت عباسؑ کے مناقب و فضائل میں ہیں پچیسویں بند سے مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے حضرت اُم البنینؑ کے عقد کی روایت نظم کی ہے۔ تیس بند شادی کی تفصیلات و منظر نگاری کو بیان کرتے ہیں۔ مرزا دبیر نے اس عقد کی تاریخ ۱۷/رجب لکھی ہے۔



القصہ عزیزوں میں ہوا شوق یہ سب کو
شادی ہو شبِ ہفتہ ہم ماہِ رجب کو
پیغامِ تقرر کا گیا شاہِ عرب کو
زوجہ نے کیا یاں طلب اُس خیر طلب کو

پوچھا مرا داماد پیسر کا وصی ہے
یہ بولا کہ ہاں نامِ خدا نامِ علی ہے



اورنگِ نشین ہل اتی اور خواجہِ قنبر
معراجِ گزینِ فلک دوشِ پیسر
سب اُن کے ہیں محکوم چہ خاقان چہ قیصر
سب زیرِ نگیں ہیں چہ سلیمان چہ سکندر

ہے یہ برکت نامِ مبارک میں اُسی کے
گرتے ہوئے تھم جاتے ہیں کہنے سے علی کے



بولی وہ عقیقہ میں ہوئی شاد خوشحال
اے شکر یہ شادی ہے خداداد خوشحال
کی فاطمہ کی روح نے امداد خوشحال
دامادِ خدیجہ میرا داماد خوشحال

دھیان اُن کو ہے لونڈی کی غربی کا جہاں میں
لونڈی یہی تو دم بھرتی ہے بی بی کا جہاں میں

﴿۴﴾

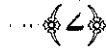
تھی دختر پاک اُس کی مسےٰ حمیدہ
 بسم اللہ مجموعہ اوصاف حمیدہ
 تقویٰ و طہارت کے جریدے میں جریدہ
 دل روزِ ازل سے تھا مگر درد رسیدہ
 سقائے سکیں کی وہ مظلومہ جو ماں تھی
 اک نہرِ فرات آنکھوں سے ہر وقت رواں تھی

﴿۵﴾

ہاجر ادب و سارا نسب آمنہ ایمان
 حور ارم و زہد و درخ مریم دوران
 پوشاک بدن پردہ ستاری یزدان
 دامن تھا سجادہ بلقیس سلیمان
 رُخ اپنے ہی پر تو کا جو برفِ میں نہاں تھا
 خورشید صفت کنبہ میں مخفی و عیاں تھا

﴿۶﴾

حجرے میں حمیدہ کے جو ماں اُس کی در آئی
 فانوس میں اک شمع درخشاں نظر آئی
 لینے کو بلائیں جو وہ نزدیک تر آئی
 چپکے سے کہا لے مری امید بر آئی
 اب فخرِ عرب قوم ہماری ہوئی بیٹا
 نسبتِ شہِ مرداں سے تمہاری ہوئی بیٹا



ناگاہ وہ شام آئی کہ جو صبح سے لے باج
 غازہ رخ عیدین کا نوروز کی سرتاج
 حُسنِ شبِ قدر و شبِ بدر و شبِ معراج
 تھی رات بھی نازاں کہ علیؑ کی ہے برات آج
 کثرت وہ ستاروں کی شب جلوہ فگن پر
 مشاطوں کا جھرمٹ تھا شب عقدہ دوہن پر



جج دھج تھی عروسِ شبِ شادی کی نرالی
 پھولی شفقِ شام کے لالے کی جو لالی
 ہلکی سی لبِ بامِ فلک اُس نے جمالی
 پازیب بھی اور کان کے بندے بھی ہلالی
 موباف زری نظم کیا کاہ کشاں کو
 مضمون بھی چوٹی کا ملا اہلِ زباں کو



ایوانِ مبارک سے برآمد ہوئے حیدر
 جس طرح محل سے شبِ معراجِ پیہر
 عرشیِ فلکی فوج پہ فوج آئی زمیں پر
 ملبوس بدنِ عطر سے جنت کے معطر

تھا ساتھ ہر اک وقتِ خدا اپنے ولی کے
 آتی تھی ندا ہم بھی براتی ہیں علیؑ کے



دارم کے قبائل میں گیا نور کا آیا
اس قبلہ کے لینے کو قبیلہ وہ سب آیا
ایک ایک نے آنکھوں کو سر راہ بچھایا
یوں دوڑ کے قدموں پہ گرے جیسے کہ سایا
جتنے تھے براتی وہ رہے راہ گذر میں
تنہا یہ در علم گیا بیاہ کے گھر میں



جگلے میں حضور آئے کہ داخل ہوئی رحمت
پردے میں دلہن دولہا پہ نازل ہوئی رحمت
سب ہٹ گئے رحمت کے مقابل ہوئی رحمت
ہر حال حمیدہ کے یہ شامل ہوئی رحمت
جگلے میں عجب نور کی کشتی نظر آئی
آراستہ پوشاک بہشتی نظر آئی



وہ تافتہ و سندس و استبرق جنت
تھا بافتہ رشتہ نور یہ قدرت
سجاف کی جا گرد رقم آئی رحمت
دیکھا جو حمیدہ نے سراپا ہوئی حیرت
فرمان خدا سے یہ منادی نے ندا کی
لے زوجہ حیدر یہ عنایت ہے خدا کی

﴿۱۳﴾

لکھتا ہوں میں ایجاب و قبول طرفین اب
 رو رو کے ہوئے نعرۂ زناں اسدِ رب
 واللہ کہ اس عقد میں عمدہ ہے یہ مطلب
 ہو دفتر افواجِ خدا جلد مرتب

شبیرؑ ہے عباسؑ خوش اطوار نہیں ہے
 سردار ہے دنیا میں علمدار نہیں ہے

﴿۱۴﴾

اک دن میرے شبیرؑ سے پھر جائیں گے سب ہائے
 دوپہر میں لٹ جائے گا گھر ہائے غضب ہائے
 زینبؑ پہ رہے گا چھ مہینے یہ تعب ہائے
 دربار میں دن گزرے گا زندان میں شب ہائے

ہم ماتم شبیرؑ پہ امداد کریں گے
 زہراؑ بھی اسی غم میں مویں ہم بھی مریں گے

﴿۱۵﴾

اس عقد میں یہ عہد یہ پیاں ہیں ہمارے
 بخشے گا تجھے ربِّ علا چار ستارے
 یہ ہوئیں گے پیارے کہ بنی فاطمہ پیارے
 یہ فرش کے تارے ہیں وہ ہیں عرش کے تارے

چاہے گی زیادہ کسے بیٹوں میں علیؑ کے
 عباسؑ کو اپنے کہ نواسوں کو نبیؑ کے

﴿۱۶﴾

اُجڑا میرا گھر مر گئیں خاتونِ خوش اطوار
دو بیٹیاں بن ماں کی ہیں دو بیٹے دل فگار
ہوگا میرا شبیرِ مصیبت میں گرفتار
یثرب میں نہ کعبہ میں اماں دیں گے جفا کار
پر ماریہ کی صبح غضبِ شام غضب ہے
عاشور کی ظہرین کا انجام غضب ہے

﴿۱۷﴾

اُس روز میرے کہنے کا دھیان کرے گی
پوتوں کے تو سہرے کا نہ ارمان کرے گی
مجھ پر میرے اللہ پر احسان کرے گی
فرزندوں کو شبیرِ پہ قربان کرے گی
پہلے تیرے بیٹوں پہ رواں تیغِ ستم ہو
پھر بوسہ گہہ احمدِ مختارِ قلم ہو

﴿۱۸﴾

یہ سنتے ہی جملہ میں ہوا شیون و ماتم
وہ بیاہ کا گھر تعزیه خانوں سے نہ تھا کم
گھونگھٹ میں حمیدہ کو ہوا سکتے کا عالم
گوندھا ہوا سر کھول کے زانو پہ کیا خم
ایمان پکارا یہ نہیں وقتِ حیا کا
اقرار کرو شاہ شہیدان کی ولا کا

(100)

﴿۱۹﴾

چلائی حضور آپ جو فرمائیں میں راضی
بیٹے میرے شبیر کے کام آئیں میں راضی
بابا سے میرے آپ یہ لکھوائیں میں راضی
سب کنبے کی مہریں ابھی ہو جائیں میں راضی

طاعت نہ کروں میں جو حسین ابن علی کی
لوٹدی نہ خدا کی نہ تمھاری نہ نبی کی

﴿۲۰﴾

حضرت نے کہا اجر و جزا دے تجھے غفار
بی بی ترے ممنون ہوئے احمد مختار
شبیر پہ تھے فاطمہ زہرا کے یوں ہی پیار
حاجت نہیں لکھنے کی تو ہے صادق الاقرار

جنت سے پیبر کی ندا آئی میں شاہد
اور عرش سے آواز خدا آئی میں شاہد

﴿۲۱﴾

لکھتا ہوں باب آیات اور اخبار سے یہ عقد
باندھا گیا اس رشتہ اقرار سے یہ عقد
خالق نے پڑھا عرش پہ کس پیار سے یہ عقد
قدسی پہ کھلا عالم اسرار سے یہ عقد

کونین میں دولت تھی جو تسلیم و رضا کی
اسباب جہیزی میں انہیں حق نے عطا کی

﴿۲۲﴾

انجم کی چراغاں ابھی باقی تھی جہاں میں
جو نوبتِ رخصت کا ہوا شور مکاں میں
بے رنگ ہوا جملہ چمن جیسے خزاں میں
ماں باپ دولہن کے ہوئے مشغول فغاں میں

باہر سے محافہ جو گیا بیاہ کے گھر میں
سیاروں نے پھر گشت نہ کی راہ گذر میں

﴿۲۳﴾

نازل جو محافہ میں ہوئی آیت رحمت
پھر بخت کنیزوں کے کھلے رحل کی صورت
ہاتھ آئی محافہ کے اٹھانے کی جو دولت
کاندھوں پہ فرشتوں کے ملا پایہ رفعت

رتبے میں ملائک کے مقابل تھیں کنیزیں
بالائے زمیں عرش کی حامل تھیں کنیزیں

﴿۲۴﴾

القصہ بدلتی ہوئیں کاندھا دم رفتار
پہنچیں عقبہ در جو کنیزانِ خوش اطوار
چلائی محلدار خبردار خبردار
پردہ میں اٹھاتی ہوں ادھر کون ہے ہشیار

باہر سے ندا دی ملک و حور نے ہم ہیں
سب حلقہ بگوشاں شہنشاہ ام ہیں

﴿۲۵﴾

ہم تابعِ فرمانِ علیٰ ہیں دل و جاں سے
آئے ہیں محافے کو اٹھانے کو جنان سے
یہ کہہ کے پڑھا سورۃِ اخلاص زباں سے
کاندھے پہ محافے کو لیا شوکت و شاں سے

اندھیر تھا مشعل کا دھواں چشمِ ملک میں
روشن تھے چراغِ آنکھوں کے فانوسِ پلک میں

﴿۲۶﴾

تھی شب کو محافے میں وہ بلیقہ زبانی
یا سورۃِ اللیل میں خورشیدِ معانی
یاں خواہشِ تقدیر پہ دل ہوتا ہے پانی
آئی تھی جو یثرب میں بہتر کی سنانی

دردازے یہ نعلین بھی چادر بھی پڑی تھی
انبوہ میں سر نگے یہی بی بی کھڑی تھی

﴿۲۷﴾

القصہ کنیزوں نے حمیدہ کی سواری
بیت الشرف شاہِ ولایت میں اُتاری
دیرانِ محلِ دیکھ کے رقت ہوئی تاری
زمینب کو کلیجہ سے لگایا کئی باری

کیا دونوں کی آداب شناسی کا بیاں ہو
یہ کہتی تھیں لونڈی ہوں وہ فرماتی تھیں ماں ہو

﴿۲۸﴾

ناگاہ ہوا خانہ خورشید ضو افکن
لوح فلک سبز پہ لکھا خط روشن
کیا دیکھتے ہیں شاہ نجف نائب ذوالمن
بازوئے حمیدہ پہ ہے اک لوح مزین
نقش اُس پہ ہے باریک مگر خط سے جلی ہے
یہ دستخط خاص قدیر ازلی ہے

﴿۲۹﴾

پوچھا جو علیؑ نے تو یہ بولی وہ خوش ایماں
اے نقطہٴ بائے سر بسم اللہ قرآن
پیدا ہوئی جس شب یہ کنیز شہ مرداں
اماں کو ندا آئی کہ ہشیار و نگہباں
ایں بدر شبتانِ شہِ بدر و حنین است
ایں مادرِ عباسِ علمدار حسین است

﴿۳۰﴾

فرمایا علیؑ نے کہ ہماری تھی وہ آواز
کی عرض سنا آج یہ اے قبلۂ اعجاز
خالق نے کیا عہد ولادت سے سرفراز
بالیں کے تلے مل گئی یہ لوح خدا ساز
اللہ کرے لوح جمیں پر یہ لکھا ہو
شبیرؑ پہ لونڈی مع اولاد فدا ہو
(مرزا ادیب)

مرزا دیر کہتے ہیں:-

حضرت اُمّ البنینؓ کے والد گرامی حزام کلابی کے یہاں جب حضرت علیؓ علیہ السلام کا پیغام پہنچا، حضرت اُمّ البنینؓ کی والدہ ثمامہ کلابیہ نے خوشی کے عالم میں اپنے شوہر سے پوچھا کیا رسول اللہؐ کا داماد اور وصی میرا داماد بنے گا۔

حزام نے کہا:- مبارک ہو، ہاں علیؓ اب ہمارے داماد ہوں گے۔

وہ علیؓ جو شاہِ ہل اتی ہیں، خواجہٴ قنبر ہیں، دوشِ پیسرپہ جن کو معراج ہوئی ہے، دنیا کے عظیم شہنشاہ سلیمان، سکندر، خاقان و قیصر اُن کے محکوم ہیں۔

نام علیؓ میں ایسی برکت ہے کہ گرتے ہوئے انسان بھی سنبھل جاتے ہیں۔

۷ ارب رجب عقد اُمّ البنینؓ کی تاریخ طے پائی۔

ثمامہ کلابیہ نے عالمِ مسرت میں کہا:-

میری بیٹی ایک عظیم گھرانے میں بیاہ کر جائے گی یہ حضرت فاطمہؓ زہراؓ صلوٰۃ اللہ علیہا کی امداد ہے۔

حضرت بی بی خدیجہؓ کا داماد میرا داماد ہوگا۔ جناب سیدۃ النساءؓ نے جنت میں مجھے اور میرے گھر کو یاد رکھا۔ اسی لیے میں شہزادی کی موڈت کا دم بھرتی ہوں۔

حضرت اُمّ البنینؓ کا نام حمیدہ تھا۔ وہ مجموعۂ اوصافِ حمیدہ تھیں۔ تقویٰ و طہارت میں انتخاب تھیں۔ مگر دل میں درد بھرا ہوا تھا۔ اللہ نے اُن کو ہاترہ بی بی جیسا دل عطا کیا تھا جس میں صبر ہی صبر تھا۔ اُن کا نسب بی بی سارہ کے نسب کی طرح پاکیزہ تھا۔ دل میں جناب آمنہ کے ایمان کی طرح ایمان کا چراغ روشن تھا۔ زہد و خوفِ الہی حضرت مریم کی طرح تھا۔ سر کی چادر کا آنچل ایسا تھا کہ جناب بلقیس کے سجدے کا سجادہ تھا۔

جناب اُمّ البنینؓ پردے کی پابند تھیں گھر کے افراد کے علاوہ کسی نے انھیں بغیر برقع

و مقع کے نہیں دیکھا تھا۔

مولائے کائنات کا رشتہ کیا آیا ثمامہ کلابیہ مادر اُم البنینؑ پھولے نہیں سار ہی تھیں،
حضرت اُم البنینؑ کے حجرے میں آکر بیٹی کی بلائیں لے کر چپکے سے کہا بیٹی تیرا نسبت
فاتح خیبر سے ہوگئی آج ہماری قوم ہمارا قبیلہ فخر عرب ہو گیا، ملک عرب میں ہم عزت
دارین پا گئے۔

عقد کی شام آئی

وہ شام کہ جو دو عیدوں کی سُرخنی لیے ہوئے آئی، وہ شام جس نے صبح سے خراج
وصول کیا، وہ شام جس میں شب قدر کا جلوہ تھا، چودھویں کے چاند والی رات کا پرتو تھا،
شب معراج کا حسن تھا۔ علیؑ کی رات چلی شام سے رات ہو گئی۔
اُم البنینؑ کے گھر پر مہمانوں کا ہجوم ستاروں کا جھرمٹ معلوم ہوتا تھا، دولہن کو
سجانے کے لیے سہیلیوں نے دولہن کو اپنے حلقے میں لے لیا تھا۔

شادی کی شب کی رنگارنگی نرالی تھی آسمان نے شفق کا سرخ جوڑا پہنا، اور مہ نو آسمان
کے کانوں کا گوشوارہ اور پاؤں کی پازیب بنا ہوا تھا، اور کہکشاں یوں معلوم ہو رہی تھی کہ
جیسے آسمانوں کے بالوں کی چوٹی گندھی ہو۔

حضرت علیؑ دولت کدے سے برآمد ہوئے اور اس شان سے برآمد ہوئے جیسے
شب معراج اپنے گھر سے پیغمبرؐ برآمد ہوئے تھے اور عرش کی تمام مخلوقات جنت کے عطر
کپڑوں میں لگا کر زمین کی طرف اترنے لگے اور اللہ بھی یہ کہتا ہوا اپنے ولی کے ساتھ
تھا کہ ہم بھی علیؑ کے براتی ہیں۔

وہ علیؑ جو اللہ کے نور کی آیت ہے قبیلہ بنی دارم کی طرف برات لے کر گئے جیسے ہی،
برات کو دیکھا قبیلہ بنی دارم نے آنکھیں فرشِ راہ کیں اور اس طرح قدم بوسی کی جیسے

سایہ قدموں سے جڑا رہتا ہے۔ تمام برائی رُکے اور علیؑ جو باب شہرِ علم ہیں وہ جناب اُمّ البنین کے گھر میں تنہا داخل ہوئے۔

حضرت علیؑ شادی کے گھر میں رحمت کی طرح داخل ہوئے اور دولہا دلہن رحمتوں کے سائے میں آگئے چاروں طرف رحمت ہی رحمت تھی اور جگہ عروسی میں چاروں طرف نور برستا دکھائی دیا حضرت علیؑ کا لباس جنت کے دھاگوں سے بنا ہوا تھا۔ تافتہ سندس اور استبرق کے کپڑوں کا لباس حضرت علیؑ کے زیب بدن تھا اور اس لباس کا ہر تار دستِ قدرت نے بنا تھا اور کپڑوں پر آیاتِ قرآنی کی سیلیں تھیں یہ لباس دیکھ کر حضرت حمیدہ خاتون کو حیرت ہوئی اور اسی عالم حیرت میں صدائے قدرت آئی کہ اے علیؑ کی زوجہ یہ تم پر خدا کی عنایت و کرم ہے۔

دونوں طرف سے ایجاب و قبول ہوا اور علیؑ نے اس عقد کا سبب بیان کیا اور یہ سبب بیان کرتے ہوئے علیؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے علیؑ نے کہا کہ اس عقد کا سبب یہ ہے کہ اللہ کی فوج مکمل ہو جائے کیونکہ اللہ کی فوج کا سردار حسینؑ کی شکل میں تو موجود ہے لیکن عباسؑ جیسا علمدار نہیں ہے۔ ایک دن وہ آئے گا کہ میرے حسینؑ سے زمانہ برگشتہ ہو جائے گا، ایک دن میں سارا گھر لٹ جائے گا اور میری بیٹی زینبؑ چھ مہینے مصائب و آلام میں اس طرح دن گزارے گی کہ کبھی ظالم کے دربار میں جانا ہوگا کبھی زندان کو بسانا ہوگا۔

حضرت علیؑ جناب حمیدہ سے فرما رہے ہیں کہ تمہیں اللہ چار بیٹے عطا کرے گا، فاطمہ کے بیٹے عرش کے تارے ہیں اور تمہارے بیٹے فرش کے تارے یہ بتاؤ کہ تم نبیؐ کے نو اسوں کو زیادہ چاہو گی یا اپنے بیٹے عباسؑ کو زیادہ چاہو گی۔

فاطمہ زہراؑ کی شہادت کیا ہوئی میرا گھر ہی اجڑ گیا میرے گھر میں دو بیٹے حسنؑ اور

حسینؑ اور دو بیٹیاں زینبؑ و اُمّ کلثومؑ بن ماں کے بچے ہیں۔

میرا حسینؑ بلا اور مصیبت میں گرفتار ہوگا، اس کو لوگ نہ تو کبھے میں رہنے دیں گے نہ مدینے میں چین لینے دیں گے کہ بلا میں عاشور کی ظہر کو میرے حسینؑ پر قیامت گذر جائے گی۔

اے حمیدہ! اس دن تم مجھ پر یہ احسان کرنا کہ اپنے پوتوں کی خوشیوں کو فراموش کر کے میرے حسینؑ پر اپنے بیٹوں کو قربان کر دینا اور یہ اہتمام رہے کہ پہلے تمہارے بیٹوں کے سر جدا ہوں بعد میں حسینؑ کا سر تن سے جدا ہو۔

علیؑ کے ان جملوں سے دلہن کے حجرے میں شیون و ماتم شروع ہو گیا اور وہ شادی کا گھر تعزیه خانہ بن گیا، جناب حمیدہ کو یہ سن کر سکتہ ہو گیا اور پھر سر کے بال کھول کے سر کو جھکا لیا اور کہا اے میرے والی جو بھی آپ فرمائیں میں اس پر راضی ہوں، میرے بیٹے حسینؑ پر سے قربان، میں کیا میرے بابا اور میرے تمام گھر والے راضی ہیں اور خادمہ کا کام ہی ہے کہ مالک کے ہر حکم کو بجالائے۔ آپ میرے مالک ہیں اور میں آپ کی اور آپ کے بچوں کی خادمہ ہوں۔

مولا علیؑ نے جناب حمیدہ کو دعائیں دیں کہ اس قربانی کا اجر تمہیں خدا دے گا اور اے حمیدہ جنت میں رسول اللہؐ تمہارے شکر گزار ہیں اور فاطمہؑ زہراؑ بھی اسی طرح حسینؑ کو ہر شے سے عزیز سمجھتی تھیں، مجھے معلوم ہے کہ جو وعدہ تم نے کیا ہے اس کو پورا کرو گی علیؑ کی اس بات پر جنت سے رسول اللہؐ کی آواز آئی کہ اے علیؑ میں اُمّ البنین کے وعدے کا گواہ ہوں اور عرش سے اللہ نے کہا میں بھی اس عہد کا شاہد ہوں۔

اللہ نے عرش سے علیؑ و اُمّ البنین کا عقد پڑھا، تمام قدسی اس عقد میں موجود تھے اور معبود نے زمین و آسمان کی دولت۔ اُمّ البنینؑ کو جہیز میں عطا کر دی۔

ابھی شب تمام نہیں ہوئی تھی کہ جناب حمیدہ کی رخصت کا وقت آ گیا اور وہی جملہ جو ابھی بقعہ نور بنا ہوا تھا خزاں رسیدہ چمن کی طرح ہو گیا اور دلہن کے ماں باپ بیٹی کی جدائی پر رونے لگے۔ دلہن کو لینے کے لیے پاکی گھر میں بھیجی گئی، اس محافے میں دلہن آیت رحمت کی طرح نازل ہوئی، جس طرح قرآن کے لیے حل کھلتی ہے اسی طرح کنیزوں کی قسمت بھی کھلی، اور کنیزوں نے دلہن کی پاکی کو کاندھے پر اٹھایا تو اس وقت فرشتوں کے مرتبے کنیزوں کو حاصل ہوئے اس لیے کہ یہ پاکی نہیں تھی گویا فرش پر کنیزوں نے عرش کو اٹھایا ہوا تھا۔

غرض کہ کاندھا بدلتے ہوئے کنیزیں دلہن کے محافے کو در تک لائیں ایک مرتبہ ایک کنیز پکاری کہ دوسری طرف کون ہے ہٹ جائے اس لیے کہ دلہن کے محافے کا پردہ ہٹایا جا رہا ہے تاکہ وہ دلہن سوار ہو تو دوسری طرف سے آواز آئی کہ ہم جنت کے ملائکہ اور حوریں ہیں اور ہم سب علیؑ کے حلقہ بگوشوں میں ہیں۔ ہم علیؑ کے حکم کے غلام ہیں اور ہم جنت سے اس پاکی کے اٹھانے کو آئے ہیں اور سورہ قل ھو اللہ پڑھ کے حوروں نے اور ملائکہ نے پاکی کو کاندھے پر اٹھالیا راستے میں مشعل کی نہیں بلکہ حوروں ملائکہ کی آنکھوں کی روشنی تھی۔

جناب حمیدہ محافے میں رات کو حضرت بلقیس کی صورت جلوہ گر تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے قرآن کے سورہ واللیل میں آفتاب چمک رہا ہو۔ ایک یہ وقت تھا اور ایک وہ وقت کہ جب مدینے میں حسینؑ بن علیؑ کے قتل کی خبر پہنچی تو یہی بی بی یعنی جناب حمیدہ بغیر نعلین اور چادر کے دوڑتی ہوئی اس مجمع میں پہنچیں۔ جہاں حسینؑ ابن علیؑ کے قتل کی خبر سنائی جا رہی تھی۔

الغرض کنیزوں نے جناب حمیدہ کی سواری کو علیؑ شاہ ولایت کے دولت کدے میں

اتارا۔ بی بی حمیدہ نے گھر کی ویرانی دیکھی بڑھ کے جناب زینبؓ کو کیلجے سے لگایا۔ اور اس وقت جناب زینبؓ اور جناب حمیدہ کی گفتگو کیا بیان کی جائے کہ جناب حمیدہ اپنے کو جناب زینبؓ کی کنیز کہتی تھیں اور جناب زینبؓ جناب حمیدہ کو ماں کہتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی نظر جناب حمیدہ کے بازو پر پڑی تو دیکھا ایک نورانی لوح جناب حمیدہ کے بازو پر بندھی ہے اور اس پر باریک اور واضح نقش سے قدرت کے دستخط تحریر تھے۔ حضرت علیؓ نے جناب حمیدہ سے پوچھا تمہیں معلوم ہے یہ کیا ہے۔ جناب حمیدہ نے فرمایا کہ مولا جس شب یہ آپ کی کنیز پیدا ہوئی اسی شب میری ماں کو یہ آواز آئی کہ ہاں خبردار ہو جاؤ کہ تمہاری یہ بیٹی علیؓ کے گھر کا چاند بنے گی یہ بیٹی حسینؓ کے علمدار کی ماں بنے گی۔

تو حضرت علیؓ نے کہا کہ وہ ہماری آواز تھی۔ جناب حمیدہ نے خوش ہو کے کہا کہ یہ راز آج مجھ پر کھلا کہ وہ آپ کی آواز تھی۔ اللہ نے ولادت کے وقت ہی ایک وعدے سے ممتاز فرمایا اور یہ لوح میرے سر ہانے سے دستیاب ہوئی۔ اور اب میری یہ دعا ہے کہ میری پیشانی پر یہ تحریر بھی لکھی ہو کہ یہ کنیز حسینؓ ابن علیؓ پر اپنی اولاد کے ساتھ قربان ہو جائے۔

بنت رسولؐ کے بعد، حضرت علیؓ کے عقد:

امامہ کے بعد خولہ بنت جعفر پھر اسما بنت عمیس اور ایک روایت کے مطابق اُم حبیب بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن علقمہ تغلبیہ سے جنگ یمامہ یا عین التمر کے بعد عقد ہوا، یہ بی بی عمیر اطرف اور رقیہ بنت علیؓ کی والدہ ہیں۔ حضرت اُم البنینؓ سے حضرت علیؓ کا پانچواں یا چھٹا عقد تھا۔

عقیل ابن ابی طالبؓ سے حضرت علیؓ کی فرمائش:

حضرت علیؓ علیہ السلام نے عقیل سے فرمایا اِخْتَرْ لِيْ اِمْرَاَةً مِنْ ذَوِي الْبَيْوْتِ

وَالشُّجَاعَةُ لَا تَزَوِّجُهَا لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَزِدَّنِي مِنْهَا وَلَدًا

میرے لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کرو جو اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو۔ اور اس گھرانے کے افراد شجاعت اور دلیری میں انتخاب ہوں۔ میں ایسے خاندان کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے مجھے ایک شجاع فرزند عطا کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جناب عقیل اس زمانے میں انساب عرب کے عالم تھے اور حالات سے باخبر تھے۔ رشتہ کی تلاش کے لیے جناب عقیل جیسی شخصیت کا انتخاب دو طرح کی حکمت عملی پر مبنی تھا۔

۱۔ جناب اُمّ البنین کی فضیلت کا اظہار ہو۔

۲۔ لوگوں کو یہ بات بتانے کے لیے کہ رشتہ کا انتخاب صالحہ عورت اور صالح مرد ہونا چاہیے۔

تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے جانتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور تمنا سے حضرت یحییٰ پیدا ہوئے (قرآن مجید سورہ مریم والنفس المہوم صفحہ ۲۳ طبع نجف اشرف و توضیح المقاصد بہائی صفحہ ۱۳۵۱) اور حضرت فاطمہ بنت اسد کی دعا اور تمنا سے حضرت علی متولد ہوئے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ طبع بمبئی) اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کی دعا اور تمنا سے علمدار کربلا حضرت عباس علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت علیؑ اور جناب عقیلؑ میں گفتگو:

یہ ظاہر ہے کہ فرزند رسولؐ الثقلین امام حسینؑ پر حتمی واقع ہونے والے حادثہ کربلا سے حضرت علیؑ علیہ السلام بخوبی واقف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اس نازک دور میں میرا وجود نہ رہے گا کہ میں اپنے نور نظر کی امداد کر سکوں۔ آپ کو اس موقع پر نہ ہونے کا

افسوس اور اپنے فرزند کی مصیبت میں ظاہراً بھی شریک نہ ہونے کا رنج تھا۔ متفکر تھے ہی کہ دل کی گہرائی میں اک جوش تمنا پیدا ہوا۔ منہ سے نکلا۔ اے کاش! میری کوئی ایسی اولاد ہوتی جو حسینؑ کے آڑے وقت میں کام آتی۔

دل میں تمنا کا پیدا ہونا تھا کہ آپؐ نے اپنے بھائی حضرت عقیلؑ کو طلب فرمایا اور ان سے کہا کہ اے بھائی مجھے واقعہ کربلا کی تفصیلات معلوم ہیں۔ میرا دل بے چین ہے میں چاہتا ہوں کہ:

”انظر الى امرأةٍ فِد ولدِها الفحولة من العرب لا تزوجها فتلد لي غلاماً فارساً يكون هونا ولدى الحسين في كربلا تنفيح المقال مامقانی باب العباس صفحہ ۲۸ طبع ایران اسرار الشہادۃ صفحہ ۳۱۹ طبع ایران ۱۲۷۹ھ وشرح شافعیہ لابن نواس و عمدة المطالب صفحہ ۳۵۲۔ ومنعہ سا کہ صفحہ ۳۳۷ وناخ التوارخ جلد ۳ صفحہ ۵۳

”آپ عرب کی کسی ایسی عورت کو تلاش کیجئے کہ جو بہادروں کی نسل سے ہوتا کہ میں اس سے عقد کروں اور اس کے بطن سے ایسا بہادر لڑکا پیدا ہو، جو رزمگاہ کربلا میں میرے فرزند حسینؑ کی کمال انہماک اور توجہ و جانفشانی سے مدد کرے۔

حضرت عقیلؑ جو انساب عرب سے واقف تھے۔ حضرت علیؑ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے بولے: بام البنین الکلابیہ اے علیؑ آپ اُم البنین کلابیہ کے ساتھ عقد کر لیں لیس فی العرب اشجع من آباءہا ولا افوس اس لیے کہ اس کے آبا و اجداد سے زیادہ شجاع اور بہادر کوئی نہیں لقد کان لبید یقول فیہم سنئے لبید شاعر نے ان کے خاندان کی نسبی بلندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

”نحن خیر عامر بن صعصعه“ ہم ہی خاندان عامر بن صعصعه ہیں۔ بڑی عزت و منزلت کے مالک ہیں۔ جس سے کوئی عرب کا باشندہ انکار نہیں کر سکتا اور اے بھائی علی سنو! من قومہا ملاعب الاسنة ابوبراء۔ اُم البنین کے خاندان ہی سے ابوالبراء بھی تھے۔ جن کو ملاعب الاسنة یعنی نیزوں سے کھیلنے والا کہا جاتا تھا۔ الذی لم يعرف فی العرب مثله فی الشجاعة۔ جس سے بڑا شجاع سرزمین عرب نے آج تک پیدا نہیں کیا۔ (تنقیح المقال صفحہ ۱۲۸ طبع ایران)

جناب اُم البنینؓ کی خواستگاری کے لیے حضرت عقیل کا جانا:

حضرت عقیل نے حضرت علیؓ سے جناب اُم البنینؓ کی کمال مدح و ثنا کرنے کے بعد کہا۔ اگر اجازت دیں تو میں خواستگاری کے لیے جاؤں۔ حضرت عقیل کو وکیل بنا کر کثیر مہر دے کر قبیلہ کلاب کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت عقیل خانہ حزام میں جا پہنچے۔ آپ کو صدر مجلس میں جگہ دی گئی۔ اداۓ مراسم کے بعد جناب اُم البنینؓ کے والد حزام سے اُم البنینؓ کے لیے سلسلہ جنابی شروع کی۔ حزام نے پوچھا میری نخت جگر کس کے لیے چاہتے ہو؟ فرمایا:

اذہت خورشید سپہر امامت، جشید سریر کرامت۔ واقف معارج لاہوت۔ عارف مدارج ناسوت ناشر ناموس ہدایت۔ کاسر ناقوس۔ غولیت۔ خطیب منبر سلونی۔ وارث رتبہ ہارونی، نور جمالی اذلی شعاع بے مثال لم یزلی۔ حضرت علیؓ ولی علیہ السلام برادر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی میں تاجدار مملکت کمالات حضرت علیؓ برادر پیغمبر اسلام علیہ السلام کے لیے خواستگاری کی خاطر آیا ہوں یہ سن کر حزام فرط مسرت سے بیخود ہو گئے اور فوراً یہ کہتے ہوئے داخل خانہ ہوئے کہ میں ابھی ابھی عرض کرتا ہوں۔

جناب اُمّ البنینؓ اور حزام میں گفتگو:

حزام نے گھر میں جا کر جناب اُمّ البنینؓ سے کہا کہ عقیل بن ابی طالب آئے ہیں اور علی بن ابی طالب تیرے خواستگار ہیں۔ بیٹی! تیری کیا رائے ہے؟ اُمّ البنینؓ نے جب یہ سنا۔ بے انتہا خوش ہوئیں اور کہا۔ بابا جان آپ کو اختیار ہے البتہ اتنا عرض کیے دیتی ہوں کہ میرے دل میں پہلے سے تمنا تھی کہ میرا شوہر بے مثل و بے نظیر اور یکتا و بے ہمتا ہو۔ خوش نصیب کہ دلی مراد بر آنے کے اسباب پیدا ہو گئے۔ میں بالکل راضی ہوں اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔

حزام گھر سے باہر آئے۔ حضرت عقیل نے پوچھا۔ ”حزام کیا کہتے ہو؟“ عرض کیا ”جَعَلْتُكَ فِدَاكَ“ میں آپ کے قربان، کہنا کیا ہے علیؑ سے رشتہ قائم کرنا عین سعادت ہے۔ اس سلسلہ میں علیؑ کو فروغ نہ ہوگا بلکہ ”شرف و افتخار ما باشد“ میری خوش قسمتی کا باعث ہے۔ عقیل! جب دن تاریخ درست سمجھو میری نور نظر نحت جگر کو علیؑ کی خدمت گزاری کے لیے لے جاؤ۔“ جناب عقیل نے واپس آکر صورت حال حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت علیؑ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ فترو جھا امیر المومنین۔ اور اُمّ البنین کے ساتھ عقد کر لیا۔ پھر چند عورتوں کو خانہ حزام میں بھیجا گیا۔ کہ وہاں سے اُمّ البنین کو لے آئیں۔

جناب اُمّ البنینؓ خانہ امیر المومنینؓ میں:

عورتیں گئیں اور جناب اُمّ البنینؓ کو آراستہ و پیراستہ کر کے لے آئیں اور حضرت علیؑ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اُمّ البنینؓ فرماتی ہیں کہ میں ساری دنیا کی عورتوں پر اس بارے میں فخر کیا کرتی تھی کہ:- ”کنیز حضرت زہراؑ و زوجہ شاہم“ میں فاطمہ زہراؑ کی کنیز اور تاجدار عالم کی زوجہ ہوں۔

علامہ قزوینی رقمطراز ہیں:-

”کہ حضرت اُم البنین نے حضرت علی کے گھر میں داخل ہوتے ہی ڈیوڑھی کو بوسہ دیا اور داخل حجرہ ہو کر سب سے پہلے حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو جو بیمار تھے اٹھا کر بٹھایا۔ اور دونوں کے گرد تین دفعہ قربان ہوئیں پھر منہ چوما۔ (زلفیں سونگھیں) اور رو کر عرض کی، اے میرے آقا اور میرے آقا زادو۔ مجھے اپنی کنیزی میں قبول کرو میں تم پر نثار۔ میں تمہاری خدمت کے لیے آئیں ہوں تمہارے کپڑے دھوؤں گی اور بدل و جان تمہاری خدمت کروں گی۔ تم مجھے

اپنی خدمت کے لیے قبول کرو۔ (ریاض القدس جلد ۲)

ناظرین کرام! جناب اُم البنینؑ کے اس طرز عمل سے حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ روح فاطمہؑ زہراؑ بھی مسرور ہو گئی اس لیے کہ ان کی دلی تمنا یہی تھی کہ میرے بعد علیؑ جو بھی عورت لائیں وہ میرے بچوں کی صحیح نگران ہو۔

مولانا اظہر حسن زیدی مرحوم نے شادی کا منظر اس طرح پیش کیا ہے:-

ایک دن امیر المومنینؑ نے اپنے بڑے بھائی حضرت عقیلؑ کو بلایا..... عقیل آئے..... علیؑ تعظیم کو اُٹھے..... اور عقیل کہتے ہیں۔

”یا علیؑ! تم امام زمانہ ہو..... تم میری تعظیم نہ کرو.....“ مولانا نے فرمایا۔ ”عقیل بھائی! میں نے بحیثیت امام نہیں بلایا..... بلکہ بھائی کی حیثیت سے آپ کو بلایا ہے..... آپ بڑے بھائی ہیں..... اور بڑا بھائی باپ کے برابر ہوتا ہے..... میں آج آپ سے خاص بات کہنا چاہتا ہوں.....“ عقیل نے پوچھا ”یا علیؑ! کون سی بات؟“ مولانا نے فرمایا۔ ”عقیل بھائی! میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ عرب کے تمام خاندانوں سے

واقف ہیں..... کسی ایسے خاندان میں میرا عقد کرادیں جو عرب بھر میں بہادری میں مانا ہوا خاندان ہو..... میں ایک بہادر خاندان کی بہادر لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہوں تاکہ اُس لڑکی کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو..... وہ میری شجاعت کا وارث ہو.....“ عقیل نے کہا۔ ”ٹھیک ہے..... میں رات بھر غور کروں گا۔ کل صبح بتاؤں گا۔“ اگلے دن صبح عقیل تشریف لائے اور کہنے لگے۔ ”یا علی! میں نے وہ خاندان ڈھونڈ لیا ہے..... جہاں تمہاری شادی کرانا ہے.....“ مولّا نے پوچھا ”کون سا خاندان.....؟ تو جناب عقیل نے فرمایا ”بنی کلاب“..... عرب کا مانا ہوا بہادر خاندان ہے..... لوگ اُس خاندان کے آدمیوں کے نام اپنی تلواروں پر ”کنندہ“ کرا لیتے ہیں..... علی! اس خاندان میں تمہارا عقد ہوگا.....“

خاندان ”بنی کلاب“ خیموں میں رہتا تھا..... اتفاق سے (بنی کلاب) مدینے سے دس، بارہ میل کے فاصلے پر خیمے ڈالے ہوئے تھے..... آپ نے کہا ”علی! وہ آئے ہوئے ہیں..... میں ابھی وہاں تمہاری خواستگاری کے لیے جاتا ہوں.....“

چنانچہ عقیل خود چل کے قبیلہ ”بنی کلاب“ کے پاس پہنچے..... اور قبیلہ کے سردار سے ملے۔ جس کا نام تھا ”حزام“ قبیلہ کے سردار نے پوچھا آپ کون ہیں؟، جناب عقیل نے جواب دیا ”میں عقیل ہوں“، ”کون عقیل.....؟“، ”ابوطالب کا بڑا بیٹا.....“

اب جو سردار نے یہ سنا کہ ابوطالب کا بڑا بیٹا میرے سامنے کھڑا ہے تو اُس نے عقیل کے پیروں پر اپنا سر رکھ دیا اور کہنے لگا ”اے بیٹہ البلد کے بیٹے! سید العرب کے بیٹے! امیر القوئم کے بیٹے! ابوطالب کے بڑے فرزند! آپ یہاں کہاں ٹھہر گئے..... ہم خادموں کے گھر جو موجود ہیں.....“

چنانچہ تمام قبیلہ استقبال کر کے عقیل کو اپنے قبیلے میں لے گیا..... ایک بہترین خیمے

میں ٹھہرایا..... تین دن تک جب فرائض مہمانی ختم ہو گئے..... تو سردار قبیلہ عرض کرتا ہے۔
 ”اے امیر العربؑ کے بیٹے! آپ نے کیوں زحمت فرمائی..... آپ حکم فرمائیں.....
 ہمارے لیے کیا حکم ہے.....؟“

جناب عقیلؑ کہتے ہیں ”شیخ! تو ہمارے خاندان کو جانتا ہے.....؟“
 ”سبحان اللہ..... وہ کون ہوگا۔ جو تیرے خاندان کو نہیں جانتا..... وہ تو کوئی ناپیدیا ہی
 ہوگا..... جس نے تیرے خاندان کی عظمت نہ دیکھی ہو..... بنی ہاشم کا خاندان آفتاب
 و مہتاب کی طرح روشن ہے..... اور ابوطالبؑ کی اولاد ساری دنیا سے زیادہ معزز و محترم
 ہے..... حضورؐ حکم فرمائیں۔“

”سردار! میں چاہتا ہوں کہ میرے خاندان کا ”رشتہ“ تیرے خاندان میں
 ہو جائے۔“ شیخ پوچھتا ہے۔ ”حضور! اس سے بڑھ کے ہماری عزت اور کیا ہوگی.....
 آپ حکم فرمائیں کس کا رشتہ چاہتے ہیں.....؟“

تو آپ نے فرمایا ”میں اپنے چھوٹے بھائی علیؑ کا رشتہ تیرے خاندان میں چاہتا
 ہوں.....“ بس ادھر عقیلؑ نے ”علیؑ“ کا نام لیا..... ادھر قبیلہ کا شیخ جھوم اٹھا ”قبلہ! کس
 کا رشتہ.....؟“ ”علیؑ کا.....“ پھر اُس نے پوچھا..... حضور ایک دفعہ پھر کہیں.....
 کس کا رشتہ؟ ”علیؑ کا.....“ بار بار پوچھتا ہے وہ..... ہاتھ اٹھاتا ہے..... ”خدایا!
 کس کا نام آیا..... علیؑ کا رشتہ اور ہمارے گھر..... ہمارے خاندان میں!“۔

”حضور! میری بچی موجود ہے..... جب حکم دیں.....“
 جناب عقیلؑ نے کہا ”سردار! مجھے یہی توقع تھی..... تم یہی جواب دو گے..... جاؤ
 ذرا لڑکی سے دریافت کر لو.....“۔

”قبلہ..... لڑکی سے کیا پوچھنا ہے..... میں جو لڑکی کا باپ کہہ رہا ہوں.....“ تو

جناب عقیل نے کہا ”سردار! یہ اسلامی قانون ہے..... لڑکی سے پوچھنا چاہیے..... پھر رشتہ طے ہو جائے گا.....“۔

بہر نوع ”حزام“ سردار بنی کلاب..... گھر آیا..... آ کے بیوی سے کہا..... ”سنتی بھی ہو..... قسمت یا اور ہوگئی..... نصیب جاگ گیا..... بیٹی کا رشتہ آیا ہے.....“

چونکہ حزام کی ایک ہی اکلوتی لڑکی تھی۔ جس کا نام فاطمہ تھا..... بیوی نے سمجھا کہ کسی بادشاہ کا رشتہ آیا ہوگا..... آخر بیوی نے پوچھا ”بتاؤ تو سہی..... کس کا رشتہ آیا ہے.....“

حزام نے جواب دیا ”پہلے شکریہ کی دو رکعت نماز پڑھ لو..... پھر بتاؤں گا.....“

جب اُس مومنہ کو پوری طرح متوجہ کر لیا..... تو کہنے لگا ”ہمارے گھر..... ہماری لڑکی کے لیے..... علی کا رشتہ آیا ہے.....“ وہ خاتون کہتی ہے ”کیوں تم ایسی باتیں کرتے ہو..... علی کا رشتہ اور ہمارے گھر..... محمد کا داماد..... اور ہمارا داماد بنے..... ہمیں خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ہماری اتنی عزت ہو.....“

حزام بولا!

واقعا..... علی کا رشتہ آیا ہے.....“

تو خاتون نے جواب دیا

”سبحان اللہ..... پھر دیر کیا ہے.....“

”ذرا لڑکی سے پوچھنا ہے.....“

”کیوں..... اُس سے کیا پوچھنا ہے.....“

”وہ کہتے ہیں کہ اُس سے پوچھ لو.....“ چنانچہ سہیلیاں بلوائی گئیں..... سہیلیوں

کے ذریعے پوچھوایا گیا..... تو انہوں نے فرمایا۔

”میرے رشتے کا اختیار ماں، باپ کو ہے..... مگر رات میں نے ایک خواب دیکھا

ہے..... وہ میری اماں کو جا کے بتادیں.....

”میں نے خواب میں دیکھا ہے..... کوئی محترم خاتون ہیں..... جنہوں نے مجھے دلہن بنایا ہے..... دلہن بنا کے مجھے پیار کیا ہے..... اور پیار کر کے یہ فرمایا.....“ تجھے مبارک ہو..... تو میرے بیٹے عباسؑ کی ماں بنی ہے.....“

بہر نوح۔ سہیلیوں نے آ کے کہہ دیا..... رشتہ طے ہو گیا..... اور چند دن بعد۔ خاندان بنی ہاشم برات لے کر گیا..... علیؑ کا عقد ہوا..... ”فاطمہ کلابیہ“..... جو بعد میں ”ام البنین“ کہلائیں..... رخصت ہو کر علیؑ کے گھر آئیں..... دروازے پہ محمل بٹھائی گئی..... تمام بنی ہاشم ننگی تلواریں لیے ہوئے محلے کا پہرہ دے رہے تھے۔

لوگو! خبردار..... کوئی سواری پر سوار ہو کے نہ گذرے..... کوئی مکان کی چھت پر نہ چڑھنے پائے..... علیؑ کی ”ناموس“ آئی ہے..... علیؑ کی حرم آئی ہے.....“

چنانچہ بی بی محمل سے اتریں..... دروازے پہ آئیں..... چوکھٹ کو چوما..... شکر کا سجدہ کیا..... دروازے کے اندر قدم رکھا..... اور وہیں زمین پہ بیٹھ گئیں..... جناب زینبؑ نے آ کے کہا ”اماں! اندر آؤ.....“ بی بی کہنے لگیں ”فاطمہؑ کی بیٹیو! مجھے اماں نہ کہو..... میں تمہاری خدمت کے لیے آئی ہوں..... میں تمہاری خادمہ ہوں.....“

حسینؑ آئے ”اماں! چلو اندر.....“

بی بی نے کہا ”شہزادو! میں تمہاری خدمت کے لیے آئی ہوں..... تمہارے باورچی خانے میں کام کرنے کے لیے..... تمہارے نعلین صاف کرنے کے لیے..... یہ گھر سیدہ کا گھر ہے..... تم سیدہ کی اولاد ہو..... میں تمہاری کنیز بن کے رہوں گی.....“

بہر نوح۔ بی بی نے عقیدت کی انتہا کر دی..... اور حسینؑ نے محبت کی انتہا کر دی.....

پورا ایک سال گذرا اس شادی کو..... تو خداوند عالم نے وہ بیٹا عطا فرمایا۔ جس کی

علیٰ کو تنہا تھی..... علیٰ مسجد میں بیٹھے تھے..... اطلاع دی گئی۔ ”یا علیٰ! مبارک ہو..... خدا نے بیٹا عطا فرمایا ہے.....“ علیٰ گھر میں آئے..... ماں کی گود میں بچہ کو دیکھا..... دیکھ کے کہتے ہیں۔ ”ماشاء اللہ..... وہی ہے جس کی مجھے تمنا تھی.....“ علیٰ۔ اُم البنینؓ سے کہتے ہیں۔ ”اُم البنین! مبارک ہو..... تو اس بیٹے کی ماں بنی.....“ اُم البنینؓ فرماتی ہیں۔ ”یا علیٰ! اس نے آنکھ نہیں کھولی.....“ علیٰ جواب میں فرماتے ہیں۔ ”ہاں..... مجھے پتہ ہے..... یہ آنکھ نہیں کھولے گا..... آخر میرا بیٹا ہے نا.....“ پھر مولاً فرماتے ہیں۔ ”حسینؑ کو بلاؤ، حسینؑ آگئے.....“ حسینؑ! ذرا بھائی کو گود میں لینا.....“ اب جو حسینؑ نے ہاتھ پھیلائے تو بچے نے آنکھ بعد میں کھولی..... ہاتھ دونوں پہلے پھیلا دیئے، غالباً ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ تھا۔ ”حسینؑ! آنکھ تو کھلتی ہی رہے گی..... پہلے میرے دونوں ہاتھوں کا نذرانہ قبول فرما.....“

آقا! میں دونوں ہاتھ ابھی سے تیری نذر کرتا ہوں.....“ چنانچہ حسینؑ نے گود میں لے لیا..... بھائی کا منہ چوما..... بچے نے آنکھیں کھولیں..... اور سب سے پہلے حسینؑ کا چہرہ دیکھا..... پھر علیؑ نے گود میں لے کر ایک کان میں اذان کہی..... ایک کان میں اقامت کہی..... اور فرمایا۔

”مجھے رسولؐ نے وصیت کی تھی۔ کہ اس بچے کا نام ”عباسؑ“ رکھنا..... چنانچہ ”عباسؑ“ نام رکھا گیا.....“

اب جناب زینبؓ فرماتی ہیں۔ ”اسے میری گود میں دو.....“ بہن نے گود میں لے لیا..... اور کان پہ منہ رکھ کے کچھ بات کہی..... تو امیر المومنینؑ پوچھتے ہیں۔ ”زینبؓ! کیا بات کہی ہے.....“ ”بابا جان! اماں کی ایک وصیت تھی۔ وہ سنائی ہے.....“ مولاً نے پوچھا ”زینبؓ! کونسی وصیت.....؟“ بی بیؑ نے فرمایا ”اماں نے

وقتِ رحلت فرمایا تھا..... کہ ایک بچہ پیدا ہوگا..... عباسؓ اُس کا نام ہوگا..... جب وہ پیدا ہو تو گود میں لے کے اس کے کان میں یہ کہہ دینا۔ ”اماں سلام کہتی تھیں.....“
(خطیب آلِ محمدؐ صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۱)

خطبہ عقد:

امیر المؤمنینؑ کی طرف سے خطبہ عقد جناب عقیلؑ نے پڑھا۔

خطبہ عقد کا ترجمہ

”تمام حمد پروردگار کے لئے اور دودا کے رسولؐ اور انکے اہل بیت طاہرینؑ پر۔ اے بنی کلاب اور اے بنی عامر بن صعصہ اللہ نے یقیناً ہم پر احسان کیا کہ ہم ہی میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول مبعوث کیا اور وہ ہماری طرف آئے اللہ کے اُستوار اور پائیدار دین کے ساتھ جسے اللہ نے ہمارے لئے پسند کر لیا جب یہ فرمایا ”اللہ کے پاس دین فقط اسلام ہے۔“ (القرآن) اور یہ بھی کہ ”جو اسلام کے علاوہ کوئی دین لے کر آئے گا اس قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ انجام کار میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا۔“ (القرآن) اور ہمیں حکم دیا بغض و کینہ سے قلعہ بند رہنے کا۔ اور ایک دوسرے کی پہچان اور صلہ رحم کو ہمارے لئے سزاوار قرار دیا جب یہ فرمایا ”اے بنی نوع انسان یقیناً ہم نے تمہیں ایک مرد و ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے لئے قوم اور قبیلے قرار دیئے تاکہ تم ایک دوسرے سے پہچنو آئے جاؤ۔ تحقیق تم میں وہ اتنا ہی مکرم ہے جو جتنا زیادہ صاحبِ تقویٰ ہے تحقیق اللہ خوب جاننے والا اور خوب خبر رکھنے والا ہے۔“ (القرآن) اور زنا اور سفاح کو ہم پر حرام قرار دیا اور ہمارے لئے زواج اور نکاح کو حلال کیا جب یہ فرمایا ”اللہ کی آیتوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے جوڑے بنائے تاکہ تم اس میں تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت قرار دی تحقیق اس میں فکر

کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔“ (القرآن) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ یقیناً میں امتوں پر اسکے سبب مباحات کرنے والا ہوں“ (الحديث) اور یہ علی ابن ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وحی اور تمہارے نبی کے چچا زاد ہیں۔ امام ہیں۔ مومنین کے امیر ہیں۔ یقیناً تمہارے لئے بہترین سہارا ہے اور انہوں نے خواستگاری کی ہے تم میں سے کریمہ بی بی

فاطمہ ام البنین بنت حزم بن خالد بن ربیعہ کے لئے کتاب الہی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقیناً اللہ نے فرمایا ہے کہ ”وہ زمین اور آسمانوں کی ایجاد کرنے والا ہے اسی نے تمہارے لئے تنہی میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں میں بھی جوڑے بنائے اور اس میں

تمہاری نسل کی بڑھوتی رکھی، کوئی شے اسکے جیسی نہیں اور وہ خوب سنتا اور کیا خوب نگراں ہے“ (القرآن)۔ (خصائص العباسیہ۔۔ محمد ابراہیم الکلباسی نجفی۔۔ ص ۳۲، ۳۵)

خانہ امیر المومنینؑ میں آمد پر چند کلمات کی ادائیگی:

جب جناب ام البنینؑ رخصت ہو کر آئیں اور ڈیوڑھی کے قریب پہنچیں جبکہ وہاں سارے بنی ہاشم موجود ہیں تو فرمایا۔

”مجھے ٹھہراؤ۔ یہاں تک کہ میں خانہ سید و سردار امیر المومنینؑ اور اپنی پیش رو اور سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اذن لے لوں اپنے شہزادوں حسن و حسین (علیہما السلام) اور شہزادیوں زینب و ام کلثوم (علیہما السلام) سے“ اور پھر داخل ہوئیں اور شہزادوں اور شہزادیوں کے قریب آ کر فرمایا۔ ”اے سرداروں۔ اے مصطفیٰؐ کے خانہ داروں اور اے فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کے پارہ قلب میں

تمہاری خادمہ بن کر آئی ہوں کیا آپ مجھے اپنی خادمہ کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں“
پس شہزادوں اور شہزادیوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کا استقبال کیا۔
پھر آپ نے گھر میں آنے کے بعد امیر المومنینؑ سے عرض کی۔
”یا ابالحسن میری آپ سے ایک استدعا ہے“

مولائے کائناتؑ۔ ”کہیے! انشاء اللہ میں پورا کروں گا“

جناب ام البنینؑ۔ مجھے فاطمہ (جو میرا نام ہے) کہہ کر نہ پکاریں اس لئے کہ یہ
شہزادوں اور شہزادیوں کے حزن کا سبب ہوگا۔ یہ انکی والدہ کا اسم گرامی ہے اور اس
طرح انہیں انکی یاد تڑپائے گی۔ آپ مجھے ام البنین پکاریے گا“

(ام البنین علیہا السلام۔۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ ص ۳۶، ۳۷)

باب ۸.....

حضرت اُمّ البنینؓ

بحیثیت زوجہ

حضرت اُمّ البنینؓ اور شہادت حضرت علیؓ علیہ السلام:

۲۱ رمضان ۴۰ھ کی وہ حشر انگیز اور قیامت خیز تاریخ ہے۔ جس میں اسلام کے مالک دین و ایمان کے سردار رسولؐ کے حقیقی جاں نثار و جانشین نے مسجد کوفہ میں زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے شہادت پائی۔ آپؐ کی شہادت واقع ہونے میں کس کا ہاتھ تھا۔ اور کون آپؐ کی شہادت کا سبب اعظم تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ علامہ حسین واعظ کاشفی کہتے ہیں کہ عبدالرحمن ابن ملجمؓ مرادی کا ایک دن کوفہ کی گلیوں سے گذر ہوا۔ اس نے ایک مکان میں کثیرہ رخاں عالم کو آتے جاتے دیکھا اور عمدہ باجوں کی آوازیں سنی۔ اس مکان کے قریب گیا، جس میں سے عورتوں کا ایک گروہ نکلا۔ اس کی نظر قظامہ نامی عورت پر پڑی۔ اس کے حسن نے اس مکینہ کے دل میں جگہ کر لی۔ اس نے بڑھ کر پوچھا کیا تو شوہر رکھتی ہے۔ اس نے جواب دیا چونکہ میری پسند کا شوہر مجھے نصیب نہیں

ہوا۔ اس لیے میں نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ ابن ملجم نے کہا۔ ”کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تو مجھے قبول کر لے۔“ اُس نے کہا۔ میرے عزیزوں سے کہو۔“ عزیزوں سے جب تذکرہ کیا گیا، تو انہوں نے قظامہ کی مرضی پر چھوڑا۔ قظامہ جو بہت آراستہ غرفہ بیت (کھڑکی) میں بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا اگر تم تین قسم کے مہر ادا کر سکتے ہو تو مجھے تم سے ہمکنار ہونے میں عذر نہیں ہے۔ (۱) تین ہزار درہم نقد ادا کرو۔ (۲) ایک اچھی گانے بجانے والی کنیز خدمت کے لیے لاؤ۔ (۳) حضرت علیؑ کا سر کاٹ کر لاؤ۔ یہ سن کر ابن ملجم نے کہا اول کی دو شرطیں تو منظور اور ممکن ہیں مگر تیسری شرط سے میں عاجز ہوں علیؑ وہ ہے جس کی شمشیر کا لوہا مشرق و مغرب کے بہادروں کے قلوب مانے ہوئے ہیں۔ بھلا مجھ سے یہ کیوں کر ہو سکے گا کہ ایسے بہادر کا سر کاٹ سکوں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے تو دراصل سر علیؑ ہی درکار ہے میں نے پہلی دو شرطیں تجھ سے اٹھالیں۔ اب مہر میں صرف علیؑ کا سر چاہتی ہوں۔

اگر مجھ سے لطف حیات اٹھانا چاہتا ہے تو علیؑ کا سر لا ورنہ تو میری صورت بھی نہ دیکھ سکے گا۔ اس بد بخت مرادی نے اس زن نامراد کی شرط قبول کر لی۔ اور مہر میں علیؑ کا سر دینے کا وعدہ کر لیا۔ قظامہ کی مدد سے چند آدمیوں کو لے کر روئے بخند مت امیر نہاد۔ حضرت علیؑ کے قتل کے لیے بُٹھ کھڑا ہوا (روضۃ الشہد اباب ۵ صفحہ ۱۹۸)

صاحب تاریخ آئمہ بحوالہ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں کہ واقعہ نہروان کے واقعہ کے بعد تین خارجیوں نے رائے دی کہ تین شخصوں۔ معاویہ، عمرو بن العاص اور حضرت علیؑ کی وجہ سے یہ انتشار بڑھ رہا ہے۔ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے لیے ۱۹ رمضان مقرر ہوئی۔ چنانچہ تینوں خارجی اپنی اپنی تلواریں زہر میں بچھا کر روانہ ہوئے۔ ایک دمشق میں معاویہ کے لیے، دوسرا فسطاط مصر میں عمرو بن العاص کے

لیے۔ تیسرا ابن ملجم حضرت علیؑ کے لیے۔ معاویہ اور عمرو بن العاص تو بچ گئے مگر ابن ملجم جب اس ارادے سے کوفہ پہنچا تو مسجد کوفہ میں چھپ رہا۔ حضرت علیؑ ایک شب حضرت امام حسنؑ کے پاس اور ایک شب حضرت امام حسینؑ کے پاس افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔ جب ۱۹ رمضان ۴۰ھ کو حضرت نماز صبح کے لیے گھر سے جانے لگے تو گھر کی بطنیں چیخنے لگیں۔ حضرت پر اس کا اثر ہوا اور مسجد میں تشریف لائے۔ اذان دی۔ جب نماز میں مشغول ہوئے تو سجدہ کی حالت میں ابن ملجم نے سر پر تلوار ماری۔ جس سے مغز تک شگافتہ ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا ”فزت برب الکعبة“ بخدا میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ (تاریخ آئمہ صفحہ ۲۷۴) ان حضرات کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ آپؐ کی شہادت یا تو قسامہ کی حرکت سے عمل میں آئی یا ان خارجیوں کی سازش اس کا سبب قرار پائی ہے۔ لیکن جب آپؐ کی شہادت کے متعلق محققانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو واقعہ اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔

علیؑ کی شہادت میں حکومت شام کا ہاتھ:

معاویہ اور عمرو بن العاص جنگ جمل اور صفین کی حشر انگیز اور قیامت خیز جنگ دیکھ ہی نہیں بلکہ بھگت چکے تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ علیؑ کی زندگی میں ہمیں چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ لہذا کسی نہ کسی صورت سے انہیں راہی جنت کر دیا جائے تاکہ اطمینان کی سانس لینا ممکن ہو سکے اسی فکر میں لگے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے اور کامیاب کیوں نہ ہوتے۔ جب کہ سازش کرنا ان کا ”طبیعت ثانیہ“ بن گیا۔ معاویہ نے ابن ملجم مرادی کو قتل امیر المومنین کے لیے تیار کیا۔ چونکہ وہ خوارج میں سے تھا۔ اس لیے فوراً قتل امیر المومنین ہر راضی ہو گیا۔ اور اس نے مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ کو شہید کر دیا۔

صاحب مناقب مرتضوی نے لکھا ہے کہ قدوة المحققین حکیم ثنائی کہتے ہیں:-

یعنی ملجہ کا بیٹا وہ بے دین کتا جو لعنت و نفرین کا سزاوار ہے۔ ایک عورت پر عاشق ہو گیا اور اس بد بخت کے لیے کہا جائے راہب روم سے بھی زیادہ مکینہ تھا وہ عورت معاویہ کے عزیزوں میں سے تھی اور خوشحال و مالدار اور خوبصورت و جوان تھی۔ معاویہ کو ابن ملجہ کی عاشقی کا راز معلوم ہو گیا اسی وجہ سے وہ تباہ ہو گیا، معاویہ نے اس سے کہا۔ اے ابن ملجہ اگر تو چاہتا ہے کہ در مقصود ہاتھ آئے اور قظامہ جیسی حسین عورت تیرے لیے حلال ہو جائے تو سُن۔ ایک ذرا بہادری تو کرنا پڑے گی اور حضرت علیؑ کا سر لانا پڑے گا۔ اس لیے کہ اس کا مہر ”خونِ علیؑ“ ہے چنانچہ اس نے حضرت کے سر اقدس پر ضرب لگا دی۔ جب اس سے لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا تو اس نے جواب میں کہا:-

”میں نے معاویہ کے کہنے سے ایسا فعل کیا۔ مگر افسوس کہ کوئی فائدہ برآمد نہ ہوا“

(مناقب مرتضوی صفحہ ۱۲۷)

الغرض سر اقدس پر ضرب لگی۔ منادی فلک نے ”الا قتل امیر المومنین“ کی ندادی۔ آپ کی اولاد اور اصحاب مسجد کوفہ میں جا پہنچے۔ اپنے آقا کو خون میں غلطاں دیکھ کر فریاد فغاں کی آوازیں بلند کیں۔ پھر حسب الحکم مکان لے چلنے کا سامان کیا ایک گلیم میں لٹا کر آپ کو اس صورت سے لے چلے کہ سر ہانے امام حسن۔ پاکتی امام حسینؑ اور وسط میں حضرت عباسؑ گلیم اٹھائے ہوئے تھے۔ گھر پہنچنے کے بعد آپ نے صبح کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ”اے صبح تجھے اسی خدا کی قسم ہے جس کے حکم سے تو برآمد ہوئی ہے مجھے بتا تو نے کبھی مجھے سوتا ہوا پایا ہے؟ یعنی تو گواہی دینا کہ رسول اللہ کے ساتھ ابتدائے جوانی سے یعنی جب سے نماز پڑھنی شروع کی ہے۔ تو نے مجھے کبھی سوتا نہ پایا۔

جب تو برآمد ہوئی جاگتا ہوا پایا۔ بارالہا تو گواہ رہنا کہ میں تیرا حکم بجالایا۔ تُو نے جس چیز سے روکا اس سے باز رہا۔ جس کا حکم دیا اس پر عمل کیا۔ تیرے پیغمبرؐ کے خلاف کوئی بات دل میں نہ لایا۔ (الکرار صفحہ ۴۰۲ طبع بنارس ۱۳۲۷ھ) اس کے بعد آپؐ کو غش آگیا، جب غش سے افاقہ ہوا حضرت امام حسنؑ نے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ تھوڑا سا پی کر آپؐ نے منہ ہٹالیا اور فرمایا اسے اپنے اسیر ابنِ ملجم کو دے آؤ۔

(اخبار ماتم صفحہ ۱۴۴۔ و کتب تواریخ)

حضرت علیؑ کا دستِ امام حسینؑ میں علمدار کر بلا کا ہاتھ دینا:

اب حضرت علیؑ علیہ السلام کی عمر کے آخری لمحات گزر رہے ہیں۔ آپؑ نے اپنے بیٹوں کا انتظام شروع فرمایا اور ہر ایک کو مناسب امور و احکام سے باخبر کیا۔ سب سے پہلے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ ”تم لوگ فرزندِ رسولؐ و ثقلینِ حسنؑ و حسینؑ کی نصرت و اطاعت سے منہ نہ موڑنا پھر امام حسنؑ کے ہاتھوں میں تمام اولاد کا ہاتھ دیا اور امام حسینؑ کے ہاتھوں میں دستِ حضرت عباسؑ دیا۔

حضرت علیؑ کا اپنی اولاد کو وصیت فرمانا:

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت عباسؑ اور دیگر اولاد کو جو بطنِ فاطمہؑ سے نہ تھی طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ ”وصیت میکنم شمارِ آباں کہ مخالفت نہ کیند حسن و حسین را خدا شمارا صبر و ہمدرد مصیبت من“ میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم لوگ فرزندِ ان رسولؐ و ثقلینِ صلعم حسنؑ و حسینؑ کی ہمیشہ نصرت کرنا اور کبھی ان کی مخالفت دھیان میں بھی نہ لانا۔ میں تم سے رخصت ہوتا ہوں خدا تمہیں صبر عطا کرے۔

(کشف الانوار ترجمہ بحار۔ جلد ۹۔ صفحہ ۲۱۷)

علامہ کلینیؑ چھ سندوں سے ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے

اپنے بارہ بیٹوں کو جمع کر کے فرمایا: ”دیکھو یہ میرے دونوں نورِ نظر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ ان کے فرمان کو گوش دل سنا اور ان کی پوری پوری اطاعت کرنا اور ہر قسم کی امداد میں سینہ سپر رہنا۔ (اصول کافی صفحہ ۱۴۱ طبع ایران ۱۲۸۱ھ)

حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کے ہاتھ میں
سب بیٹوں کے ہاتھ دے دیئے:

وصیت فرمانے کے بعد آپ نے حضرت عباسؑ کے علاوہ اپنے تمام فرزندوں کے ہاتھ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیئے۔ یعنی آپ نے سب کو امام حسن علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ (کتب توارخ و مقاتل)

جناب اُم البنینؑ کا اضطراب:

جناب اُم البنینؑ مادرِ گرامی حضرت عباسؑ نے جب یہ دیکھا کہ اپنے سب فرزندوں کو حضرت امام حسن علیہ السلام کے سپرد فرمایا ہے۔ مگر میرے نورِ نظر عباسؑ کو کسی کے حوالے نہیں کیا تو آپ بے انتہا پریشان ہوئیں اور کمالِ اضطراب میں گھبرا کر عرض کرنے لگیں۔ میرے سرتاج! میرے آقا! میرے مالک! کیا اس ناچیز کنیز سے کوئی خطا سرزد ہو گئی ہے۔ یا حسنینؑ کے خادمِ عباسؑ سے کوئی قصور ہو گیا ہے؟ سردارِ دو عالم جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے دریافت فرمایا کیوں اُم البنینؑ کیا بات ہے۔ عرض کی مولا! آپ نے سب بیٹوں کو امام حسن علیہ السلام کے سپرد فرمایا اور خادمہ زادہ ”عباسؑ“ کو کسی کے حوالے نہیں کیا۔ میرے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جا رہا ہے۔

حضرت علیؑ کا گریہ:

جناب اُم البنینؑ کے اس مضطربانہ سوال پر حضرت علیؑ رو پڑے، اور فرمایا اے اُم

البنین اگر تم اس راز سے آگاہ ہوتیں تو ایسا سوال نہ کرتیں۔ عرض کی، مولا آگاہ فرمائیے۔ میں تو یہی چاہتی ہوں کہ میرے فرزند کا ہاتھ بھی حسن کے دست مبارک میں دے دیا جائے۔

دست حسینؑ میں علمدار کا ہاتھ:

حضرت علیؑ نے تاجدارِ کربلا امام حسین علیہ السلام کو قریب بلا یا اور عباسؑ علمدار کو بھی طلب فرمایا اور امام حسینؑ کے دست مبارک میں اُن کے قوت بازو علمبردارِ کربلا عباسؑ بن مرتضیٰ کا ہاتھ دے کر ارشاد فرمایا۔ ”بیٹا! یہ تمہارے سپرد ہے۔ میں اسے تمہاری غلامی میں دیتا ہوں۔ پھر حضرت عباسؑ سے فرمایا۔ ”بیٹا! یہ تمہارے آقا ہیں۔ ان کی رفاقت اور ان کی امداد تمہارا عین فریضہ ہے جب یہ کربلا کے میدان میں دشمنوں کے زرعہ میں گھر جائیں تو ان کی مدد کرنا۔ (ریاض القدس۔ صفحہ ۶۹ خلاصۃ المصاب صفحہ ۱۰۰ طبع نولکشور ۱۲۹۳ھ فضائل الشہداء باب ۲ ف ۹ صفحہ ۱۱۱)

علامہ کثوری لکھتے ہیں۔ ”حضرت علیؑ نے جناب عباسؑ کو امام حسین علیہ السلام کے سپرد کیا اور کسی کے حوالہ نہیں کیا۔ (ماثنین صفحہ ۴۴۱۔ مرقات الایقان جلد ۴ صفحہ ۴۰) جناب اُم البنین اس خصوصی اعزاز کو ملاحظہ کر کے مطمئن ہو گئیں۔

شہادتِ حضرت علیؑ پر جناب عباسؑ کا سر ٹکرانا:

حضرت امیر المومنین وصیت سے فارغ ہو چکے۔ اور تمام ضروری امور سے فرصت کے بعد خالقِ کائنات کی طرف روانگی سے حالاتِ ظاہر فرمانے لگے اور ۶۳ سال کی عمر میں شب جمعہ ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو نصف شب گزرنے کے بعد تمام اعزاء و اقربا احباب، خادم اور اولاد کو ہاتھ ملتا چھوڑ کر اہی جنت ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا انتقال فرمانا تھا کہ اہل بیت کرام نے فلک شکاف نالے شروع کر دیئے۔
 کوفہ کی ہر گلی و کوچہ سے صدائے گریہ بلند ہو گئی۔ تمام بیبیاں بے حال تھیں۔ غرضیکہ
 کائنات کا ذرہ ذرہ محو نالہ تھا۔ ہر ایک اپنے احساس کے موافق رونے میں مشغول تھا۔
 ملا محمد حسین واعظ لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت عباس فرط غم کی وجہ سے اپنے سر کر
 بازار دیوار خانہ سے ٹکرا رہے تھے۔ (اخبار ماتم صفحہ ۵۲ طبع رامپور ۱۲۸۵ھ)
 مرزا دبیر نے اس منظر کو نہایت پُر اثر اسلوب سے نظم کیا ہے:-



شیعوں میں اس بیان سے ہوا اور شور و شین
 لائے پر گیم پئے شاہ مشرقین
 یوں لے چلے گیم میں حیدر کے نور عین
 کاندھا دیئے سرہانے حسنِ پابندی حسین
 آکر جلو میں روح امیں نگے سر چلا
 لاشہ کنندہ در خیبر کا گھر چلا



پہنچا جو لاشہ شہ مرداں قریب در
 بے ساختہ نکل پڑی زینبؑ برہنہ سر
 بعد اس کے یوں ہی آئیں تھیں اکبرؑ کی لاش پر
 یہ واقعہ تھا باپ کا وہ ماتم پر
 رکھ رکھ کے ہاتھ آنکھوں پہ سب خلق ہٹ گئی
 پھیلا کے ہاتھ لاش سے زینبؑ لپٹ گئی

﴿۳﴾

لاشے کی پیشوائی کو سب اہل بیت آئے
 سر کو سنبھالے ہاتھوں پہ بیت الشرف میں لائے
 اُم البنین زمین پر تڑپ کر پکاری ہائے
 عباسؑ ہے کہاں ارے جراح کو بلائے
 جلد آئے زخم سینے کو مرہم لگانے کو
 بولا کوئی حسینؑ گئے ہیں بلانے کو

﴿۴﴾

اُم البنینؑ کو پایا جو صدمہ میں مبتلا
 باہیں گلے میں ڈال کے عباسؑ نے کہا
 اے اماں صدقہ دینے سے رو ہوتی ہے بلا
 بھائی حسنؑ حسینؑ ہیں زہراؑ کے دربار
 روشن کرو جہان میں تم اپنے نام کو
 صدقہ اُتارو شاہ نجف پر غلام کو

﴿۵﴾

یہ سن کے اُس ہراس میں سنبھلی وہ بیقرار
 لے کر بلائیں بولی چلو میرے گلخزار
 باباؑ یہ تم نثار ہو تم پر یہ ماں نثار
 چلائی بڑھ کے مجمع ماتم میں ایکبار
 سیدانو رنڈاپے کی غم سے پناہ دو
 صدقہ اُتارنے کو میں آتی ہوں راہ دو



آگے سے ہٹ کے پیبیاں سب پوچھنے لگیں
کیا لائی ہے علی کے تصدق کو اے حزیں
بولی وہ باوفا کہ یہ فرزند مہ جہیں
اب مانگ پر بنی ہے خبر کوکھ کی نہیں
اس لعل بے بہا کو میں والی پہ واروں گی
شاہ نجف پہ دُر نجف کو اوتاروں گی



بھاری زمین مجھ پہ رنڈاپے کے غم سے ہے
اس یاس میں امید خدا کے کرم سے ہے
مطلب نہ بیٹوں سے ہے نہ مال و درم سے ہے
میری تو سلطنت مرے صاحب کے دم سے ہے
خیرالنسا سی پیبیاں جنت میں سوتی ہیں
ہم سی جو بے نصیب ہیں وہ بیوہ ہوتی ہیں



بولے علی تو ہوش میں اے نوحہ گر نہیں
عباسؑ کے وقار کی تجھ کو خبر نہیں
یہ فاطمہؑ کا بیٹا ہے تیرا سپر نہیں
شبیرؑ کے لیے کوئی ایسی سپر نہیں
صدقے میں لاکھ جان سے اس نورعین پر
یہ کربلا میں ہو یگا قرباں حسینؑ پر

انیسویں رمضان کی شب امام علی علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:-
اے علی! موت پر کمر ہمت کو کس لو، وہ رات آگئی جس رات کی خبر رسول خدا مخر
صادق نے دی تھی۔ یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ مجھ سے کیا گیا تھا۔
اُمّ البنین امیر المؤمنین کو مضطرب دیکھ کر پوچھتی ہیں کہ اے امیر المؤمنین آج شب
قدر ہے؟

انیسویں رمضان کی سحر جب امام علیؑ یہ شعر پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے:-

اشدد حیا زیمک للموت فان الموت لاقیک

موت کے لیے اپنی کمر مضبوطی سے باندھ لو کہ موت تیرے پاس آرہی ہے۔
اس وقت اُمّ البنین نے یہ احساس کیا کہ یہ وداع کی رات ہے اور اشک آلود
آنکھوں سے الوداع کہا۔

آخر کار جبریلؑ نے زمین و آسمان کے درمیان سے آواز دی جسے ہر بیدار شخص سن
سکتا تھا: خدا کی قسم، ہدایت کے ستون ویران ہوئے، علی مرتضیٰ گئے۔ اس وقت اُم
البنین نے پکار کر کہا: اے رسول اللہ کے وارث! آپ ہمیں تنہا چھوڑ گئے۔
حضرت علیؑ کی شہادت کے موقع پر حضرت اُم البنینؑ کے اضطراب کو میرا نبیؑ نے
بھی نظم کیا ہے:-



روتے ہوئے وداع ہوئے شہ کے دوست دار
زینبؑ بلائیں لینے لگی رو کے زار زار
بیٹوں سے تب یہ کہنے لگے شاہ ذوالفقار
آؤ مرے قریب کہ ہے وقت احتضار

(134)

یہ سن کے روتے روتے دم اُن کے الٹ گئے
بارہ پر علیؑ کے قدم سے لپٹ گئے

﴿۲﴾

روئے علیؑ حسنؑ کو گلے سے لگا لگا
اور ہاتھ اُن کے ہاتھ میں نو بیٹوں کا دیا
عباسؑ نامدار کے حق میں نہ کچھ کہا
چپکے کھڑے تھے سامنے اور رنگ زرد تھا
پاس ادب سے باپ سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے
ماں اُن کو دیکھتی تھی وہ منہ ماں کا تکتے تھے

﴿۳﴾

اُمّ البنینؑ قدم پہ گری کھولے سر کے بال
کی عرض یا علیؑ ولی شیر ذوالجلال
عباسؑ نے ہے خاطر اقدس پہ کچھ ملال
لوٹدی ہوں میں غلام ہے حضرت کا میرا لال
رہتا یہ خدمت حسنؑ خوش صفات میں
ہاتھ اس غلام کا نہ دیا اُن کے ہات میں

﴿۴﴾

اُمّ البنینؑ سے رو کے علیؑ نے کہی یہ بات
دینا حسنؑ کے ہاتھ میں کیوں کر میں اُس کا ہات
شیدا ترے پر کا ہے شیرؑ خوش صفات
اور عاشقِ حسینؑ ہے عباسؑ نیک ذات

شانِ بہادری ہے ترے نورعین میں
اس کا ازل سے ہاتھ ہے دستِ حسین میں



عباسؑ کو بلا کے گلے سے لگا لیا
ہاتھ اُس کا دے کے ہاتھ میں شبیرؑ کے کہا
اے لال یہ غلام تمہارا ہے با وفا
میری طرح سے پیار اسے یکجو صدا
آفت کا دن جو تجھ کو مقدر دکھائے گا
اُس روز یہ غلام بہت کام آئے گا



عباسؑ سے کہا کہ سُن اے میرے نونہال
تو ہے علیؑ کا لال وہ ہے مصطفیٰؐ کا لال
رکھو ہمیشہ خاطر شبیرؑ کا خیال
اس کا ملال احمدؑ مرسل کا ہے ملال
پیش خدا بزرگ ہے رتبہ حسینؑ کا
مجھ کو بھی پاس رہتا ہے اس نور عین کا



خدمت سے یکجو نہ کسی حال میں قصور
تو ایک مشت خاک ہے یہ ہے خدا کا نور
دلہند فاطمہؑ کا ہے پاس ادب ضرور
جو اس کے دل سے دور ہے وہ ہے خدا سے دور

آقا کا ساتھ تا دمِ مردن نہ چھوڑیو
سب چھوٹیں پر حسینؑ کا دامن نہ چھوڑیو

﴿۸﴾

بچوں سمیت جب یہ وطن سے کرے سفر
پہلے مرے حسینؑ سے تو باندھیو کمر
پہنچے جو کربلا میں یہ سلطانِ بحر و بر
خیمے کی چوکی شام سے تو دیجو تا سحر
روزِ نبردِ معرکہ آرائی یکجہ
پانی ہو اس پہ بند تو سٹائی یکجہ

﴿۹﴾

یہ سن کے ساری بیبیاں روتی تھیں زار زار
اور لوٹتے تھے خاک پہ زہرا کے گلزار
دو دن تک علیؑ رہے بستر پہ بے قرار
فرزندوں کو نگلے سے لگاتے تھے بار بار
آنسو کبھی رواں تھے کبھی لب پہ آہ تھی
اکیسویں شب آئی تو حالتِ تباہ تھی

﴿۱۰﴾

اک بار غش سے چوٹک کے بیٹوں سے یہ کہا
بغلوں میں ہاتھ دے کے اٹھاؤ مجھے ذرا
آئے ہیں میرے لینے کو جنت سے مصطفیٰ
یہ بات کہہ کے غش ہوئے پھر شاہِ لافتا

کچھ رات باقی تھی کہ جہاں سے گزر گئے

غل پڑ گیا کہ حیدر کرار مر گئے



فوج ملک میں شور قیامت ہوا عیاں
 تھرا گئی زمین - لگا ملنے آسماں
 جنات پیٹنے لگے با نالہ و فغاں
 مابین آسماں و زمین تھا یہی بیاں
 وا حسرتا کہ تخت امامت الٹ گیا
 بس آج زور آلِ محمد کا گھٹ گیا

حضرت علیؑ سے حضرت اُمّ البنینؑ کا عقد ۱۷ رجب ۲۱ھ میں ہوا تھا۔ ۲۱/رمضان
 ۴۰ھ میں حضرت علیؑ کی شہادت ہو گئی۔ تقریباً بیس برس دونوں کا ساتھ رہا۔ بحیثیت
 زوجہ اُمّ البنینؑ نے تن من دھن سے شوہر اور شوہر کی اولاد کی خدمات سرانجام دیں۔
 حضرت اُمّ البنینؑ شادی کے بعد کبھی گھر سے نہیں نکلیں۔ چاروں بیٹوں اور ایک بیٹی کی
 پرورش میں انہماک تھا۔ بیس برس تک خاندان اہل بیتؑ میں اُن کو مرکزیت حاصل
 تھی۔ عیدین پر خاندان حضرت علیؑ کے پاس آتا تھا۔ حضرت اُمّ البنینؑ ایک باوفا اور
 باوقار بزرگ خاندان خاتون تھیں، حضرت علیؑ کی زوجہ ہونے کے سبب سبھی انھیں سلام
 کرتے تھے۔ وہ بھی پورے خاندان کی سلامتی کی دعائیں کرتی رہتی تھیں۔

حضرت امام حسینؑ جب ۲۸ رجب ۶۰ھ کو کربلا (عراق) جا رہے تھے تو حضرت
 اُمّ البنینؑ کو اسی احترام کے سبب اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔

حضرت اُمّ البنینؑ مدینے میں رہ گئیں اور وہ حضرت فاطمہؑ صغریٰ کی تنہائی و پریشانی
 میں اُن کی نغمسار تھیں۔

باب ۹.....

حضرت اُمّ البنینؓ

بحیثیت ماں

مولانا سید آغا مہدی مرحوم لکھتے ہیں :-

شہزادہ عباس کی ماں کا نام فاطمہ اور کنیت اُمّ البنین (بچوں کی ماں) ہے، عرب میں فاطمہ نامی جناب معصومہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا کے پہلے اور بعد جو عورتیں گذری ہیں اُن میں یہ خاتون بڑی خوش بخت تھیں، فاطمہ بنت اسد کی بہو ہونا، علیؑ کی رفیقہ زندگی قرار پانا غیر فانی عزت ہے جس کی قبائل عرب کے دل میں آرزو تھی اور خصوصی شرف خاتون کو یہ تھا کہ خود مشکل کشا طلبگار ہوئے، عقیل ایسا دانشمند واسطہ ہوا اُس گھر میں آئیں جہاں فاطمہ زہراؑ کی ثانوی حیثیت پائی، سب سے بڑا فخر یہ تھا کہ سردار جوانان جہاں اور ثانی زہراؑ کی ماں کہلائیں۔ دونوں فرزند حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ درجہ عظمیٰ امامت پر فائز اور گوشوارہ عرش تھے مگر اُمّ البنینؓ ان کی بھی ماں تھی۔ ان حضرات کا قاعدہ یہ تھا کہ پرورش کرنے والی عورت اور (کھلائی) پر کھانے میں سبقت نہ کرتے تھے چہ جائیکہ باپ کی رفیقہ زندگی، اور وہ خاتون جس کا انتخاب بڑے گہرے مقاصد کے تحت میں ہوا یہ شادی عیش کے لیے نہ تھی ایک نسل کا منبع سمجھ کر تزویج ہوئی۔

دستور اسلامی کے تحت میں وہ عورت قابل عزت نہیں جو بانجھ ہو اُس عورت کو مذہب سر آنکھوں پر جگہ دیتا ہے جو صاحب اولاد ہو۔ پیغمبرؐ کی حدیث جو فریقین روایت کرتے ہیں..... کہ نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ میں روز قیامت اکثریت امت پر فخر کروں گا۔ (۱) جامع الاخبار (۲) مفاتیح الغیب تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۰۲

حضور سرور دو عالمؐ کا ارشاد ہے کہ ایسی عورت سے شادی کرو جو زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو (جامع الاخبار) اُم البنینؓ کا خاندان کثرت نسل کے لحاظ سے مشہور تھا اور وہ بھرے گھر میں رہنے والی لڑکی تھیں عرب کیا بلکہ اسلام میں بھی یہ نظریہ عام تھا کہ نسب باپ کی طرف سے ہے اور ماں ایک ودیعت گاہ ہے جو مدت حمل کے بعد بچہ کو پرورش کے لیے باپ کو سپرد کر دیتی ہے لیکن اُم البنینؓ کے صرف آبائی سلسلہ کا علم انساب میں تحفظ نہیں ہوا بلکہ ان کے نخیال اور پھر نانی کے نخیال کا سلسلہ بارہ طرح سے ضبط تدوین میں آیا جو تاریخ عرب میں ایک حیرتناک بات ہے آج کل کے لوگوں نے جو دور ارتقاء کہا جاتا ہے اس بحث زندگی کو کا عدم کر رکھا ہے حالانکہ اس کی بڑی اہمیت ہے اور علوم و فنون میں یہ علم بہت ممتاز ہے بعض محققین علم الآثار علم الامثال علم الاولاد کے بعد لکھتے ہیں۔

علم الانساب وہ علم ہے جس سے لوگوں کے نسب اور قواعد کلیہ و جزئیہ نسبت تعلقات و شرافت نسبی معلوم ہوتے ہیں اس علم سے تمدنی فوائد بہت کچھ حاصل ہوتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ رجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا اور گردانا ہم نے تم کو گروہ و قبیلہ تاکہ باہم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور شارع علیہ السلام نے حکم دیا ہے تعلموا نسابکم تعلوا ارحامکم یعنی اپنے انساب کو جانو تاکہ صلہ رحم یعنی نیکی کر سکو اُن کے ساتھ جو کہ اقرباء نسبی ہیں اور دوسری حدیث میں ہے اپنے نسب

کو صلہ رحم کے لیے گزشتہ ستر پشت تک شمار فرمایا ہے۔ عرب میں تحقیق نسب کا ہمیشہ سے بہت لحاظ تھا مجہول النسب کو اُس کے مسکن و حرفہ سے منسوب کر کے نام لیتے تھے۔

(فلسفۃ الاسلام جلد اول صفحہ ۴۶ معیار پریس رستم نگر لکھنؤ)

اس جذبہ کو عرب نے ایسا حد سے فزوں کیا تھا کہ تلوار کے نسب، گھوڑوں کا پشت نامہ بھی اُن کی زبان پر تھا اور آج تک موجودہ متمدن دنیا میں اشرف مخلوق انسان اپنے باپ، دادا، نانا کے اسماء کو بھول جائے مگر شوق کے جانوروں کے نام اوپر تک اُن کو یاد ہیں اور یہ لہر کہاں نہیں دوڑی۔

اسلام نام ہے صراطِ مستقیم کا اُس نے ہر اچھائی کا اپنے حدود میں حکم دیا اور گھٹنے اور بڑھنے سے روکا۔ کوتاہی اور تجاوز کو عصیاں بتایا ہے۔

کیا حضرت امیرؓ کی نظر امامت جو بالائے منبر جبریلؑ کو پہچان لیتی ہے بہادر خانوادہ ڈھونڈ نہ سکتی تھی۔ اُم البنین کا گھرانہ کی نگاہ عصمت سے چھپا ہوا تھا ایسا نہیں ہے عقیل نے علم الانساب میں جو معلومات بہم پہنچائے تھے اُس سے رجوع ایک پیکرِ علم کے لیے صحیح قدر دانی اور ہمت افزائی تھی وہ سن و سال میں دس برس بڑے تھے اُن سے رجوع کا مطلب یہ تھا کہ آئندہ آنے والے نوجوان اپنے شادی بیاہ کے مسرت افزا اوقات میں اپنے بزرگ کو بھول نہ جائیں اور خدا جانے کتنے بھید ہونگے جس کو ہماری ناقص عقل دریافت نہیں کر سکتی اور ثواب تو اس مقصد خیر کا کہیں نہیں گیا پیغمبرؐ خدا صلعم کی حدیث ہے جو تزویج (شادی) میں کوشش کرے اور مرد و عورت کو ایک جگہ جمع کر دے خدا اس کی حوروں سے شادی کرے گا اور ان تمام مساعی کے عوض میں ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ (جامع الاخبار)

بغیر مشورہ ذاتی تجویز پر نہ عقیل کا ثواب کے حقدار ہوتے نہ اس خاندان کا ویسا

تعارف ہوتا جیسا کہ عقیل کے درمیان میں ہونے سے ہوا عقیل کی شخصیت ادبی دنیا میں بڑی ممتاز تھی دو بھائیوں کی اس سلسلہ میں بات چیت پر ملاحظہ ہو۔ مولا ایک ایسے گھرانے کی لڑکی بتائیے جو بہادران عرب کی نسل سے ہو میں اس سے نکاح کروں اولاد جو ہودہ بڑی بہادر اور دلیر جنگ آزما ہو۔

عقیل اُم البنینؓ کلابیہ سے نکاح کیجئے جس کے باپ دادا سے زیادہ شجاع اور بہادر سرزمین عرب میں کوئی نہیں۔ حضرت امیرؓ کو بھائی کی تحقیق پر اعتماد تھا اب پوچھ گچھ کی ضرورت نہیں اور لڑکی والے بھی اگر مسلمان ہیں تو شوہر بتول کا نام سنتے ہی جبینِ نیاز خم کریں گے عقیل کی بات رو نہیں ہو سکتی اُم البنینؓ دو شیرہ ہیں اُن کا ابھی تک کوئی پیام عملی جامہ پہن نہ سکا تھا حافظ حقیقی نے اُن کو عام رشتے سے منسلک ہونے نہیں دیا۔ ان کے کنبہ میں وہ فردیس تھیں جو نیزہ و سنان میں کھیل کر بڑے ہوئے اُن کے نام شجاعانِ عرب کی فہرست میں ثبت رہیں گے۔ اسی خاندان کا لبید بن ربیعہ عامری وہ شاعر ہے جس کا کلام سب سے معلقہ میں آج تک موجود ہے اور یہ واقعہ ہے کہ زوجہ امیر المومنین سے پہلے بھی اس نسل میں اُم البنینؓ نامی ایک خاتون گزریں اُن کے بھی چار بی بی بہادر فرزند تھے شجرہ اُم البنینؓ کی ماں اور ان کی ماں کے کئی سلسلوں تک نام محفوظ ہیں شجرہ میں ستر ناموں سے زیادہ محفوظ ہیں (العبدالصالح)

محترمہ اُم البنینؓ اور مولا کا ساتھ کم و بیش بیس برس رہا ۲۱ ماہ رمضان ۴۰ھ کو بیوہ ہونے کے بعد ۲۱ برس امام حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ رہیں اور کربلا کے بعد گریہ و زاری میں اُن کی عمر ختم ہوئی شہادت حسینؓ کے بعد حکومت بنی امیہ کی کالی گھٹائیں بڑی مدت تک مدینہ پر چھائی رہیں ۶۲ھ میں شیخ حیات گل ہو گئی۔ واقعہ کربلا کے بعد تقریباً تین برس حضرت اُم البنینؓ حیات رہیں۔

حضرت عباسؓ کی ولادت:

انساب کی کتابوں اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ اپنی پیدائش کے لحاظ سے حضرت علیؓ کے پانچویں صاحبزادے تھے۔

(۱)۔ حضرت حسن مجتبیٰ سال پیدائش ۳ھ سال شہادت ۵۰ھ ہجری۔

(۲)۔ حضرت حسینؓ سال پیدائش ۴ھ ہجری، شہادت ۱۰ھ محرم ۶۱ھ ہجری۔

(۳)۔ حضرت محسنؓ جن کی شہادت ۱۱ھ ہجری میں ہوئی۔

(۴)۔ حضرت محمد حنفیہ سال پیدائش ۱۵ھ ہجری، سال شہادت ۸۱ھ ہجری۔

(۵)۔ حضرت عباسؓ اکبر سال پیدائش ۲۲ھ ہجری زیادہ معتبر ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ خولہ والدہ محمد حنفیہ کا عقد نکاح حضرت اُم البنینؓ سے پہلے ہوا تھا۔ جس دن حضرت عباسؓ کی ولادت ہوئی حضرت علیؓ نے ان کو اپنے پاس منگایا اور دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور ان کا نام عباسؓ بروزن فعال رکھا اور ان کا لقب ابوالفضل اور کنیت ابوالقربہ رکھی، (قربہ کے معنی ہیں مشک پانی سے بھری ہوئی)، حضرت علیؓ اکثر عباسؓ کو اپنے زانو پر بٹھاتے تھے اور شیر خوار کے کرتے کی آستین اونچی کرتے تھے اور دونوں بازو چومتے تھے اور روتے تھے۔ ایک روز حضرت اُم البنینؓ نے رونے کا سبب پوچھا، حضرت نے فرمایا کہ ایک دن اس بچہ کے ہاتھ اس کے بھائی کی نصرت میں قطع ہو جائیں گے، میں اس وجہ سے روتا ہوں۔

ولادتِ عباسؓ پر حضرت علیؓ، حضرت زینبؓ

اور حضرت اُم البنینؓ کی گفتگو:

جب عباسؓ پیدا ہوئے تو عقیلہ بنی ہاشم، ربیعہ زوجی و عصمت جناب زینب کبریٰ

سلام اللہ علیہا نے امیر المومنین کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔

”بابا ! آپ نے مولود کا نام کیا رکھا اور کنیت اور لقب کیا قرار دیا؟“

مولائے کائناتؑ نے بصد عاطفیت و شفقت کے فرمایا۔

”ہاں بیٹا ! ہم نے ان کا نام بھی رکھ دیا ہے اور کنیت و لقب بھی قرار دے دیا“

جناب زینب علیہا السلام۔

”بابا ! وہ کیا؟“

امیر المومنین علیہ السلام۔

”بیٹا ! نام۔ تو پس ان کا نام ”عباس“ ہے۔

اور کنیت۔ تو وہ ہے ”ابو الفضل“ اور لقب۔ تو وہ ہیں ”قمر بنی ہاشم“ و ”مہدودمان

رسالت“ اور ”سقاء“۔“

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے بصد تعجب کے عرض کیا۔

”بابا ! بے شک یہ جو نام ہے ”عباس“۔ یہ شجاعت اور دلیری کی علامت ہے

اور یہ جو کنیت ہے ”ابو الفضل“۔ یہ زکاوت قلب و نجابت کا نشان ہے اور یہ جو لقب ہیں

یہ ”قمر بنی ہاشم“ اور ”مہدودمان رسالت“۔ یہ جمال و کمال اور ہیبت و جلال کا پتہ دیتے

ہیں لیکن بابا ! یہ ”سقاء“ لقب قرار دینے کا کیا سبب ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا۔

”بیٹا ! میرا یہ لال کر بلا کے پیاسوں کی سقائی کرے گا۔“ یہ کہہ کر گریہ کیا آپ کے

گریہ اور بیان کر بلا سے جناب زینبؑ پر رقت طاری ہوئی اور مادر گرامی کے بتائے

ہوئے واقعات کے یاد آنے پر چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ کیفیت قلب و دگرگوں ہوئی۔

گریہ گلو گیر ہوا۔ امیر المومنینؑ نے حدیث ام ایمن بیان کی۔ بی بی کے گریہ کی صدا بلند

ہوئی۔

مولّا نے فرمایا۔

”اے بیٹا! صبر کے ساتھ اپنے دل کو قوی رکھو۔ اپنے آنسوؤں کو روک لو۔ اور اپنے بھائی کو اسکی ماں کے پاس لے جاؤ یقیناً اس مولود کے لئے تمہاری معیت میں اعلیٰ شرف اور شانِ عظیم ہے۔“ تو آپ مولودِ نبیل و بطلِ جلیل کو لے کر جنابِ امّ البنینؓ کے پاس آگئیں اور انکے اس استفسار پر کہ ”میرے والی و سید و سردارؑ نے اس مولود کا نام کیا رکھا؟“۔

سارا واقعہ بیان کیا۔ جسے سن کر جنابِ امّ البنینؓ نے فرمایا۔

”ساری تعریف اس پروردگار کے لئے کہ جس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور میرے لئے اپنے وعدے کو پورا کیا۔“

یہ سن کر جنابِ زینب سلام اللہ علیہا نے استفسار کیا کہ۔ ”وہ خواب کیا تھا“

جنابِ امّ البنینؓ علیہا السلام نے وہ خواب بیان کیا جس میں آپ نے اپنی آغوش میں چاند کا اترنا دیکھا تھا۔ (الخصائص العباسیہ۔ محمد ابراہیم الکلباسی نجفی۔ ص ۶۹ تا ۷۱)

حضرت عباسؓ، حسن اخلاق، پاک سیرت،

روشن ضمیر، اور دل کش شہاگل کے مالک تھے:

مقاتل الطالیین میں روایت ہے کہ ”بین عینیہ اثر السجود“ (ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا)

ابن جوزی نے ہشام بن محمد سے اور انھوں نے قاسم بن اصغ فباشعی سے روایت کی ہے کہ جب شہیدوں کے سر کو فہ لائے گئے تو میں نے ایک سر کو دیکھا کہ نہایت خوب صورت اور وجیہ تھا اور اس کی صورت مثل چاند کے چمکتی تھی اور سجدہ کا نشان اس

کی پیشانی پر تھا، میں نے دریافت کیا کہ یہ سر کس کا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ عباس بن علیؑ کا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں حرمہ بن کاہل الاسدی ہوں۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ میں نے حرمہ کو پھر دیکھا اُس وقت اس کی صورت مثل کوملہ کے سیاہ ہو گئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہوئی کہ تمہاری صورت مسخ ہو گئی، اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے سر کو نیزہ پر رکھا اور جگہ جگہ پھرایا میری صورت سیاہ ہو گئی جیسی کہ تم اب دیکھتے ہو۔

ان روایتوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عباسؑ اس قدر عبادت فرماتے تھے کہ ان کی پیشانی پر سجدہ کا نشان پڑ گیا تھا اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ اس مقدس باپ کے بیٹے اور اس بزرگ کے بھائی تھے جو ایک رات میں ہزار ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور یہ قول امیر المومنینؑ اور سید الشہداءؑ کے بارے میں ہے جس کو فریقین کے سب آدمی مانتے ہیں۔

حضرت عباسؑ کی اہل بیتؑ سے غمخواری اور نگہبانی اور سقاہت کا ہر شخص معترف ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ میرے چچا عباس بصیرت نافذ، دور بینی اور محکم ایمان کے حامل تھے۔ انھوں نے راہ خدا میں اپنے بھائی کے ساتھ جہاد کیا اور امتحان میں پورے اترے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

شیخ صدوقؑ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے ایک دن عبید اللہ بن حضرت عباسؑ کو دیکھا اور رو کر فرمایا:-

رسول خداؐ پر احد، کے دن سے زیادہ سخت دن نہیں پڑا جس دن کہ ان کے چچا حمزہ بن عبدالمطلبؑ اسد اللہ و اسد رسول اللہؐ شہید ہوئے، اور میرے بابا حسینؑ پر روز عاشورہ

سے زیادہ سخت دن نہیں پڑا جس دن ان کو تیس ہزار آدمیوں نے گھیر لیا تھا اور وہ سب یہ جانتے تھے کہ امام علیہ السلام پیغمبرؐ کے لخت جگر ہیں لیکن ان کا قتل کرنا باعث خوشنودی خدا سمجھتے تھے اور باوجود اس کے کہ حضرت ان کو رسالت مآبؐ سے اپنی قرابت یاد دلاتے تھے لیکن وہ کچھ نہ سنتے تھے یہاں تک کہ ظلم و ستم سے ان کو شہید کر دیا۔

پھر حضرت زین العابدینؑ نے فرمایا کہ اللہ پاک میرے چچا عباسؓ پر رحمت نازل فرمائے کیونکہ انھوں نے اپنے بھائی کی نصرت میں اپنی جان قربان کر دی اور بہت اچھا امتحان دیا۔ اپنے دونوں ہاتھ کٹوا دیئے جس کے عوض خداوند عالم نے ان کو بھی دو پر مثل حضرت جعفر طیارؑ کے عطا فرمائے۔ جن کے ذریعہ سے وہ ملائکہ کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔ میرے چچا عباسؓ کا خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے جس پر قیامت کے دن تمام شہداء رشک کریں گے۔

شیخ صدوق نے ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے ایک روز رسالت مآبؐ کو غمگین دیکھا انھوں نے سبب پوچھا، حضورؐ نے فرمایا:-

”هآة شوقى ان اخوانى من بعدى“

میرے دل کو اپنے بھائیوں کے دیکھنے کا جو میرے بعد آئیں گے اشتیاق پیدا ہوا۔ ابوذر غفاریؓ نے کہا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم میرے اصحاب ہو اور وہ لوگ وہ ہوں گے جو رضائے الہی کے لیے اپنے ماں باپ، بھائیوں، بہنوں اور عزیزوں کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تاکہ میرے حسینؑ کی نصرت کریں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے ابوذرؓ ان کی شہادت کا ثواب شہدائے بدر کے ثواب سے ستر گنا زیادہ ہوگا۔ حضرت ابو الفضل العباسؓ کے بلند مقام کے لیے یہ کہنا کافی ہے کہ تمام شہداء مقام عباسؓ پر رشک کریں گے، ابن شہر آشوب نے مناقب میں، سمعانی نے

رسالہ القوامہ، زعفرانی نے ”فضائل الصحابہ“ میں، عکبری نے ”ابانہ“ میں، ابن مؤذن نے ”الربیعین“ میں ابن بابویہ قتی نے ”عیون اخبار الرضا“ میں، مجلسی نے بحار میں اور تمام مورخین نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ روز قیامت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا محشر کے میدان میں وارد ہوں گی اور دادخواہی کے لیے بارگاہِ الہی میں فریاد کریں گی۔

حضرت رسالت مآبؐ فرمائیں گے کہ اے میری پیاری فاطمہ آج شفاعت کا دن ہے نہ کہ دادخواہی کا۔ یہ روایت بہت مفصل ہے خبر کے آخر میں درج ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا فرماتی ہیں کہ میری شفاعت کا سامان لاؤ اس کے بعد فرمایا۔ ”کفانا الشفاعۃ یدان مقطوعتان ولدی العباس“۔

اس روایت سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اولاً حضرت زہراؑ نے عباسؑ کو مانند حسینؑ اپنی اولاد کہا اور اس کے بعد فرمایا کہ شفاعت کے لیے عباسؑ کے دودست بریدہ کافی ہیں۔ اس روایت سے حضرت ابو الفضل العباسؑ کا مقام اس درجہ کو پہنچتا ہے جو مقام امامت کے پہلو بہ پہلو ہے۔

ہاں! انھیں فضائل کی وجہ سے اللہ پاک نے عباس علیہ السلام کی بارگاہ کو لاکھوں اہل دل و ادب کی جائے طواف قرار دیا اور ان کو حاجت مندوں کا باب الحوائج بنایا۔ میرا نیس نے حضرت عباسؑ کے بلند مرتبہ کی کیا خوب تصویر کشی کی ہے:-

اللہ رے نسب واہ ری تو قیر زہ جاہ دادا تو ابوطالبؑ غازی سا شہنشاہ
عم جعفر طیار ہز بر صف جنگ گاہ اور والد ماجد کو جو پوچھو اسد اللہ

فخر ان کو غلامی کا حسین ابن علیؑ کی

مادر کو کنیری کا شرف بنت نبیؑ کی

حضرت عباس اپنی والدہ ماجدہ کی نظر میں:

خلقت کے دائرہ محبت کو پانچ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ محبت نزولی جو ماں باپ کو اولاد سے ہوتی ہے۔

۲۔ محبت صعودی، جو اولاد کو اپنے ماں باپ سے ہوتی ہے۔

۳۔ محبت عرضی، جو زن و شوہر اور بھائی بہن میں ہوتی ہے۔

۴۔ محبت فطری، جو درمیان منعم و شاکر ہوتی ہے۔ یہی محبت حقیقی ہے۔

۵۔ محبت خیالی، وہ مجازی محبت جو انسانوں کے درمیان ہوتی ہے۔

ماں باپ کی محبت اپنی اولاد سے محبت نزولی ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے

مروی ہے کہ چونکہ آدم ابو البشر خاک سے پیدا کئے گئے، خلقت کا سبب محبت بنی، اس

پہلو سے تخلیق آدم نے حرکت نزولی اولاد میں کی، اسی وجہ سے ہر باپ اور ماں اپنی

اولاد کو مجبوراً دوست رکھتے ہیں اور یہ دوستی حیوانات میں بھی بدیہی ہوتی ہے۔ یہاں

تک کہ فلاسفہ نباتات اور جمادات میں بھی دوستی کے قائل ہیں۔

چونکہ اولاد رشتہ جگر سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اولاد کو پارہ جگر کہا جاتا ہے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کی نگہبانی میں خلاف معمول دلیری دکھلاتی

ہیں اور ہر درندہ کے مقابل بچہ کو بچانے کے لیے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتی ہیں۔

جو عورتیں تربیت یافتہ اور خاندانی ہوتی ہیں شوہر کا ہر حکم بسر و چشم مانتی ہیں اور اپنے

شوہروں کی خواہش کے مطابق اولاد کی پرورش اور تربیت کرتی ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت علیؑ نے حضرت اُم البنین کا انتخاب اپنی زوجیت کے لیے کیا

تاکہ بہادر اور صاحب غلبہ لڑکا پیدا ہو۔ حضرت اُم البنین نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا

تھا اور اپنے شوہر کی اطاعت و فرماں برداری میں، خانگی امور کے انتظام اور اولاد کی

پرورش میں بالخصوص عباسؑ کی تربیت میں انتہائی دلچسپی لیتی تھیں۔

عباسؑ سے حضرت علیؑ کو بے حد محبت تھی، جب اُم البنینؑ نے یہ دیکھا تو خود بھی بوجہ اس کے کہ عباسؑ حضرت علیؑ کی اولاد ارشد میں سے تھے ان کی تربیت نہایت محبت سے فرمائی۔ جس قدر حضرت عباسؑ اپنی تربیت و ادب میں ترقی کرتے جاتے تھے اتنا ہی حضرت علیؑ کی محبت بڑھتی جاتی تھی یہ دیکھ کر حضرت اُم البنینؑ کی محبت بھی دوچند ہوتی جاتی تھی، وہ حضرت عباسؑ کی کسی تکلیف کو گوارا نہ کرتی تھیں اور ایک لمحہ کے لیے یہ نہیں چاہتی تھیں کہ کسی قسم کا رنج یا صدمہ ان کو پہنچے۔

ایک روز حضرت علیؑ نے عباسؑ کو اپنے زانو پر بٹھایا اور ان کی استینیں اونچی کیس اور ان کے بازوؤں کو بوسہ دیا۔ اور گریہ فرمایا۔ یہ دیکھ کر حضرت اُم البنینؑ کو بہت تکلیف ہوئی اور انھوں نے امیر المومنینؑ سے رونے کا سبب دریافت کیا، حضرت نے جواب دیا کہ اس کے ہاتھ اپنے بھائی حسینؑ کی نصرت میں قطع کیے جائیں گے، آپ بوجہ محبت مادری بیتاب ہو گئیں، لیکن جب حضرت علیؑ نے عباسؑ کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا اور یہ بتایا کہ دونوں ہاتھ جدا ہونے کے بعد خداوند تعالیٰ ان کو دو پر عطا فرمائے گا جن کے ذریعہ سے وہ بہشت میں پرواز کریں گے تو یہ سن کر آپ خاموش ہو گئیں۔

جناب اُم البنینؑ نے حمد خدا کے تعویذ فرزندوں کے گلے میں پنہائے تھے:-

بأقر شریف قرشی نے اپنی کتاب العباس بن علیؑ میں المنق فی اخبار

قدیش -- ص ۴۳۷ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ۔

أُعِيْذُهُ بِالوَاحِدِ مِنْ عَيْنِ كُلِّ حَاسِدٍ

قَائِمِهِمُ وَالْقَاعِدِ مُسْلِمِهِمُ وَالْجَاهِدِ

صَادِرِهِمُ وَالْوَارِدِ مَوْلَدِهِمُ وَالْوَالِدِ

تعویذ کا ترجمہ :-

”میں نے اپنے فرزند کو خدائے واحد کی پناہ میں دیا، میرے
فرزند کو ہر حاسد کی نظر سے تو ہی محفوظ رکھنے والا ہے۔ انہی، انسانوں
میں اُسے تسلیم کرنے والے بھی ہیں اور رب کا انکار کرنے والے بھی
ہیں، وہی مالک کائنات ہے جو وجود میں لاتا ہے اور واپس بلانے
والا ہے، وہی رب کائنات پیدا کرنے والا ہے، میرے فرزند کو اور
ان کے آباؤ اجداد کو بھی۔“

حضرت عباسؓ اپنے بھائی کی نظر میں :

حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے زیر سایہ تربیت پائی، حسنین علیہم السلام کے بعد
حضرت علیؓ کی توجہ و شفقت سب سے زیادہ عباسؓ پر تھی، یعنی جس طرح پیغمبرؐ نے حسنینؑ
کی خاص طور سے تربیت فرمائی، اپنی زبان و انگشت مبارک سے شکم سیر کیا اپنے زانو پر
بٹھلا کر پروان چڑھایا اور تمام مسلمانوں سے ان کی ہر موقع پر ظاہری و باطنی سفارش
فرمائی اور ان کی عظمت کا تعارف کرایا، اسی طرح حضرت علیؓ نے عباسؓ کی تربیت اس
مقصد سے کی کہ وہ اپنے بھائی حسینؓ کی مدد اس وقت کریں جب وہ میدان میں تنہا رہ
جاویں اور برابری کی فرماں برداری کرتے رہیں۔

عباسؓ اپنے فرض کو اچھی طرح جانتے تھے اور کبھی بھول کر بھی ادب کو ہاتھ سے نہیں
جانے دیا۔

عباسؓ کے متعلق نہ دیکھا گیا اور نہ سنا گیا کہ کبھی بھی اپنے باپ کے زمانہ میں جب
ان کا سن سترہ برس کا تھا اور اپنی شہادت کے وقت تک کوئی بھی قدم ادب کے دائرہ کے
باہر اٹھایا ہو اور وہ ہمیشہ بھائیوں کے احکام کی تعمیل جان و دل سے کرتے تھے اور نہایت

خندہ پیشانی اور فروتنی سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ صاحب غلبہ اپنے بازو کی قوت کے بھروسہ پر خود پسند اور جابر ہو جاتے ہیں لیکن عباسؑ باوجود اپنی قوت و طاقت کے نہ صرف اپنے بزرگوں کا ادب کرتے تھے بلکہ کمزوروں اور بچوں تک کی خاطر داری اور دلجوئی فرماتے تھے۔ ہاں جس نے حسن جیسے بردبار بزرگ اور حسین جیسے شجاع اور سخی کے سایہ میں تربیت پائی ہو اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اسی وجہ سے عباسؑ کے بھائی ان سے غیر معمولی محبت فرماتے تھے۔

حضرت اُمّ البنینؑ کا صبر و استقلال:

عرب ممالک کی تاریخ میں کچھ عورتیں ایسی ہیں جو امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہماری زندگی کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ اور اس وسیع و عریض دنیا میں بسنے والی عورتوں کے واسطے انقلابی رہنما ہو سکتی ہیں۔

جب جزیرۃ العرب میں اسلام کا نور چمکنے لگا۔ تو مکہ و مدینہ آئین اسلام اور تربیت و تعلیم نوع انسان کے لیے مضبوط مرکز قائم ہوا۔

اس مرکز کی تقویت کی خاطر عرب کے مردوں کے ساتھ ساتھ جنگلوں میں عورتیں بھی برابر شرکت کرتی رہیں۔

ان کی شرکت کے لیے مخصوص حالات و کیفیت مقرر تھے چنانچہ تاریخ عرب سے باخبر مورخین کے لیے یہ بات مخفی نہیں کہ مردوں کے ساتھ خواتین بھی دشمن کے مقابلے کے لیے شرکت کرتی رہی ہیں۔ ان میں سے بعض خواتین مخصوص بنیادی اسباب و علل کی بنا پر شریک ہو چکی ہیں۔

ان میں سے بعض خواتین نے اپنے شوہروں کو اور اولاد کو اپنے رہنما کے سامنے فدا

کاری کے لیے پیش کیا تھا۔ اور اپنی اس پیشکش پر فخر کرتی تھیں کہ دین اسلام پر اپنا بہترین سرمایہ حیات قربان کر دیا۔

ان اوصاف کی حامل خواتین میں اُمّ البنین۔ حضرت اُمّ رباب اور حضرت زینبؓ کبریٰ ہیں جنہوں نے اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام اور اصحاب کرام کی قتل گاہ میں کھڑے ہو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی اَللّٰهُمَّ مِنَّا هَذَا الْقَرْبَانِ یعنی خدایا ہماری طرف سے اس قربانی کو قبول فرما۔ اس قدر صبر و استقامت اور روحانی قوت کا کمال یہ سب شرافتِ نفس کی انتہا ہے۔ اس جملے سے اُن کی شخصیت اور معرفتِ خدا کی کمالات عیاں ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت اُمّ البنینؓ کا صبر و استقامت جلال و عنایت نمایاں ہے۔

حضرت اُمّ البنینؓ نے جب یہ خبر پائی کہ عباسؓ کے بازو قلم ہوئے۔ اور جب یہ خبر سنی تو فرمایا۔

”الحمد لله الذي جعل ولدي فداءً لابن بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم“

”ساری تعریف اس پروردگار کے لیے جس نے میرے بیٹے کو دلبرِ بتول کا فدیہ قرار دیا“ (اُمّ البنین علیہا السلام شیخ نعمۃ الساعدی ص ۲۹)

قبل از ولادت حضرت عباسؓ رسول اللہؐ کی پیشینگوئی:

جب حضرت جعفر طیار کی خبر شہادتِ محبوبِ خدا کی زبانی جناب امیر علیہ السلام نے سنی تو آپ پر ایک غمِ عالم کا پہاڑ پھٹ پڑا اور فرمانے لگے کہ بھائی جعفر طیار کی شہادت سے علیؑ کی کمر لوث گئی مگر جب منجرِ صادق سے یہ سنا کہ اُس ہدیہ الہی کو کئے ہوئے ہاتھوں کے عوض اُس منعِ حقیقی نے دو پر زمر و سبز کے عطا فرمائے ہیں تو درگاہ رب العزت میں

بے حد شکر گزار ہوئے اور فرمانے لگے کاش یہ مرتبہ مجھے حاصل ہو جاتا۔
مرزا دسپیر فرماتے ہیں:-

سن کر یہ تمنا شہہ لولاک پکارے بس بس کہ یہ حصہ ہے بھتیجے کا ہمارے
جو عاشق شبیر ہے بیٹوں میں تمہارے شانوں کو کٹائے گا جو دریا کے کنارے
رتبہ کی بلندی میں فلک پست ملیں گے
یا قوت کے پران کو سر دست ملیں گے

زہرا کوئی دو تین برس اور ہے مہماں اک صالحہ سے ہوگا ترے عقد کا سماں
اُس بی بی کے فرزند گرامی کے میں قرباں سمجھے گا نواسے کو مری جان اور ایماں
قربان وہ رہے گا پسر خیر النساء پر
جس طرح سے تم مجھ پہ فدا اور میں خدا پر

سجدہ کیا حیدر نے کہ ہے اوج پہ تقدیر کی عرض پیہر سے کہ اے صاحبِ تطہیر
سبطین کو تو حق نے کیا شبیر و شبیر تم نام مرتے بیٹے کا رکھو تو ہو تو قیر
پر نام میں دو طرح کی تاثیر ہو پیدا
میرا ہو جلال الفت شبیر ہو پیدا

جناب امیر علیہ السلام کی یہ خواہش سن کر درگاہِ سمیع البصیر سے یہ آواز آئی کہ اے علی
مطمئن رہو ہم نے تمہاری خواہش کے بموجب ابھی سے اُس مولود مسعود کا نام عباس
تجویز کر لیا ہے۔

ہے عین سراسم کہ ہوئے گا علمدار بے سے ہے بشارت کہ وہ ہے بازوئے سالار
ایمان کا آغاز الف سے ہے نمودار ہے سین سے سقائے سیکندہ خوش اطوار
ہے عین کے سر پر جو زبر خواہش رب ہے

وہ بازوئے شبیرِ زبردست ہے سب سے

زہرا علیٰ کی پُر حسرت گفتگو:

جناب امیر علیہ السلام یہ شادی و غم کی خبر سن کر جب مدینہ تشریف لائے اور جناب سیدہ سے یہ ماجرا بیان کیا تو جناب معصومہ نے رو کر فرمایا کہ اے ابوالحسن! میں آپ کو بہ رضا و رغبت اجازت دیتی ہوں کہ آپ مادر عباس سے عقد کر لیں تاکہ میں حسین کے فدائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔

مرزا دبیر فرماتے ہیں:-

حسرت ہے کہ عباسؑ جو پیدا ہو میں پالوں جو ناز کرے فخر سمجھ کر میں اٹھالوں
شبیرؑ کے فدایہ پہ سب ارمان نکالوں بس دودھ چھڑاتے ہی میں نوشاہ بنالوں
نہی سی سپر پشت پہ ہو تیغ کمر میں
کاندھے پہ علم رکھ کے پھراؤں اسے گھر میں
حیدرؑ نے کہا سب یہ حشم ہوئینگے زہراؑ بھائی کے وہ مختار علم ہوئیں گے زہراؑ
سقائے یتیمان حرم ہوئینگے زہراؑ پر کب کہ تم ہوگی نہ ہم ہوئینگے زہراؑ
نو سال ملک بس وہ ہمیں بابا کہیں گے
پھر شاہ شہیداں کی غلامی میں رہیں گے

یہ سن کے جب سیدہ کو نین جناب عباسؑ کی دید سے مایوس ہو گئیں تو جناب زہراؑ کو بلا کر ارشاد فرمانے لگیں کہ اے پارہ جگر جب تمہارا چھوٹا بھائی عباسؑ پیدا ہوا تو میری جانب سے تم اُسے پالنا۔ اس کی شادی کرنا اور اُس کی بلائیں لے کر اُس کے دونوں بازوؤں کے میری طرف سے بوسے لینا جو میرے فرزند حسینؑ کی حمایت میں قطع کئے جائیں گے جناب زہراؑ نے فرمایا بہت خوب۔ اور ماں کی وصیت کے بموجب تا عمر

جناب عباس علیہ السلام کو مثل امام حسین علیہ السلام کے اپنا بھائی ہی سمجھتی رہیں۔
 جناب عباس علیہ السلام کی خبر ولادت سن کر جناب امام حسین علیہ السلام کے دولت
 کدہ میں تشریف لانے اور اپنے چھوٹے بھائی کو گود میں لینے کی جناب مرزا دبیر
 صاحب مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ نے اپنی زبان معجز بیان سے ایسی بے مثل و نظیر لفظی تصویر
 کھینچی ہے جس کو دیکھ کے روح مانی و بہزاد بھی آئینہ کی طرح حیران اور ساکت و
 سامت ہے۔

مرزا دبیر فرماتے ہیں:-

شاہ شہدا آئے جو منہ دیکھنے کو پاس نعلین کے بوسہ کو ہمکنے لگے عباس
 تھا روز تولد یہ لحاظ و ادب و پاس آغوش میں آنا تھا کہ پوری ہوئی سب آس
 نے دودھ کی پروا تھی نہ مادر کی خبر تھی
 قلقلاریاں تھیں اور رخ مولا پہ نظر تھی
 علمدار حسینی کی صغریٰ میں جناب اُم البنین کا خواب:
 از مرزا دبیر:-

کیا دیکھتی ہیں خواب میں عباس کی مادر اک باغ میں پھرتا ہے وہ حیدر کا صنوبر
 اک دوش پہ طوبیٰ ہے تو اک دوش پہ کوثر گویا کہ تر و خشک ہیں قبضہ میں برابر
 حیرت زدہ نیرنگی دنیا سے ہیں عباس
 چشمہ تو ہے کاندھے پہ مگر بیا سے ہیں عباس
 یہ دیکھ کے گھبرا گئی آنکھوں کو کیا دا سوتے میں پھری گرد پسر حق کی وہ شیدا
 کاندھے پہ لگی ڈھونڈنے پھر کوثر و طوبیٰ چونکایا اسے چوم کے منہ اور یہ پوچھا
 خوشنود ہو اس وقت کہ مغموم و حزیں ہو

عباسؑ میں صدقے گئی پیاسے تو نہیں ہو

حضرت عباسؑ نے فرمایا جی نہیں میں بالکل سیر و سیراب ہوں۔ بیٹے کی زبان سے یہ مطمئن کلمہ سن کر آپؑ نے دوبارہ آرام فرمانے کی اجازت تو دے دی لیکن پوری رات الجھن میں بسر ہوئی صبح ہوتے ہی آپؑ نے شیر خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا اور تعبیر دریافت فرمائی جناب امیر علیہ السلام یہ خواب سن کر پہلے تو متہمس ہوئے پھر بے اختیار رونے لگے اور ارشاد فرمایا اپنے خواب کی تعبیر حسینؑ سے پوچھو کیونکہ یہ خواب انہیں کی ذات سے تعلق رکھتا ہے جناب ام البنینؑ نے یہ ارشاد سن کر فوراً شہزادہ کو نین جناب امام حسین علیہ السلام کو بلا کر اپنا خواب سنایا۔ آپ خواب سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا۔ مادر گرامی یہ خواب نہیں بلکہ قدرت نے ایک آنے والے حادثہ کی پیشینگوئی کی ہے۔ جس باغ میں آپؑ نے میرے قوت بازو کو سیر کرتے دیکھا ہے وہ گلزارِ جنت ہے اور طوبیٰ سے مراد علم رسولؐ ہے جو بروز عاشورا میرے علمدار کے کاندھے پر ہوگا۔ اور کوثر سے مراد میری پیاسی بیٹی سیکندہ کی پُر آب مشک ہے جسے بھرنے کے لیے میرا فدائی نہر فرات پر جائے گا اور تین دن کا بھوکا اور پیاسا راہ خدا اور میری وفاداری میں دونوں شانے کٹا کر شہید کر ڈالا جائے گا۔ جناب ام البنینؑ نے:-

یہ سن کے کئی شکر کے سجدے کئے پیہم اور دوڑ کے عباسؑ کے صدقے ہوئی پر غم ماتھے کے عوض شانوں کے بوسے لیے اس دم اور بولیں یہ فرزند سے صدقے ہوں تے ہم

یہ میری محبت نہ بھلا دیجو بیٹا

جو کہتے ہیں یہ اُس سے سوا کچھ بیٹا

لو ہاتھوں کو اماں کی طرف اپنے بڑھادو خوشبوئے علمداری و سقائی سگھا دا

کس روز علمدار بنو گے یہ سنا دو اور دودھ کے بدلے ہمیں کیا دو گے بتا دو
محشر میں علم کے تلے بٹھلائو ہم کو
تم فاطمہ کے سامنے لیجائیو ہم کو
حضرت عباسؓ کی ولادت (مرزا پیرو):

اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کی تنہا کے مطابق ایک فرزند اُم البنینؓ سے عطا فرمایا۔
ولادت کے ساتویں دن حضرت علیؓ علیہ السلام نے ”عباس“ نام رکھا اور ایک بھیڑ عقیقہ
کر کے ذبح کیا۔ سرمند وایا بالوں کے برابر چاندی تول کر راہ خدا میں صدقہ دیا۔
حضرت عباسؓ کی ولادت سال ۲۲ ہجری میں واقع ہوئی اور یہ بابرکت مولود اپنے
تمام خاندان بلکہ اس زمانے کے تمام لوگوں میں علم و فضل اور شجاعت و استقامت میں
انتیازی شان رکھتا تھا۔ اور اس کا کوئی نظیر نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ واقعاً حضرت علیؓ علیہ
السلام کی تنہا مجسم ہو کر شکلِ عباسؓ میں سامنے آئی ہے۔ اس میں شک نہیں مومن کی
آرزو جو دل میں رکھتا ہے کسی دن وہ مجسم ہو کر سامنے آتی ہے اور جب کُل ایمان کی
آرزو ہو تو وہ عباسؓ کی شکل میں نور بن کر آ جاتی ہے۔ حضرت علیؓ علیہ السلام کی آرزو یہ
تھی کہ کربلا کے میدان میں جب میرا بیٹا حسین یکہ و تنہا رہ جائے تو اس وقت عباسؓ
جیسا قد آور شیر دلاور کام آئے گا۔

اور اُم البنینؓ بھی اپنے خواب کی تعبیر جلد ظاہر ہونے کی توقع رکھتی تھیں تاکہ
ستاروں کے درمیان ایک ہاشمی قمر کے چمکنے کا منظر دیکھ لیں۔

علامہ قزوینی لکھتے ہیں کہ حضرت اُم البنینؓ خانہ امیر المومنین میں مقیم رہیں۔ اور
بصد مستعدی ہر خدمت کو فرض عین سمجھتی رہیں۔ امیر المومنین کی دُعا اور تمنا بے اثر نہیں
ہو سکتی تھی۔ لہذا وہ وقت آیا کہ۔ عقد کے بعد تقریباً ایک سال گزرتے ہی ایک چاند سا

بچہ آغوشِ مادر میں آگیا۔ (حدائق الانس جلد ۲ صفحہ ۷۶ طبع ایران) علامہ مامقانی رقمطراز ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے یہاں آنے کے بعد حضرت اُم البنین کی گود بھر گئی واول ما ولدت العباس اور سب سے پہلا جو بچہ پیدا ہوا وہ حضرت علی کی تمناؤں کا مجموعہ تھا۔ جس کا نام عباس بن علی رکھا گیا۔ (تنقیح المقال صفحہ ۱۲۸ باب العباس من ابواب العین طبع ایران)

مرزا دبیر کے کلام میں حضرت اُم البنین کے حالات شادی کے بعد اور حضرت عباس کی ولادت:-



اب شامِ رقم میں قمرِ کلک ہے تاباں
اعمال ادا کر کے شبِ نیمہ شعباں
جاگے جو نصیب اس کے تو سوئی یہ خوش ایماں
رویا میں ملی دولت بیدارِ فراواں
خوش ہو کے اُنھیں بخششِ معبود کو ڈھونڈھا
داماں میں بر میں دُرِ مقصود کو ڈھونڈھا



ہو کر متبسم شہِ مرداں یہ پکارے
کیا ڈھونڈھتی ہو اُس نے کہا عرش کے تارے
کیا خواب میں بیدار ہوئے بختِ ہمارے
اک چاند ابھی گود میں تھا تین ستارے

فرمایا مقدر میں ترے چار پسر ہیں
پر تین خلفِ تارے ہیں عباسؑ قمر ہیں

﴿۳﴾

خاتم کے نواسہ پہ جو ہوئیں گے یہ قرباں
 بخشے گا خدا ان کو عجائب سر و ساماں
 ہر مرسل و ہر امت و ہر جن و سلیمان
 عباس ابوالفضل پہ سب ہوئیں گے گریاں
 بھیجیں گے درود اور صلوٰۃ ارض و سا بھی
 جنات بھی انساں بھی ملائک بھی خدا بھی

﴿۴﴾

ناگہ صدف نسل میں درِ نجف آیا
 اور وجد میں فوراً فلک نے صدف آیا
 دورِ قمر و برج جلال و شرف آیا
 اور آیۃ الہام خدا ہر طرف آیا
 تعبیر مجسم نظر آئے گی جہاں کو
 رویا میں اسی چاند کی رویت ہوئی ماں کو

﴿۵﴾

جس چاند سے معلوم ہوئے حمل کے آثار
 اعجاز و کرامات کے کھلنے لگے اسرار
 ماں راتوں کو سوتی تھی یہ تھے بطن میں بیدار
 پچھلے سے جگاتے تھے پئے طاعت غفار
 یہ عشق کسی طفل شکم کو ہے کسی کا
 ہر وقت لیا نام حسین ابن علی کا

﴿۶﴾

حجرے کو حمیدہ کے حسین آتے تھے جس دم
اٹھ اٹھ کے یہ گرد اُن کے پھرا کرتی تھی پیہم
کہتے تھے یہ شبیر کہ ثانی مریم
اس خرد نوازی سے تو ہوتے ہیں جُل ہم
ہم آپ کے فرزند ہیں تعظیم یہ کیسی
کیوں گرد مرے پھرتی ہو تکریم یہ کیسی

﴿۷﴾

وہ کہتی تھی واری گئی پوچھو تو یہ ہم سے
پلتے ہیں مرے بطن میں جو ناز و نعم سے
کان ان کے لگے رہتے ہیں آواز قدم سے
آتے ہو جو تم حکم یہ دیتے ہیں شکم سے
کونین کی مختار کی تعظیم کو اُٹھو
اماں مرے سردار کی تعظیم کو اُٹھو

﴿۸﴾

تعظیم میں ہو دیر تو اے عاشق باری
یہ زور دکھاتے ہیں غلامی کا تمھاری
اٹھتی ہوں تو پھر بیٹھ نہیں سکتی ہوں واری
کہتے ہیں پھر گرد قسم تم کو ہماری
ہے ترک ادب بیٹھ نہ جایا کرو اماں
عباس کو گرد ان کے پھر آیا کرو اماں



دنیا میں پھرے دن سحر و شام کے ناگاہ
 طے ماہ ید اللہ نے کی منزل نہ ماہ
 نو روز کی شب ساعت تحویل سحر گاہ
 طالع ہوا یہ ماہ بنی ہاشم ذبیحہ
 اس چاند نے جو وقت سحر جلوہ گری کی
 سورج میں اداسی تھی چراغ سحری کی



وارد ہوئیں حوران جہاں غرق جواہر
 کشتی میں لیے ننھا سا اک خلعت فاخر
 پانی کی ہوئی چاہ جو نہلانے کی خاطر
 کوثر سے سبو بھر کے ملائک ہوئے حاضر
 اک دن تھی یہ پانی کی کمی ظلمِ عدو سے
 میت کا ہوا غسلِ جراحۃ کے لہو سے



خود ساقی کوثر نے دیا غسلِ ولادت
 کانوں میں کہی آپ ازاں اور اقامت
 پھر دامنِ شبیر میں دی اپنی وہ دولت
 فرمایا کہ راضی ہوئے اے فدیہ امت
 ہر روز تقاضا تھا علمدار کا ہم سے
 لو آج خدا نے یہ دیا اپنے کرم سے

.....﴿۱۲﴾.....

جس چاند میں ایماں کے چمن کو یہ ملا پھل
کہتے ہیں کہ وہ ماہ جمادی تھا پر اوّل
تاریخ دوم اور سوم درج ہے مجمل
اُنٹیس تھے سن ہجرت اقدس کے مفصل

تاریخ کی تاکید ہوئی کلکِ قدر پر
اُنٹیس کا چاند اُن کو لکھا لوحِ قمر پر

.....﴿۱۳﴾.....

جب والدہ کے دودھ سے دھوئے لبِ ذیشاں
تسلیج پڑھی شکر کی بے سبب دنداں
ہر بات میں تھی پیروی شاہِ شہیداں
واں صبح ولادت کو ہوا پیاس کا ساماں

یاں تیسرے دن دودھ حمیدہ کا ہوا خشک
عباسؑ کا منہ خشک تھا لبِ خشک گلا خشک

﴿۱۴﴾

کہتی تھی حمیدہ ارے لوگو میں کروں کیا
مہمان کو مرے گھر میں نہیں دودھ مہیا
بچے کا اشارہ تھا یہ منصب کا ہے تمغا
پیاسے کا علمدار ہوں پیاسے کا ہوں سقا

اوتیس برس شوقِ شہادت میں جئیں گے
ہم تیسرے دن پیاس میں پانی نہ پیئیں گے

﴿۱۵﴾

یہ دیکھ کے شبیرؑ نے کی آہ و فغاں ہائے
 گہوارے میں عباسؑ تھے بے شیرطپاں ہائے
 لعل لب شیریں تھے اودا ہٹ تھی عیاں ہائے
 اور سوکھ کے قرآن کی نشانی تھی زباں ہائے
 تھی دودھ کی فکر اُن کے لیے جو شہِ دیں کو
 اغلب تھا کہ لے آئے فلک گاؤ زبیں کو

﴿۱۶﴾

کلمہ یہ لب نہرِ لبن سے ہوا جاری
 جھولے کے پھروں گرد جو مرضی ہو تمہاری
 پر دایۂ تقدیر دعا دے کے پکاری
 حیدر کی زباں میں ہے ہر اک نعمت باری
 ہے اُس کی تری بازوئے شبیرؑ کے قابل
 قابل ہے وہ شیران کے یہ اس شیر کے قابل

﴿۱۷﴾

زینبؑ نے کہا بھائی سے مسجد میں چلے جاؤ
 حلالِ مہمات دو عالم کو بلا لاؤ
 حاجت ہو روا قبلۂ حاجات کو لے آؤ
 عباسؑ کو غش آتے ہیں تاخیر نہ فرماؤ
 شبیرؑ جو حیدرؑ کو بلا لائے محل میں
 دو آئے تسلی کے بہم آئے محل میں

﴿۱۸﴾

دلبر کو لیے بر میں حمیدہ ہوئی حاضر
حیدر نے لیا گود میں چومے لب طاہر
فرمایا کہ تم تو ہو بڑے صابر و شاکر
یہ غصہ یہ رونا یہ غشی دودھ کی خاطر

مشکل ہے رفاقت خلف الصدق نبی کی
عباسؑ بہت مشق کرو تشنہ لبی کی

﴿۱۹﴾

پھر اپنی زبان آپ نے دی اُن کو دہن میں
اک نہر لبَن جاری و ساری ہوئی تن میں
افسوس نہ عاشور کو حیدر ہوئے رن میں
پریاس ایک طرف زخم تھے اس درجہ بدن میں

کس منہ سے کوئی آہ یہ تقریر نکالے
اک آنکھ سے شبیرؑ نے دس تیر نکالے

﴿۲۰﴾

القصہ یوں ہی طے ہوئے ایام رضاعت
گہہ دودھ پہ گہہ آبِ زباں پر تھی قناعت
اس آب سے رگ رگ میں بڑھا خونِ شجاعت
عرفانِ خدا نورِ بصرِ حُسنِ سماعت

ہر عضوِ بدن بازوئے شاہِ دو جہاں کا
جوہر تھا ید اللہ کی شمشیرِ زباں کا

﴿۲۱﴾

ہاتھوں کی لکیروں میں ہے مضمون شفاعت
 لکھی ہے یہ راوی نے قیامت کی روایت
 حیدر کی تو لائیوں سے روز قیامت
 آئیں گے کئی غول گرفتار عقوبت
 پرچار وہ معصوم رہا اُن کو کریں گے
 بالکل حسنت اپنے عطا اُن کو کریں گے

﴿۲۲﴾

اے صلّٰی علیٰ پرورش چارہ معصوم
 نازِ اس کرم و جود پہ فرمائے گا قیوم
 ناگاہ صفِ حشر سے اُٹھے گی بڑی دھوم
 پوچھیں گے پیمبرؐ تو خبر ہوگی یہ معلوم
 اک غول کو یاں لاتے ہیں دوزخ کے فرشتے
 دوزخ میں لیے جاتے ہیں دوزخ کے فرشتے

﴿۲۳﴾

بیٹی سے کہیں گے یہ رسولِ ملک و ناس
 کچھ ان کی شفاعت کا ذخیرہ ہے ترے پاس
 وہ بولیں گی ہاں اے مرے بابانہ ہو بے آس
 دامن میں ہے یہ غرقِ بخوں شانہ عباسؑ
 عباسؑ نے شانے روِ خالق میں دیے ہیں
 حضرت کے نواسے پہ یہ قربان کیے ہیں

166

﴿۲۴﴾

اس فرقہ ناجی میں ہیں سب محسنِ زہرا
عباس کے عاشق مرے شبیر کے شیدا
بچوں کو محرم میں بناتے تھے یہ سقا
عاشور کو تھا وردِ زباں ہائے حسینا

یہ ہاتھ کٹے پلہ میزاں میں دھرو تم
اس غول پہ تقسیم ثواب ان کا کرو تم

﴿۲۵﴾

کیا ان کے گنہ میری مصیبت سے سوا ہیں
گنتی میں شہیدوں کی جراحت سے سوا ہیں
شبیر کے کیا بار شہادت سے سوا ہیں
سب اک طرف اللہ کی رحمت سے سوا ہیں

ہم ساتھ انہیں غلہ میں لیجائیں گے بابا
بخشائیں گے بخشائیں گے بخشائیں گے بابا

﴿۲۶﴾

یہ شانہ ترازو میں دھریں گے جو پیمبر
آئے گا تلاطم میں یمِ رحمت داور
فرمان یہ پہنچے گا کہ اے شافعِ محشر
اس غول کو بھی ہم نے جانا دی مع کوثر

کہہ دو یہ دلاور بھی مرا خاص ولی ہے
بندو یہ فقط خاطر عباسِ علی ہے

(مرزا دبیر)

مرزا دبیر کے اشعار کی شرح نثر میں درج ہے:-

چودھویں شعبان کا چاند آسمان کی وسعتوں میں تاباں تھا۔

حضرت اُمّ البنینؓ نے شبِ نیمہ شعبان کے اعمال ادا کئے اس کے بعد سو گئیں، نیند کے عالم میں خواب دیکھ کر بیدار ہوئیں اور پہلو میں کچھ تلاش کرنے لگیں، شیرِ خدا شہِ مردانؓ نے مسکرا کر کہا کہ تمہیں کس چیز کی تلاش ہے۔

حضرت اُمّ البنینؓ نے فرمایا ابھی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند اور تین ستارے میری آغوش میں تھے۔

مولانا علیؒ نے فرمایا:-

تمہاری تقدیر میں چار بیٹے ہیں، عباسؓ مثل چاند کے اور تین بیٹے عبداللہ، عمران اور جعفر تین روشن ستارے ہیں۔

یہ چاروں فرزندِ کربلا میں نواسہ رسول حسینؓ ابن علیؓ پر قربان ہوں گے، تمام ملائکہ، مرسلین، ہر اُمت، جئات قومِ سلیمان، ابوالفضل عباسؓ کا ماتم کریں گے۔ ارض و سما جئات و ملائکہ اور مالکِ کائنات اُن پر درود پڑھیں گے۔

پھر وہ ساعت آئی کہ دُرّ نجفِ نسلِ صدف میں چمکنے لگا، نو آسمان و جد میں آگئے، قمرِ برج شرف میں روشن ہوا، آیتِ الہام کا نزول ہوا، ماں کو اس چاند کی زیارت ہوئی۔
معجزات و کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ اُمّ البنینؓ کے بطنِ مبارک سے حسینؓ ابن علیؓ کے نام کی سبج کی صدا آتی تھی۔

حضرت اُمّ البنینؓ (حمیدہ بی بی) کے پاس جب امام حسینؓ تشریف لاتے تو حضرت اُمّ البنینؓ امام حسینؓ کا طواف فرماتی تھیں۔

امام حسینؑ کہتے تھے۔

اے مادر گرامی میں آپ کا فرزند ہوں آپ اس قدر تعظیم و تکریم کیوں کرتی ہیں۔
حضرت اُمّ البنین فرماتی تھیں۔

بیٹا یہ طفل جو میرے بطن میں ہے تمہاری آمد پر یہ مجھ سے کہتے ہیں مختار کائنات
اور میرے سردار کی تعظیم کو اٹھیے۔
یہ کہتے ہیں:-

اتماں میں غلام ہوں، یہ میرے آقا ہیں عباسؑ کو اُن کے گرد طواف کے لیے پھراؤ
یہ مجھے اپنی قسم دے کر مجھے اٹھاتے ہیں۔
دنیا کے شام و سحر گزرے
ماہ بنی ہاشم کا طلوع ہوا، نور روز کی شب تھی، قریب صبح چاند کی جلوہ گری ہوئی، سورج
کی روشنی پھیکی ہو گئی چاند کچھ ایسا روشن ہوا۔

حورانِ جنت، ایک کشتی میں چھوٹا سا خلعتِ فاخرہ لے کر اُمّ البنینؑ کے حجرے میں
آئیں، کوثر کے جام لیے فرشتے بھی آگئے کہاں تو عباسؑ کو کوثر کے پانی سے غسل دیا گیا
اور کہاں نکر بلا میں زخموں کے خون سے عباسؑ کا آخری غسل ہوا۔
ساقی کوثر حضرت علیؑ نے آبِ کوثر سے عباسؑ کو غسل دیا۔ ایک کان میں اذان اور
دوسرے کان میں اقامت کہی۔

پھر بچے کو حسینؑ کی گود میں دے کر علیؑ نے کہا لو حسینؑ تم کو علمدارِ مبارک ہو، عباسؑ
جس مہینے میں پیدا ہوئے وہ ماہِ جمادی الاول تھا اور تاریخ ۲۳ مئی ہجرت کے انیس
برس گزر چکے تھے۔ عباسؑ اتیس کے چاند بن کر طلوع ہوئے تھے۔

حضرت اُمّ البنینؑ (حمیدہ بی بی) نے تین دن عباسؑ کو دودھ پلایا، تیسرے دن

دودھ خشک ہو گیا، عباسؑ کا منہ، لب اور گلا خشک ہو گیا۔

گویا یہ اشارہ تھا عباسؑ کی پیاس کی طرف کہ یہ کربلا میں تین دن پیاسے رہیں گے۔
جھولے میں عباسؑ کی پیاس دیکھ کر امام حسینؑ جھولے کے گرد مضطرب الحال
پھرنے لگے۔

حضرت زینبؑ نے حضرت عباسؑ کی پیاس کا عالم دیکھ کر مسجد سے حضرت علیؑ کو بلوایا۔
حضرت اُمّ البنینؑ حضرت عباسؑ کو گود میں لے کر مولا علیؑ کی خدمت میں حاضر
ہوئیں۔ مولا علیؑ نے عباسؑ کو گود میں لے کر بچے سے فرمایا، عباسؑ مجھے کربلا میں تمہاری
پیاس یاد آ رہی ہے، یہ کہہ کر آپ نے عباسؑ کے دہن میں اپنی زبان مبارک رکھ دی
زبانِ علیؑ سے نہرِ لبَن جاری و ساری ہوئی، عباسؑ کی پیاس ختم ہو گئی۔

ہائے کربلا میں عاشور کو علیؑ کہاں تھے عباسؑ تین دن کے پیاسے تھے، فرات کے
کنارے خاک و خون میں تڑپ رہے تھے، حسینؑ نے عباسؑ کا سراپے زانو پر رکھ کر
حسینؑ کی آنکھ سے تیر نکالا تھا۔

القصہ عباسؑ ماں کا دودھ اور علیؑ کی زبان چوس کر بڑے ہونے لگے عباسؑ میں خون
شجاعت بڑھنے لگا، اللہ کی معرفت، آنکھوں کا نور، حسنِ سماعت میں اضافہ ہوتا گیا،
ایامِ رضاعت طے ہو رہے تھے عباسؑ مثل علیؑ شجاع نظر آنے لگے۔ عباسؑ کے بازو مثل
ید اللہ کے شانوں کے بھرے بھرے نظر آنے لگے۔

مجھے اس وقت ایک روایت یاد آ رہی کہ قیامت کے دن شفاعت کا روز ہوگا۔ راوی
نے ایک قیامت کی روایت تحریر کی ہے۔

کچھ انسانوں کے غول گرفتار مصیبتِ محشر میں نمودار ہوں گے، فرشتے انھیں دوزخ
کی طرف لے جانے لگیں گے کہ چودہ معصوم انھیں اپنی نیکیاں عطا کر دیں گے۔

اس وقت رسول اللہ اپنی بیٹی فاطمہ زہرا سے فرمائیں گے۔
 بیٹی تمہارے پاس کچھ سامان شفاعت میں سے ہے۔
 خاتونِ قیامت کہیں گی۔

ہاں یہ میری آغوش میں عباسؑ کے دو کٹے ہوئے شانے غرق بہ خوں ہیں یہ عباسؑ
 نے راہِ خدا میں آپ کے نوا سے حسینؑ پر عاشور کو قربان کئے تھے۔
 سیدہ فرماتی ہیں:-

یہ تمام لوگ فاطمہ زہرا کے محسن ہیں یہ عباسؑ کے عاشق اور حسینؑ کے شیدا ہیں، یہ وہ
 ہیں جو محرم میں اپنے بچوں کو سقہ بناتے تھے، عاشور کو ہائے حسینا کی صدا بلند کرتے تھے۔
 اے بابا عباسؑ کے کٹے ہوئے ہاتھ پلّے میزان میں رکھ دو اور اس کا ثواب
 عزاداروں میں تقسیم کر دو۔

کیا ان کے گناہ میری مصیبت سے زیادہ ہیں کیا گنتی میں شہیدوں کے زخموں سے
 زیادہ ہیں۔ کیا حسینؑ کی شہادت کے وزن سے زیادہ ہیں۔ کیا اللہ کی رحمت سے بھی
 زیادہ ہیں۔

نہیں ایسا نہیں ہے ہم ان کو جنت میں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔

بابا

ہم ان کی شفاعت کرتے ہیں، شفاعت کرتے ہیں، شفاعت کرتے ہیں۔
 رسول اللہ پلّے میزان میں عباسؑ کے بازو رکھ دیں گے، اللہ کی رحمت کا سمندر تلامطم
 میں آئے گا، اللہ کا فرمان اس وقت نازل ہوگا۔

اے شافعِ محشر اے میرے حبیبؑ میں نے ان عزاداروں کو جنت اور کوثر عطا
 کر دیا۔ عباسؑ مرا خاص ولی ہے، اے مرے بندوں یہ عباسؑ کی خاطر میں نے تمہیں

بخش دیا ہے۔

حضرت عباسؓ کی تاریخ ولادت کی تحقیق:

علمدار کربلا حضرت عباس علیہ السلام کا ۲۲ھ میں پیدا ہونا مستند سمجھنا چاہیے۔ بعض معتبر مورخین نے سن ولادت میں اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ولد سنة ست و عشرين من الهجرة۔ آپ ۲۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ (ابصار العین صفحہ ۲۵ طبع نجف اشرف ۱۳۴۱ھ تنقیح المقال صفحہ ۱۳۸ طبع ایران) سن ولادت کی طرح تاریخ ولادت میں بھی سخت اختلاف ہے۔

(۱) مرزا ذبیح نے ۲۳ جمادی الاول ۲۹ ہجری تاریخ و سن ولادت بتایا ہے۔
(۲) جناب مولوی سید محمد ضامن صاحب کراچی ضلع الہ آباد نے اپنے رسالے جواہر زواہر قلمی کے صفحہ ۱۰۹ پر آپ کی تاریخ ولادت ۱۹ جمادی الاول اور صفحہ ۱۱۱ پر بقول ۱۸ رجب المرجب تحریر فرمائی ہے۔

(۳) جناب مولانا سید اکبر مہدی صاحب سلیم جرولی نے اپنی کتاب جواہر البیان کے صفحہ ۳۷ پر بحوالہ محرق الفوائد ۲۶ جمادی الثانی تحریر فرمایا ہے۔

(۴) جناب شاہ محمد حسن صاحب صابری چشتی (صوفی) نے اپنی کتاب آئینہ تصوف کے صفحہ ۴۴ طبع رامپور ۱۳۱۱ھ پر ۱۸ رجب تحریر کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-

حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ بتاریخ ۱۸ رجب المرجب بروز پنجشنبہ بوقت صبح مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

(۵) اہل ایران کے نزدیک آپ کی تاریخ ولادت ۴ شعبان المعظم ہے۔ مشہد مقدس کے علمی مجلے ”ندائے ترقی“ ماہ شعبان ۱۳۵۰ھ کے صفحہ ۲۲۷ پر مرقوم ہے

لیلہ چہارم ماہ شعبان از اسناد معتبرہ موثقہ بدست آوردہ اند الخ

جناب مولوی محمد ظفر یاب صاحب زائر نے اخبار اشاعتی دہلی ۸ مئی ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۱۱ کا لم ۳ پر ۲ جمادی الاول تحریر فرمایا ہے۔

تحقیق: مذکورہ بالا اقوال پر جب تحقیقی نظر ڈالی جاتی ہے تو ۴ شعبان والے قول کو ترجیح نکلتی ہے یعنی اس کے علاوہ دیگر مستند ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات ہیں۔ اس لیے کہ اس مجلہ علمیہ میں علمائے نجف کی تحقیق کا حوالہ دیا گیا ہے یہ ظاہر ہے کہ ان کے مقابلہ میں غیر موثق اقوال قابل اعتنا نہیں ہو سکتے۔

غرضیکہ بوقت شہادت آپ کی عمر ۳۸ سال مانے بغیر چارہ نہیں۔

اب ۴ شعبان ۲۲ھ کو تاریخ ولادت قرار دے کر ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ تک آپ کی عمر کا حساب کیا جاتا ہے تو غالباً ۳۸ سال ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت عباس ۴ شعبان المعظم ۲۲ھ مطابق ۲۸ جون ۶۳۳ء یوم یکشنبہ (اتوار) کو پیدا ہوئے۔

ایران، عراق، ہندوستان و پاکستان میں حضرت عباسؓ کی ولادت کی محافل و میلاد ۴ شعبان کو منعقد ہوتے ہیں۔ لکھنؤ (درگاہ حضرت عباسؓ) کی محفل ۷ شعبان کو منعقد ہوتی ہے۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ تاجدار کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام ۳ شعبان المعظم اور علمدار کربلا حضرت عباس علیہ السلام ۴ شعبان المعظم کو پیدا ہوئے۔

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا

آفتاب اور اس کی روشنی کی قسم اور چاند کی قسم جب وہ اس کے پیچھے آئے۔ حسینؑ آفتاب تھے اور عباسؑ چاند تھے۔ آفتاب ۳ شعبان کو طلوع ہوا ۲۵ برس کے بعد چاند ۴ شعبان کو طلوع ہوا۔ میراثیں کہتے ہیں:-

آئینہ تصویرِ ید اللہ ہے عباسؑ
شیرِ تو خورشید ہے اور ماہ ہے عباسؑ

حضرت علیؑ کی پیشانی سجدہ خالق میں:

بطن جناب اُم البنینؑ سے چاند سا بچہ پیدا ہو گیا۔ لوگوں نے امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ السلام کو مژدہ مسرت سنایا کہ اُم البنینؑ کے شکم مبارک سے ایک ماہ پیکر بچہ پیدا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ نے خبر مسرت اثر پاتے ہی اپنی پیشانی مبارک سجدہ خالق میں رکھ دی۔ مطلب یہ تھا کہ خالق! میری دلی تمنا برآئی۔ اب میرے حسینؑ کی امداد ہو سکے گی۔
(ریاض القدس صفحہ ۶۷)

حضرت عباسؑ کی پہلی نظر چہرہ امام حسینؑ علیہ السلام پر:

تاریخ کے چہرے پر نظر ڈالنے والے جانتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اپنی آنکھوں کو اس وقت تک بند رکھا جب تک کہ پیغمبر اسلام تشریف نہ لائے تھے۔ جب آپ تشریف لائے اور اپنی آغوش میں تاجدار اسلام کو لیا تو آپ نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اور چہرہ رسالت پر پہلی نظر ڈالی تھی۔

شارح زیارت ناحیہ کی تحقیق ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کو خبر ملی اور آپ تشریف لائے اپنے بھائی کو آغوش امامت میں لیا۔ کان میں اذان و اقامت کہی۔ آپ نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ اور سب سے پہلے چہرہ امام حسینؑ پر نظر ڈالی۔

زبانِ امام حسینؑ دہنِ عباسؑ میں:

تاریخ شاہد ہے کہ جب حضرت علیؑ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے پیغمبر اسلام نے زبان مبارک دہنِ اقدس میں دے کر زبانِ حال اقرارِ جانبازی لے لیا تھا۔ یہی وجہ

تھی کہ حضرت علیؑ شمع رسالت پر ہر وقت پروانہ وار نثار ہونے کو تیار رہا کرتے تھے۔ کسی وقت آنحضرتؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جب نبرد آزما کی کا موقعہ آیا۔ نہایت ہی بے جگری سے لڑے۔ جاں نثاری کا وقت آیا تو آنحضرتؐ کے پسینے پر اپنا خون بہا دیا۔ ہجرت کے موقع پر تلواروں کے سایہ میں بیٹھی نیند سو کر دکھلا دیا۔ کہ حمایت اس کا نام ہے۔ حضرت امام حسینؑ بہ نص قرآنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ وآلہ وسلم کے فرزند اور حضرت عباسؑ حضرت علیؑ کے نور نظر تھے۔ آنحضرتؐ کا جو برتاؤ حضرت علیؑ کے ساتھ اور حضرت علیؑ کا جو سلوک حضرت محمد مصطفیٰ کے ساتھ تھا۔ وہی برتاؤ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا حضرت عباسؑ کے ساتھ اور حضرت عباسؑ کا امام حسینؑ کے ساتھ ہونا چاہئے۔

شارح زیارت ناحیہ لکھتے ہیں کہ: حضرت عباسؑ نے بھی پیدا ہونے کے بعد نہ ماں کا دودھ پیا اور نہ ہی دال کا۔ جب حضرت امام حسینؑ تشریف لائے اور آغوش مبارک میں لے کر دہن اقدس میں زبان اطہر دی تو حضرت عباسؑ نے اُسے چوسنا شروع کر دیا۔ گویا امام حسینؑ نے اسی طرح اقرار جانبازی لے لیا۔ جس طرح سرور کائنات نے لعاب دہن چسا کر حضرت علیؑ سے عہد وفاداری لیا تھا۔ چنانچہ آپ تاعمر "انا عبد من عبید محمد" فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عباسؑ مسجد میں:

حضرت امام حسینؑ لعاب دہن سے سیراب کرنے کے بعد حضرت عباسؑ کو لے کر عباسؑ کے سایہ کئے ہوئے داخل مسجد ہوئے اور حضرت علیؑ علیہ السلام سے عرض کی۔ ”بابا جان! یہ بچہ مجھے بہت ہی پیارا ہے۔ اس کی پرورش اور پرواخت میں کروں گا۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا بڑی خوشی کی بات ہے۔

امام حسینؑ علیہ السلام مسجد سے واپس ہوتے ہوئے پھر عرض کرتے ہیں۔ بابا جان!

کیا وجہ ہے کہ جب اس کی محبت جوش مارتی ہے تو ساتھ ہی ساتھ میرا دل بھی بھر آتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ بیٹا خاصانِ خدا کے لیے خوشی اور غم تو ام ہیں۔ آج یہ بچہ تمہیں مسرور کر رہا ہے لیکن ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ تم الان انکسر ظہری کہہ کر روتے ہو گے۔ امام حسینؑ نے اشارہ کی تفصیل چاہی۔ آپ نے فرمایا:

بیٹا! جبریل امین تیری شہادت کا محضر نامہ لیے تھے۔ اس میں مرقوم تھا "الحسین سید الشهداء" والعباس حامل اللواء۔ حضرت حسینؑ شہدا کے سردار عباس علمبردار کر بلا شہید ہوں گے۔ علما کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو بار بار کہتے ہوئے سنا ہے کہ حسینؑ تین دن کے بھوکے پیاسے صحرائے کربلا میں شہید ہوں گے۔ (ینایع المودۃ صفحہ ۳۱۸، تحریر الشہادتین شرح الشہادتین صفحہ ۸۳ طبع لکھنؤ) اور عباس نہر فرات پر جا کر اپنے شانے قلم کرا دے گا۔ اے حسینؑ! اذرا عباس کے شانے کھولو۔ شانے کھولے گئے۔ حضرت نے اس پر دو نشان دکھلائے۔ فرمایا۔ ایک علم کا اور دوسرا سیکنے کی سوکھی مشک کا نشان ہے۔ واللہ اعلم (ریاض الشہداء صفحہ ۳۵۹ طبع دہلی ۱۳۵۲ھ)

حضرت عباسؑ کی شہادت کی خبر اور اُمّ البنینؑ کا گریہ:

علامہ صدر الدین قزوینی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ علیہ السلام ایک دن واردِ خانہ عصمت ہوئے۔ فرمایا میرے نورِ نظر کو میرے پاس لاؤ سفید پارچہ میں لپیٹ کر حضرت عباسؑ آپ کی آغوش میں دے دیئے گئے۔ آپ نے چہرہ عباسؑ سے کپڑے کو ہٹایا۔ چہرہ قمر بنی ہاشم پر نظر ڈالی۔ اور نورِ پیشانی فرزند کا بوسہ دیا اس کے بعد اس پارچہ سے حضرت عباسؑ کے ننھے ننھے ہاتھوں کو نکالا اور دست و بازو، کلائی و سر پنچہ کو بغور دیکھا۔ چشم مبارک سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگے۔ اور آپ نے رونا شروع کیا۔ آپ کا

رونا تھا کہ چاہنے والی ماں کے منہ کو جگر آنے لگا۔ دست بستہ عرض کی۔ میرے مولا! آپ نے میرے اس فرزند دلہند کے ہاتھوں اور انگلیوں میں کیا دیکھا کہ اس قدر گریہ کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اے اُم البنین! یہ مت پوچھو۔ اُم البنین نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے اندر وہ راز ہے کہ اس کو معلوم کر کے تم تاب ضبط نہ لاسکوگی۔ لیکن ماں کے مضطرب دل کو کب سکون ہو سکتا تھا۔ اصرار پر اصرار کرتی گئیں اور آپ بھی فرماتے رہے کہ اے اُم البنین! تم سن نہ سکوں گی۔ الغرض آپ نے فرمایا اے اُم البنین! :-

یہ عاشقِ شبیر ہے بیٹوں میں تمہارے
شانوں کو کٹائے گا یہ دریا کے کنارے

ارے آج وہ دن یاد آگیا۔ جس دن ہمارے اس فرزند کے دونوں ہاتھ جھا جو اور ستم پرور مسلمانوں کی تلواروں سے کاٹے جائیں گے اس کے سر پر گرز آہنی اور سینے پر نیزہ لگے گا۔ اور یہ تین دن کا بھوکا پیاسا زمین کر بلا پر شہید کیا جائے گا۔ (ریاض القدس جلد ۲ صفحہ ۶۷) یہ سن کر حضرت اُم البنین بے چین ہو کر رونے لگیں۔

حضرت عباسؓ کی رسمِ عقیقہ اور آپ کا نام:

عقیقہ اسلامی نقطہ نظر سے سنتِ موکدہ ہے (مفاتیح الشرائع قلمی ۱۳۴۷ء) آپ کی ولادت کے ساتویں دن یہ رسم عمل میں لائی گئی اور عباسؓ نام رکھا گیا۔

ناظرینِ کرام! اس بہادر فرزند کا نام عباسؓ رکھنا نہایت ہی مناسب تھا۔ اس لیے کہ شیر کا بچہ شیر ہی ہوتا ہے۔ علی علیہ السلام کا نام حیدر بھی تھا۔ عہدۃ المطالب میں ہے کہ یسمی امیر المومنین علی۔ حیدر لانه حیدرہ من اسماء الاسد۔ امیر المومنین علی کو حیدر اس لیے کہتے ہیں کہ آپ بڑے بہادر تھے اور حیدر شیر کے

ناموں میں سے ایک نام ہے۔ تو جس طرح شیر کے ناموں میں سے ایک نام ہے اسی طرح عباس بھی ہے۔ العباس من الاسماء الاسد۔ شیر کے ناموں میں سے ایک نام عباس بھی ہے۔ میرانیس کہتے ہیں:-

خود شیر ہے، جد شیر، چچا شیر، پدر شیر نعرے ہیں جد شیر کے دل شیر، جگر شیر
پلکیں ہیں اگر شیر کا بچہ تو نظر شیر کیوں نہ ہو اس طرح کے شیروں کا پسر شیر
یوں غیظ سے شیروں کو بھی تکتے نہیں دیکھا
پلکوں کو بہادر کی جھپکتے نہیں دیکھا

حضرت عباسؓ کا اسم گرامی اور لغات:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نام نامی کے متعلق ارباب لغات کے بیانات پیش کئے جائیں۔ تاکہ اس کے نام کی وقعت کچھ اور بلند ہو سکے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ مسرّیو۔ ایس مسیحی المنجد صفحہ ۵۰۳ میں لکھتا ہے کہ عباس کے معنی زیادہ ترش رو کے ہیں اور یہ شیروں کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

۲۔ راجہ راجیشور امین راجا ماپت راؤ اپنی کتاب افسر اللغات طبع حیدر آباد دکن ۱۳۲۳ء کے صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں کہ عباسؓ اسم فرزند علیؑ مرتضیٰ بمعنی شیر درندہ اور مرد پہلوان۔

۳۔ ملا عبد العزیز بن محمد سعید اپنی کتاب لغات سعیدی طبع کانپور ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۳۵۶ پر تحریر کرتے ہیں۔ عباسؓ شیر۔ ترش رو۔ نام حضور سرور کائناتؐ کے چچا اور حضرت علیؑ کے ایک بیٹے کا۔

۴۔ مصنف غیاث اللغات فصل عین مع الباء طبع لکھنؤ کے صفحہ ۲۸۰ پر لکھتے ہیں۔ عباسؓ کے معنی شیر درندہ کے ہیں۔ یہ نام آنحضرتؐ کے ایک بچے کا تھا۔ جن کی طرف خلفائے عباسیہ منسوب ہیں اور یہ نام حضرت علیؑ کے ایک بیٹے کا تھا۔ جو حضرت کی اس

بیوی سے پیدا ہوا تھا جس سے آپ نے جناب سیدہ کی وفات کے بعد عقد فرمایا تھا۔
۵۔ صاحب لغات سرور، طبع لکھنؤ ۱۸۷۷ء کے صفحہ ۲۸۶ پر لکھتے ہیں: ”عباس نام عم
آنحضرتؐ و فرزند علی مرتضیٰ و درندہ شیر و مرد پہلوان۔“

۶۔ نور اللغات جلد ۳۔ صفحہ ۵۳ طبع لکھنؤ ۱۳۴۷ھ میں ہے کہ ”عباس بمعنی شیر درندہ۔“

۷۔ جامع اللغات محمد رفیع طبع الہ آباد ۱۹۳۴ء کے صفحہ ۴۷۱ پر ہے: ”عباس

آنحضرتؐ کے چچا کا نام جن کی اولاد سے خلفائے عباسیہ ہیں۔ حضرت علی کے ایک
صاحبزادے جو کربلا میں شہید ہوئے۔“

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام شجاع تھے۔ علامہ شہیر
تحریر فرماتے ہیں کہ کمال شجاعت کی وجہ سے آپ کا اسم گرامی عباس رکھا گیا۔
(کبریٰ احمر جزو ۳۔ صفحہ ۲۴) اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام
شجاعت علویہ کے ورثہ دار تھے:-

بیٹا وہی قدم بہ قدم ہو جو باپ کے
حضرت علی علیہ السلام کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔
میرائیس کہتے ہیں:-

صورت میں سراپا اسد اللہ کی تصویر
میرنفس کہتے ہیں:-

غازی بڑا ہے سب سے زیادہ دلیر ہے
عباسؑ جس کا نام ہے شیروں کا شیر ہے

حضرت عباسؑ کا عہد طفلی اور معرفت باری:

غیاث اللغات صفحہ ۳۴۵ میں ہے کہ یقین کے تین درجے ہیں (۱) علم الیقین

(۲) عین الیقین۔ (۳) حق الیقین۔ یہ ظاہر ہے کہ جو مدارج یقین میں سے جتنے درجے حاصل کر سکے گا۔ وہ اسی قدر معرفت باری کی منزلوں پر بھی فائز ہوگا۔ (انجیل یوحنا کے باب ۱۴۔ آیت ۲۶ طبع لاہور میں ہے کہ حضرت عیسیٰ پانی پر چلتے تھے۔ الخ پیغمبر اسلام ارشاد فرماتے ہیں ”لو اذداد یقیناً لمشی علی الہوی“ اگر عیسیٰ کا یقین اور زیادہ کمال پر ہوتا تو وہ یقیناً ہوا پر اڑتے۔ اب ذرا حدیث بساط کے ماننے والے اور خیبر میں ہوا کے دوش پر علیؑ کے قدم دیکھنے والے، علیؑ کے مدارج یقین کا اندازہ لگائیں۔ اور اگر انسانی طاقت اس کے اندازہ سے قاصر ہو تو علیؑ ہی سے پوچھیں کہ حضرت آپ کا یقین کس حد کا ہے تو وہ فرمائیں گے میں معرفت الہی کے بارے میں اتنا بڑھا ہوا ہوں کہ لو کشف الغطاء لَمَا اَزْدَدْتُ یقیناً اب اگر پردے ہٹا دیئے جائیں تو بھی میرے حد یقین میں اضافہ ناممکن ہے۔

باپ کا اثر بیٹے میں ضرور ہوتا ہے۔ اب علیؑ جیسے عارف باللہ کے صلب مبارک سے جو بچہ پیدا ہوا اس میں بھی علوی کمال کی جھلک ضرور ہونی چاہیے۔ علامہ برغانی لکھتے ہیں کہ:- مروی ہے کہ حضرت عباسؑ نہایت کم سنی کے عالم میں حضرت علیؑ کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے امیر المومنین نے دستور زمانہ کے مطابق تعلیم کے سلسلہ میں حضرت عباسؑ سے فرمایا نو نظر یوں گنتی گنو۔ کہو ایک۔ عباسؑ نے کہا ایک۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہو دو۔ عرض کی گستاخی معاف:-

میں ایک کا قائل ہوں کبھی دو نہ کہوں گا

اے بابا جان مجھے شرم آتی ہے کہ جس زبان سے ایک کہہ کر وحدت باری کا اقرار کر چکا ہوں اب اسی زبان سے دو کیوں کر کہوں۔ حضرت علیؑ نے اس معرفت میں ڈوبے ہوئے جواب کو سن کر عباسؑ کے لبوں کا بوسہ لے لیا۔ (مجلس المتقین صفحہ ۴۷ طبع

(ایران ۱۲۶۲ھ)

دیکھئے یہ ہے معرفت باری اور اس کو کہتے ہیں یقین خداوندی۔ گودیوں میں کھیلنے والا بچہ کس طرح قرآن کی آیت ”لاتتخذوا الھین اثنین“ (دو خدا قرار نہ دو) پر عمل کر کے اپنے کمال عقیدہ اور اپنی معرفت کا ثبوت دیتا ہے۔ دراصل اسی آغاز کا انجام ہے کہ حضرت صادق آل محمدؑ حضرت عباسؑ کو خطاب نافذ البصیرت صلب الایمان دینے پر مجبور ہوئے۔ (عمدة الطالب صفحہ ۳۲۳)

حضرت عباسؑ کا بچپن اور حضرت سید الشہداءؑ کی خدمت:

حضرت امام حسینؑ محض نامہ دیکھ چکے تھے۔ بیٹمبر اسلام سے سن چکے تھے اور حضرت علیؑ سے معلوم کر چکے تھے وہ جانتے تھے کہ واقعہ کربلا ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ (ذخیرۃ المال علامہ عجلی و مسند ابن جنبل جلد ۱ صفحہ ۸۵) اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہی برادر عزیز میرا پورا قوت بازو ہوگا۔ اسی بنا پر آپ حضرت عباسؑ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور وہ بھی اپنے اوپر تمام احسانات کو جو سید الشہداءؑ کی طرف سے ان کے متعلق تھے۔ دیکھا کرتے تھے۔ اور شمع امامت کے بچپن ہی سے پروانہ بنے ہوئے تھے۔ سنا جاتا ہے کہ حضرت عباسؑ فرط محبت سے امام حسینؑ علیہ السلام کے پاؤں کی خاک اپنی آنکھوں سے لگا لیا کرتے تھے۔

حضرت عباسؑ کو یہ گوارا نہ تھا کہ حسینؑ کی کوئی خدمت ایسی ہو جو ان کے علاوہ دوسرا بجالائے مسجد کوفہ نامشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام تشریف فرما تھے آپ کے پہلوئے مبارک میں آپ کے فرزند دلبرند فردکش تھے۔ بادشاہ کربلا کو پیاس محسوس ہوئی۔ قنبر سے جو آپ کے خاندانی غلام تھے۔ فرمایا اسقنی من الماء قنبر ذرا پانی تو پلانا۔ حکم پاتے ہی قنبر اٹھے حضرت عباسؑ نے جو اس وقت نہایت ہی

کمن تھے۔ قنبر سے فرمایا۔ ٹھہرو۔ اپنے آقا کے لیے میں پانی لاؤں گا۔

حضرت عباسؓ پانی کے لیے گئے اور آبِ سرد کا ایک جام بھرا۔ بچپنے کا عالم تھا۔ حسینی جام کو سراقہ پر رکھا۔ اور چلتے گئے۔ پانی چھلکا اور آپؐ تر ہو گئے۔ حسینؑ کے پاس پہنچے۔ بدن مبارک پر چھلکا ہوا پانی دیکھا۔ واقعہ کربلا یاد آ گیا۔ اور آپؐ اشکبار ہو گئے۔ (چہل مجلس صفحہ ۳۱۲ طبع لکھنؤ)

اس واقعہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کم سنی کی وجہ سے آپؐ نے سر پر پانی کا جام رکھا تھا لیکن میں کہتا ہوں کہ عباسؓ کو یہ دکھانا تھا کہ میں اپنے آقا کے کاموں کو سر آنکھوں سے کرتا ہوں۔

حضرت اُمّ البنینؓ سے حضرت امام حسینؑ کی گفتگو:
میرائیں فرماتے ہیں:-



لکھے کوئی کیا اُلفتِ سردار و علمدار
دیکھا نہ کبھی عاشق و معشوق میں یہ پیار
بلبل کو بھی یہ گل کی محبت نہیں زہار
قمری بھی نہیں سرو کی اس طرح طلبگار

اک آنِ فراقِ ان میں شب و روز نہیں ہے
پروانہ بھی یوں شمع کا دل سوز نہیں ہے



فخر اپنا سمجھتے تھے یہ نعلین اٹھانا
معراج تھی رومال کھڑے ہو کے بلانا
ساتھ آنا سدا شاہ کے اور ساتھ ہی جانا

تھی عین تمنا قدم آنکھوں سے لگانا
شہ سوتے تو تکیے پہ نہ سر دھرتے تھے عباسؑ
مانند قمر پھر کے سحر کرتے تھے عباسؑ

﴿۳﴾

فرماتے تھے شبیرؑ کہ اے میری گل اندام
تم نے کوئی ساعت نہ کیا رات کو آرام
کہتے تھے غلاموں کو ہے آرام سے کیا کام
راحت ہے جو خدمت میں بسر ہو سحر و شام
لازم ہے ادب آپ ہیں سردار ہمارے
جاگے تو زہے طالع بیدار ہمارے

﴿۴﴾

فرماتے تھے شہ مادرِ عباسؑ سے اکثر
عباسؑ علیؑ ہے مرا شیدا مرا یاور
پیارا نہ ہو کیوں کر یہ مجھے آپ کا دلبر
جب سامنے آتا ہے تو یاد آتے ہیں حیدرؑ
اس بھائی میں خوبو ہے شہ عقدہ کشا کی
گھر میں مرے تصویر ہے یہ شیر خدا کی

﴿۵﴾

ساری وہی صورت وہی شوکت ہے وہی شان
طینت میں وہی خلق وہی طبع میں احسان
عباسؑ دلاور پہ تصدق ہے مری جان

منظور یہ ہے روزِ حسینؑ اس پہ ہو قربان
اس کو بھی تو بچپن سے مرا عشق دلی ہے
صفر ہے بہادر ہے سعیدِ ازلی ہے



وہ کہتی تھی اے احمدؑ مختار کے پیارے
خادم ہیں یہ سب آپ ہیں سردار ہمارے
زیندہ ہے صدقے ہوں اگر چاند پہ تارے
فخر اس کا ہے عباسؑ جو سر قدموں پہ وارے
منہ اس نے سدا پائے مبارک پہ ملا ہے
بیٹوں کی طرح آپ کی گودی میں پلا ہے



عباسؑ کی خاطر سے میں کہتی نہیں واری
ہے اس کو نہ اولاد نہ جان آپ سے پیاری
سوتے میں بھی رہتا ہے زباں پر یہی جاری
فرزندِ پیمبرؐ پہ فدا جان ہماری
ہے عشق دلی اُس کو شہِ کون و مکاں سے
لیتا نہیں بے صلِ علیؑ نامِ زباں سے



اک روز کہا میں نے کہ عباسؑ وفادار
تم ان کا غلام آپ کو کیوں کہتے ہو ہر بار
صدقے گئی یہ طرفہ محبت ہے نیا پیار

جو تم ہو سو وہ ہیں خلفِ حیدر کراڑ
مرتے ہوئے حیدر نے سپرد ان کے کیا ہے
کچھ خطِ غلامی تو نہیں لکھ کے دیا ہے

﴿۹﴾

اتنا مرا کہنا تھا کہ بس آنکھ پھرا لی
تھرا کے کہا بات یہ کیا منھ سے نکالی
توبہ کرو یکساں ہوا میں اور شہِ عالی
میں بندہ ناچیز وہ کونین کے والی
قطرہ کبھی دریا کے برابر نہیں ہوتا
ذرہ کبھی خورشید کے ہمسر نہیں ہوتا

﴿۱۰﴾

نسبت مجھے کیا ان سے کہاں نور کہاں خاک
میں گردِ قدم اور وہ تاجِ سرِ افلاک
عباس کے نانا بھی ہیں کیا سیدِ لولاک
میرے لیے آئی ہے کبھی خلد سے پوشاک
سویا ہوں کبھی میں بھی محمدؐ کی عبا میں
میری بھی ثنا ہے کہیں قرآنِ خدا میں

﴿۱۱﴾

زہراؑ نے مجھے دودھ پلایا ہو تو کہہ دو
کاندھے پہ محمدؐ نے بٹھایا ہو تو کہہ دو
جبریلؑ نے جھولے میں جھلایا ہو تو کہہ دو

ان رتبوں میں رتبہ کوئی پایا ہو تو کہہ دو
وہ فخر دو عالم ہے امامِ دو جہاں ہے
اسرارِ لدنی مرے سینے میں کہاں ہے

﴿۱۲﴾

اک مور ہو کس طرح سلیمیاں کے برابر
رتبے میں صحیفہ نہیں قرآں کے برابر
ہر باغ نہیں روضۂ رضواں کے برابر
کیوں کر ہو سہا تیر تاباں کے برابر
سر قائمۂ عرشِ تلک جا نہیں سکتا
کعبے کا شرف کوئی مکاں پا نہیں سکتا

﴿۱۳﴾

خوش ہوں جو غلامِ علی اکبر مجھے سمجھیں
میں یہ نہیں کہتا کہ برادر مجھے سمجھیں
وہ خادمِ اولادِ پیبرؐ مجھے سمجھیں
رتبہ مرا بڑھ جائے جو قنبر مجھے سمجھیں
نعلین اٹھاؤں مری معراج یہی ہے
شاہی بھی یہی تخت یہی تاج یہی ہے

﴿۱۴﴾

کیساں ہے تو ہے مرتبہٴ شہر و شبیر
بیٹوں میں علیؑ کے یہ کسی کی نہیں توقیر
میں پاؤں پہ سر رکھتا ہوں اے مادرِ دلگیر

(186)

مجھ سے نہ سنی جائے گی اس طرح کی تقریر
اب آپ کو صورت بھی نہ دکھلائے گا عباسؑ
باتیں جو یہی ہوں گی تو مرجائے گا عباسؑ

﴿۱۵﴾

کیا بھول گئیں واقعہٗ رحلت حیدر
تھا آپ کے زانو پہ سر فاتحِ خیبر
اس پہلو میں شبیرؑ تھے اُس پہلو میں شہرؑ
زینبؑ بسرِ خاک تڑپتی تھیں کھلے سر
صحت ہو پدر کو یہ دعا کرتا تھا میں بھی
لیٹا ہوا قدموں سے بکا کرتا تھا میں بھی

﴿۱۶﴾

پاس اپنے بلا کر مجھے بابا نے کیا پیار
اور ہاتھ مرا ہاتھ میں شہ کے دیا اک بار
فرمایا حسنؑ ہے مرے نو بیٹوں کا مختار
عباسؑ رہا اک تو حسینؑ اس کا ہے سردار
فرمایا تھا مجھ سے کہ امام اپنا سمجھنا
آقا سے کہا تھا کہ غلام اپنا سمجھنا

﴿۱۷﴾

ہنس ہنس کے میں سنتی رہی تقریر یہ ساری
اُس کو تو یہ غصہ تھا کہ آنسو ہوئے جاری
لے لے کے بلائیں کہا تب میں نے کہ واری

حاصل ہوئی واللہ مراد آج ہماری
وہ دن ہو کہ حق تجھ سے غلامی کا ادا ہو
تو قبلہ کونین کے قدموں پہ فدا ہو

﴿۱۸﴾

فرمانے لگے اشک بہا کر شہہ ابرار
ہاں والدہ ایسا ہی ہے وہ بھائی وفادار
عباسؑ مرا اور مرے سب گھر کا ہے مختار
رکھتا ہے حسینؑ اک یہی مادر یہی غم خوار
اماں اسی بازو سے قوی ہاتھ ہیں میرے
عباسؑ نہیں ساتھ علیؑ ساتھ ہیں میرے
(میر انیس)

میر انیس کے اشعار کی تفسیر ملاحظہ ہو:-

امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ میں جو الفت و محبت تھی اس کو کس طرح بیان کیا جائے،
دو محبت کرنے والوں میں کبھی ایسا پیار دیکھا ہی نہیں گیا، یہ ایسی محبت تھی کہ پھول میں
اور بلبل میں بھی ایسی محبت نہ ہوگی، قمری بھی سرو کے درخت سے ایسی محبت نہیں کر سکتی،
یہ تو ایک آن کے لیے بھی آپس میں جدا نہیں ہو سکتا، پروانہ بھی شمع سے ایسے عشق نہیں
کر سکتا جو عشق عباسؑ کو حسینؑ سے تھا۔

عباسؑ فخر محسوس کرتے تھے حسینؑ کی فعلین اٹھا کر، حسینؑ کے سر پر سایہ کرنا عباسؑ
کے لیے معراج کا رتبہ پانا تھا، جدھر جدھر حسینؑ جاتے غلام کی طرح عباسؑ سائے کی
طرح ساتھ ہوتے۔

امام حسینؑ جب سو جاتے تو عباسؑ حفاظت کی خاطر جاگتے رات سے صبح

ہو جاتی ٹھٹھتے ٹھٹھتے جس طرح آسمان پر چاند رات بھر اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

امام حسینؑ صبح کو عباسؑ سے فرماتے اے میرے پیارے بھائی تم رات کو ایک ساعت کے لیے بھی نہیں سوئے، عباسؑ کہتے آقا، غلام کو آرام سے کیا غرض، آپ کی خدمت میں سحر و شام بسر ہو جائے بس عباسؑ کے لیے یہی آرام ہے۔ آقا آپ میرے سید و سردار، میرے مالک و آقا ہیں آپ کی خدمت میں اگر میں جاگ رہا ہوں تو یہ میں نہیں جاگ رہا بلکہ میرا مقدر جاگ رہا ہے۔

اکثر امام حسینؑ حضرت اُمّ البنینؑ سے فرماتے تھے کہ عباسؑ میرا جانثار، میرا مددگار اور میرا محب ہے اور میں عباسؑ سے اس لیے بھی بہت زیادہ محبت کرتا ہوں کہ میں جب بھی عباسؑ کو دیکھتا ہوں مجھے بابا علیؑ یاد آ جاتے ہیں، عباسؑ ہمارے گھر میں گویا شیر خدا کی تصویر کی طرح ہیں۔

عباسؑ کی شکل، رعب، دمدبہ، شان و شوکت، طینت، خلق، طبیعت میں احسان گزاری، غرض سارے صفات شیر خدا والے ہیں۔ میری جان عباسؑ کے صدقے ہو میں چاہتا ہوں کہ روز عباسؑ پر سے قربان ہو جاؤں، کیونکہ بچپن سے عباسؑ مجھے بہت پیار کرتے ہیں اور یہ بہادر، نیک بخت صفت شکوہ مجھ سے عشق کرتا ہے۔

تو جناب اُمّ البنینؑ امام حسینؑ سے فرماتیں کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور میرے بچے آپ کے خادم ہیں۔ تاروں کا فخر ہے کہ وہ چاند پر سے صدقے ہو جائیں عباسؑ! سر آپ کے قدموں پہ ہو یہ ہی فضیلت ہے۔ یہی فخر ہے۔ میرے بیٹے نے ہمیشہ آپ کے قدموں کو چوما ہے اور کیوں نہ ہو آپ نے بھی تو بیٹوں کی طرح عباسؑ کو پالا ہے۔

اے فرزندِ رسولؐ عباسؑ آپ کے سامنے اپنی جان اور اولاد کو کچھ نہیں سمجھتا۔ یہاں تک کہ جب عباسؑ سوتا ہے تب بھی اس کی زبان پر یہی الفاظ جاری رہتے ہیں کہ سب

رسولؐ پر میری جان قربان۔ اس کے آپ سے عشق کا یہ عالم ہے کہ جب تک درود نہ پڑھے آپ کا نام نہیں لیتا۔

اُمّ البنینؓ کہتی ہیں:- ایک روز میں نے عباسؓ سے پوچھا کہ تم اپنے کو حسینؓ کا غلام کیوں کہتے ہو، یہ انوکھا پیار ہے اور نئی الفت ہے حالانکہ تم بھی علیؓ کے بیٹے ہو اور حسینؓ بھی علیؓ کے بیٹے ہیں اور علیؓ نے دنیا سے جاتے ہوئے تمہیں حسینؓ کے سپرد کیا تھا نہ یہ کہ غلامی میں دیا تھا۔

بس میرا یہ کہنا تھا کہ عباسؓ نے دوسری طرف منہ کر کے مجھ سے کہا یہ آپ کیا کہتی ہیں، کہاں میں اور کہاں حسینؓ ابن علیؓ، میں ایک بندہ ناجیز اور وہ کون و مکاں کے مختار، ایک قطرہ دریا کے برابر نہیں ہو سکتا، نہ ہی ایک ذرہ سورج کے برابر ہو سکتا ہے۔

مجھے اُن سے کیا نسبت، وہ نور ہیں میں خاک ہوں، میں ان کے قدموں کی دھول ہوں وہ آسمانوں کے سر کا تاج ہیں، کیا میرے نانا پیغمبرؐ ہیں؟ کیا میرے لیے بھی کبھی جنت سے لباس آیا ہے، کیا میں کبھی رسولؐ اللہ کی عبا میں سویا ہوں، کیا قرآن میں میرے لیے بھی آیت آئی ہے۔

کیا فاطمہؓ زہراؓ نے مجھے دودھ پلایا ہے، کیا کبھی میں دوشِ نبیؐ پر سوار ہوا ہوں، کیا جبرئیلؑ نے میرا جھولا جھلایا ہے، نہیں امتاں یہ سب رتبے میرے آقا حسینؓ کے لیے ہیں وہ دونوں جہانوں کا فخر اور امام ہیں اور اللہ کے راز اُن کے سینے میں ہیں میرے سینے میں نہیں۔

ایک چیونٹی، سلیمانؑ کے برابر نہیں ہو سکتی، ایک صحیفہ قرآن کے برابر نہیں ہو سکتا، جنت کے باغ اور ایک عام باغ میں بڑا فرق ہے، کوئی ذرہ چمکتے ہوئے سورج کی ہمسری نہیں کر سکتا، میرا سر عرش تک نہیں پہنچ سکتا، کوئی عام مکان، اللہ کے مکان کی

برابری نہیں کر سکتا۔

میرا تو فخر یہ ہے کہ اگر آقا حسینؑ مجھے علی اکبرؑ کا غلام سمجھیں، میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے اپنا بھائی سمجھیں بلکہ اولاد رسولؐ کا خادم کہہ کر مجھے پکاریں اور میرے لیے تو مرتبہ یہی ہے کہ آقا حسینؑ مجھے اپنا قنبر سمجھیں۔ میری بادشاہی، میرا تخت، میرا تاج اور میری معراج یہ ہے کہ میں آقا حسینؑ کی نعلین اٹھاؤں۔

اگر کوئی مرتبے میں ان کے برابر ہے تو وہ آقا حسنؑ مجتبیٰ ہیں۔

اماں میں تو اُن کے پاؤں پہ اپنا سر رکھتا ہوں اور اے اماں اگر آپ نے پھر مجھ سے یہ کہا تو عباسؑ کی جان تن سے نکل جائے گی۔

اماں آپ کو یاد ہو گا جب بابا اس دنیا سے جا رہے تھے اور بابا کا سر آپ کے زانو پر تھا۔ بابا کے ایک طرف حسنؑ تھے اور ایک طرف حسینؑ اور آقا زادی زینبؑ سر کھولے ہوئے ماتم کر رہی تھیں۔ میں بھی بابا کے قدموں سے لپٹ کر رو کر بابا کی صحت کی دعا کر رہا تھا۔

بابا نے مجھے اپنے پاس بلا کر پیار کیا اور میرا ہاتھ آقا حسینؑ کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ میرا بیٹا حسنؑ تو میرے نو بیٹے کا مختار ہے اور حسینؑ، عباسؑ کا سردار ہے، مجھ سے بابا نے کہا تھا کہ حسینؑ کو اپنا امام سمجھنا اور آقا حسینؑ سے کہا تھا کہ عباسؑ کو اپنا غلام سمجھنا اُمّ البنینؑ کہتی ہیں:-

عباسؑ کی ان پیار بھری باتوں کو میں تو مسکرا کر سُن رہی تھی لیکن عباسؑ کو اتنا جلال تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ تب میں نے عباسؑ کی بلائیں لے کے کہا کہ بیٹا آج میری دعا اور میری مراد پوری ہو گئی بس اب یہ خواہش ہے کہ خدا وہ دن دکھائے کہ تو حق غلامی اس طرح ادا کرے کہ حسینؑ کے قدموں میں تیری جان فدا

ہو جائے۔

یہ سن کے حسینؑ رونے لگے اور جناب اُم البنینؑ سے فرمانے لگے ہاں اماں میرا عباسؑ بھائی ایسا ہی وفادار ہے وہ میرا بھی اور میرے سارے گھر کا مختار ہے۔ بس میرے پاس تو آپ جیسی ماں ہے اور عباسؑ جیسا بھائی ہے۔ اماں عباسؑ میرے بازوؤں کی قوت ہے اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ عباسؑ نہیں بلکہ علیؑ میرے ساتھ ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

باب ۱۰

حضرت اُمّ البنینؑ

کا شجاع بیٹا عباسؑ علمدار

ایسا لڑا وہ بازوئے فرزندِ مرتضیٰ سگّانِ عرشِ حق بھی لگے کرنے واہ واہ
نہیبؑ سے شاہ کہتے تھے کیوں بنتِ مرتضیٰ چودہ پہر کی پیاس میں عباسؑ کیا لڑا
شیرِ خدا کے شیر کی جرأت کو دیکھنا
اُمّ البنینؑ کے دودھ کی طاقت کو دیکھنا
(مرزا دیر)

شجاعتِ عباسؑ:

شجاعتِ بفتحِ شینِ بہادری اور دلیری و جوانمردی کو کہتے ہیں۔ حضرت امیر المومنینؑ کی بہادری و دلیری محتاجِ تعارف نہیں ایسے شجاع باپ کا بیٹا حضرت عباسؑ ہے عباسؑ عیسٰیؑ مصدر سے ہے عیسٰیؑ کے معنی تیوری چڑھا ترش رو ہونا چیں بجیں ہونا عباسؑ بپھرے ہوئے شیر کو کہتے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے شجاعت و سطوت و صلابت و عسویت کی

وجہ سے اس بیٹے کا نام عباس رکھا۔

صاحبِ معالیٰ السبطین نے تحریر فرمایا ہے۔ جب حضرت عباس میدان میں اترتے تھے تو دشمنوں کے بدنِ خوف سے کانپتے تھے۔ جسم کے جوڑ ڈر سے پھڑکتے تھے ایک شعر لکھا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ:-

”یعنی دشمنوں کے منہ موت کے خوف سے بگڑ جاتے اور عباس اس وقت میدان میں متبسم ہوتے تھے۔“

باپ کے زمانہ میں شجاعت:

صاحبِ مقتلِ طریکی نے تحریر فرمایا ہے امیر المومنینؑ کی موجودگی میں عباسؑ شریکِ جنگ ہوتے تھے اور بڑے بڑے بہادروں کو پچھاڑ دیتے تھے۔ جنگِ صفین میں جب امام حسینؑ نے معاویہ کی فوج سے دریائے فرات کا گھاٹ چھڑایا تو عباسؑ بحیثیت مددگار امام حسینؑ کے ہمراہ تھے ابوالاعود کو شکست دے کر ہٹا دیا (معالی السبطین)

صفین کا ایک واقعہ:

جنگِ صفین میں ایک نوجوان شہزادہ نقاب پوش میدانِ جنگ میں اتر اترے بڑے شجاعوں کے چھکے چھوٹ گئے معاویہ کے لشکر کی خوف سے میدان چھوڑ گئے۔ معاویہ نے ابنِ شعثا نامی ایک فوجی سے کہا کہ تم مقابلہ میں جاؤ۔ کہا میں دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلا لڑ سکتا ہوں اس لڑکے کے مقابلہ میں کیسے جاؤں میرے سات لڑکے موجود ہیں، کوئی ایک اس کا سر لے آئے گا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے ساتوں میدان میں اترے اس نوجوان لڑکے نے سب کو جہنم پہنچا دیا۔ غصہ میں ابنِ شعثا خود میدان میں اتر اکہ خود جا کر اس لڑکے کے ماں باپ کو اس کے غم میں سوگوار بناتا ہوں دو ایک

چھڑپ ہونے کے بعد اس لڑکے نے ابنِ شعثا کو ہموزن دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔

طرف کے لشکر حیران ہو گئے اتنے میں حضرت علیؑ نے آواز دے کر بلایا نقاب اٹھایا تو سب نے دیکھا کہ قبر بنی ہاشم جناب عباس تھے۔ (کبریٰ احمر۔ معالی السطین)

ابن زیاد کی امان:

شجاعت عباسیہ کی یہ حد تھی کہ نام سن کر بہادروں کے جوڑ کا نپتے تھے۔ اور دل آب آب ہو جاتے۔ بدن کے بال کھڑے ہو جاتے۔ (معالی السطین) اسی وجہ سے ابن زیاد نے امان لکھ کر دی کہ شاید عباسؑ علیحدہ ہو جائے تو لشکر ابن زیاد کا خوف گھٹ جائے۔ اور جنگ لڑ سکیں۔

جب پانی لینے گئے:

حضرت عباسؑ نے کر بلا میں کم از کم تین جنگیں لڑیں ہیں۔ پہلا حملہ آپؑ نے تلوار سے اس وقت کیا جب حضرت قاسمؑ کی شہادت ہوئی۔ اور امام حسینؑ کے ساتھ شیر غضب ناک کی طرح، جنگ کر کے لاش قاسمؑ لے آئے، دوسری جنگ فرات پر جاتے ہوئے ہے۔ اور تیسری جنگ فرات سے واپسی پر ہے۔ آپؑ نے مولا علیؑ کی طرح تلوار چلائی ہے۔

فرات کے کنارے:

چار ہزار یا چھ ہزار بلکہ دس ہزار بحوالہ اسرار الشہادت دریائے فرات پر شامی متعین تھے۔ بہ تحریر کبریٰ احمر چھ حملے کر کے ان سے دریائے فرات کا کنارہ لے لیا۔

ایک ہاتھ سے جنگ:

جب دایاں ہاتھ شہید ہو گیا تو بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر ایسا حملہ کیا ایک سو اسی ایسے پہلوانوں کو قتل کر دیا جو ہزار ہزار بلکہ دو دو ہزار کے مقابلے کرنے والے تھے۔

(معالی السبطین)

بیس اصحاب:

لشکر امام کے بیس آدمی دشمنوں کے گھیرے میں آ گئے۔ اکیلے جناب عباسؑ نے حملہ کیا اور ان سب کو بخیریت دشمن کا گھیرا توڑ کر نکال لائے۔ (کبریٰ احمر)

شجاعت کی حد:

جب بائیں ہاتھ سے ۸۰ ملائین کو قتل فرمایا تو عبداللہ ابن یزید شیبانی نے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری کہ وہ ہاتھ مع تلوار ہوا میں اڑا لیکن جناب عباسؑ نے ہوا سے تلوار کو منہ کے ساتھ پکڑا اور دشمنوں پر حملہ کیا (کبریٰ احمر)

تعداد مقتولین:

حضرت عباسؑ نے ۲۵ ہزار ملائین کو کیفر کردار کو پہنچایا۔ تمام شہداء نے ۲۵ ہزار کو قتل کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے بہ نفس نفیس ۳ لاکھ ۳۰ ہزار قتل کئے تمام لشکر عمر ابن سعدؓ ۶۰ لاکھ ہزار تھا۔ جو ملائین بچ گئے ان کی تعداد ۸۰ ہزار تھی۔

(اسرار الشہادت در بندی)

دربار یزید میں تقریر زینبؑ:

یہ بعید نہیں ہے کیونکہ علامہ بیر جندی نے کبریٰ احمر میں لکھا ہے کہ جب اہل بیتؑ شام پہنچے تو ایک ملعون نے یزید عنید سے کہا کہ حسینؑ آئے تھوڑے اصحاب کے ساتھ ہم نے جب حملہ کیا تو وہ ایک دوسرے کی پناہ میں آڑ لیتے تھے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا اے کذاب تیری ماں تیرے غم میں روئے میرے بھائی حسینؑ کی تلوار نے شام کو کوفہ کا کوئی گھر نہیں چھوڑا کہ جس گھر سے رونے چیخنے کی آواز نہ آرہی ہو۔ اور وہ سب

میرے بھائی کی تلوار سے قتل ہوئے۔

اولاد عباس کی شجاعت:

جناب عباسؑ کی شہادت کے بعد جب امام حسینؑ پر حملہ ہوا تو اس وقت مولائے مظلوم کو عباسؑ یاد آئے اس پر آپؑ نے استغاثہ فرمایا تو حضرت عباسؑ کے دو فرزند محمد ابن عباسؑ اور قاسم ابن عباسؑ نے اپنے آپ کو مولا کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا تمہارے باپ کی شہادت کافی ہے۔ کہا نہیں آقا ہم بھی آپؑ پر قربان ہوں گے چنانچہ دونوں میدان میں اترے ایک نے دوسو پچاس ملائین کو قتل کیا اور دوسرے نے آٹھ سو بیس ملائین کو قتل کیا۔ (کبریٰ احمر)

شجاعتِ عباسؑ حضرت اُمّ البنینؑ کی نظر میں:

حضرت عباسؑ علیہ السلام کی ماں جناب اُمّ البنینؑ نے خبر شہادت پانے کے بعد حسب ذیل اشعار جن کو ابوالحسن اخفشؑ نے بھی شرح کامل میں لکھا ہے۔ بطور مرثیہ پڑھے:-

یامن رای العباس کر

علی جماہیر النقد

اے وہ شخص جس نے میرے بیٹے عباسؑ کو منتخب اور چیدہ (ٹڈی دل) جماعتوں پر حملہ آور دیکھا۔

ووراء من ابنائِ حیدر

کل لیث ذی لبـد

اور ان کے علاوہ شیر خدا کے ایسے بیٹوں کو (حملہ کرتے دیکھا ہے) جو شیر بیشہ

شجاعت ہے۔

اتبئت ان ابنی اصیب
براسہ مقطوع ید
(ذرا بتا تو سہی) مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ میری رگِ جان سے زیادہ عزیز تر فرزند
عباسؑ کا سردونوں ہاتھوں سمیت کاٹا گیا ہے (ہائے کیا یہ سچ ہے)۔
ویلی علی شبلی اما
ل براسہ ضرب العمد
آہ! آہ! میرے شیر کا سر گرز آہنی کی ضرب سے جھک گیا تھا۔
ل وکان سیفک فے ید
یک لم ادا لنا منك اَحد
اے میرے بہادر بیٹے (خدا کی قسم) مجھے یقین ہے کہ اگر تیرے ہاتھ میں تلوار
ہوتی تو تیرے نزدیک کوئی پھٹک نہیں سکتا تھا۔

باب ﴿.....﴾ ۱۱

حضرت اُمّ البنینؓ

چار شجاع بیٹوں کی ماں

حضرت اُمّ البنینؓ فاطمہ کلابیہ کے چار بہادر اور رشید صاحبزادے تھے لہذا وہ اُمّ البنینؓ کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ عربی میں اُمّ البنینؓ کے معنی ہیں بیٹوں کی ماں، اگر کسی خاتون کے تین بیٹے ہوتے تھے تو عرب میں اُسے اُمّ البنینؓ کہتے تھے۔ فاطمہ کلابیہ کو اللہ نے چار بیٹے عنایت کئے تھے۔ پھر وہ اُمّ البنینؓ کیوں نہ ہوتیں۔

برادرانِ حضرت عباسؓ:

- (۱) حضرت عباسؓ جن کا سن میرے خیال کے مطابق کر بلا میں ۳۸ سال تھا۔
- (۲) عبد اللہ جن کا سن عاشور کو ۳۰ سال کا تھا اور ان کا قاتل ہانی بن شعیبہ تھیں۔
- (۳) عمران جن کا سن وقتِ شہادت ۲۸ سال کا تھا اور ان کا قاتل بنی دارم کا ایک شخص تھا۔

(۴) جعفر جن کا سن واقعہ کر بلا میں ۲۶ سال کا تھا اور ان کا قاتل خولی بن یزید تھا چاروں صاحبزادے تربیتِ علوی و تربیتِ حسنی و حسینی سے آراستہ تھے اور کر بلا میں

بڑی بہادری سے جنگ کر کے شہید ہوئے۔

حضرت عباسؓ حضرت اُم البنینؓ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور فضل و دانش، تقویٰ و عبادت اور ادب میں بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ ان کو حضرت امام حسینؓ اور حضرت زینبؓ سے بہت محبت تھی اور بچپن سے ہی اپنے فرض کو پہچانتے تھے اور اپنے بھائی اور بہن کے حکم کی تعمیل فوراً فرماتے تھے، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ اور محمد بن حنفیہ کے بعد مردوں میں حضرت علیؓ کی اولاد میں اشرف و اعظم تھے۔ روز عاشورہ جب آپ نے اپنے بھائی حسینؓ ابن علیؓ کی صدائے ”ہل من ناصر“ سنی تو اپنے چھوٹے بھائیوں سے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ تم مجھے پہلے اپنے سید و مولا کی مدد کو نکلو۔ وہ ایک ایک کر کے میدان میں گئے اور خوب جنگ کی اور اپنے پدر بزرگوار کی شجاعت جو انھیں میراث میں ملی تھی دکھلا کر شہید ہو گئے۔

حضرت عباسؓ کے بھائیوں کی پیدائش:

حضرت عباسؓ کے حقیقی بھائی جناب عبداللہ، جناب عمران اور جناب جعفر تھے۔ حضرت عباسؓ کے تقریباً نو دس برس بعد بطین جناب اُم البنینؓ سے جناب عبداللہ پیدا ہوئے۔ اور جناب عبداللہ سے دو سال بعد جناب عمران بن علیؓ پیدا ہوئے۔ اور جناب عمران سے تقریباً دو سال بعد جناب جعفر بن علیؓ پیدا ہوئے جیسا کہ ابصار العین وغیرہ سے مستنبط ہوتا ہے۔

عبداللہ کی وجہ تسمیہ:

سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا نام عبداللہ تھا۔ جو حضرت علیؓ کے سگے چچا تھے۔ بس چچا کے نام پر اپنے اس بیٹے کا نام عبداللہ رکھا تھا۔

عمران کی وجہ تسمیہ:

آپ کی پیدائش کے بعد حضرت علیؑ نے آپ کا نام عمران تجویز کر کے فرمایا: میں نے اس کا نام عمران اپنے پدر گرامی ابوطالبؓ کے نام پر اس لیے رکھا ہے تاکہ ان کی یاد تازہ رہے۔ حضرت ابوطالبؓ کا حقیقی نام عمران تھا۔ نجف اشرف کے ایک عالم نے حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا اور فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام عمران رکھا تھا، لوگوں نے اُس بیٹے کا نام ”عثمان“ مشہور کر دیا، میرے بیٹے کو عمران کہا کرو، تاکہ میرے پدر گرامی کی یاد تازہ رہے۔ (تحفہ حسینیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ و مقتل عوالم صفحہ ۹۳)

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ۔۔ ج ۹۔۔ ص ۲۴۳ پر عثمان کی جگہ عبدالرحمان لکھا ہے۔

عثمان نام معارف میں ابن قتیبہ۔ مروج الذهب میں مسعودی اور اختصاص میں مفید نے ذکر نہیں کیا۔ (ام البنین علیہا السلام۔ محمدرضا عبدالامیر انصاری۔ ص ۲۲)

جعفر کی وجہ تسمیہ:

آپ کی پیدائش کے بعد حضرت علیؑ نے آپ کا نام جعفر رکھا تاکہ جعفر طیار کی یاد قائم رہے۔ روی ان امیر المومنین مسماة اخیه جعفر لجه ایاہ۔ حضرت علیؑ نے ان کا نام جعفر اپنے بھائی جعفر ابن ابی طالب کے نام پر محض اس لیے رکھا تاکہ ان سے محبت کا ثبوت دیں۔ حضرت علیؑ جعفر طیار کو بے حد مانتے اور چاہتے تھے۔ (البصار لعین صفحہ ۲۵ طبع نجف اشرف)

کربلا میں حضرت اُمّ البنینؑ کے بیٹوں کی قربانیاں:

دشتِ وغان میں موت کا بازار گرم ہو گیا تھا، موت کے خریدار ایک اک پر گر رہے تھے، اصحاب و انصار قتل ہو گئے اب بنی ہاشم لہو میں نہا کر حسینؑ پر ثار ہونے لگے۔

پایا جوا زنِ جنگ دلیروں نے ایک بار جانے لگا لڑائی کو ایک ایک نامدار
شبیّر پر لہو میں نہا کر ہوئے غار لاشے اٹھا کے روئے بہت شاہ باوقار
دشتِ وفا میں گرم تھا بازار موت کا

گرتا تھا ایک اک پہ خریدار موت کا
مارے گئے جدال میں جس دم وہ جاں نثار جانے لگے وفا کو عزیزانِ ذی وقار
اللہ ری حرب و ضرب دلیرانِ نامدار دشتِ نبرد ہلتا تھا ہنگام کارزار
کیا ذکر اُن دلیروں کی تیغ آزمائی کا
دکھلا دیا تھا رنگِ علیؑ کی لڑائی کا (میر موسیٰ)

اب اُن میں سے ہر ایک سبقت کرتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اور جو موقع پا جاتا
ہے اور اجازتِ نبرد آزمائی حاصل کر لیتا ہے۔ میدان کی طرف دوڑتا ہے اور موت کی
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بانی اسلام کی نظر میں سرخروئی حاصل کرتا ہے۔ بہت سے
بنی ہاشم کے نوجوان اپنی قربانیاں پیش کر چکے ہیں۔ حضرت عباسؓ جن کے اوپر جنگ
کر بلا کے سر کرنے کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ وہ ہر چند کوشش کر رہے ہیں کہ مجھے
میدانِ وفا کی اجازت ملے۔ تاکہ میں اپنے کو پیش کر کے بابا جان حضرت علیؑ کی بارگاہ
میں سرخرو ہو جاؤں اور اُن پر یہ ثابت کر دوں کہ آپ نے جس غرض کے واسطے میری
ولادت کی تمنا کی تھی میں نے اُسے پورا کر دیا۔ لیکن علمبردار لشکر ہونے نیز حسینؑ کے
ایسے قوتِ بازو ہونے کی صورت میں جن پر حسینؑ اپنے کو فدا کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔
اور اکثر فرمایا کرتے تھے ”اے بھائی عباسؓ تم پر میری جان قربان“ کیوں کر میدان
قتال کی اجازت پاسکتے تھے۔ بنا بریں حضرت عباسؓ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر
میں اپنی ذاتی قربانی اس وقت جبکہ سب بنی ہاشم کے نو نہال جارہے ہیں نہیں پیش کر

سکتا تو کم از کم یہ تو ضرور ہی کر سکتا ہوں کہ قاسمؑ علی اکبرؑ سے پہلے اپنے حقیقی بھائیوں کو قربان گاہِ حسینی میں پیش کر دوں تاکہ بابا جان مجھ سے ناخوش نہ ہوں۔ اور ان کو گلہ و شکوہ نہ رہے۔ اور وہ بانی اسلام کی بارگاہ میں اس بارے میں شرمندہ نہ ہوں۔ کہ ان کے وہ بیٹے جو عباسؑ کے سگے بھائی تھے۔ انہوں نے سر دینے میں تاخیر کی۔ حضرت عباسؑ نے اپنے سگے بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا یا بنی اُمّی تقدّموا حتیٰ ارائکم وقد نصحتکم اللہ و لرسولہ اے میرے حقیقی بھائیوں! اب میدان قتال میں جا کر خدا اور رسولؐ کے لیے اپنی جانیں دے دو۔ اور مجھے دکھا دو کہ تم نے سرخروئی حاصل کر لی اور سنو تمہیں یاد ہوگا کہ جب جنگ صفین ہو رہی تھی اور تیروں کا دینہ برس رہا تھا۔ اس موقع پر پدر بزرگوار نے محمد حنفیہ سے فرمایا تھا کہ آگے بڑھو اور فوج مخالف کے میمنہ پر حملہ کرو۔ اُس وقت کسی نے حضرت علیؑ سے عرض کیا۔ یا علیؑ کیا حضور ملاحظہ نہیں فرما رہے ہیں کہ تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور محمد حنفیہ زخموں سے چُور ہیں۔ حضور حسنؑ اور حسینؑ بھی تو ہیں۔ یہ سننا تھا کہ بابا جان کے غیض و غضب کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے فرمایا۔ وائے ہو تجھ پر۔ سن! محمد حنفیہ میرا بیٹا ہے اور حسنؑ اور حسینؑ رسول اللہ کے فرزند ہیں۔ نیز یہ کہ محمد حنفیہ میرے ہاتھ کی مانند ہیں۔ اور حسنؑ اور حسینؑ میری آنکھوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہاتھ کا فریضہ ہے کہ جب آنکھ پر کوئی آفت آئے تو وہ آنکھوں کی حفاظت کرے۔ غرض کہ کسی کے ٹوکنے پر بابا جان کو غصہ آ گیا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے فرزندوں میں وہ زیادہ خوش نصیب ہوگا جو دشتِ کربلا میں فرزندِ رسول حسینؑ کی مدد کرے گا۔ میرے بھائیو ہماری مادرِ گرامی اُمّ البنینؑ بہادر خاندان کی خاتون ہیں۔ اور ہمارے کارنامے کربلا کی نویدِ حمایتِ سننے کے لیے مدینہ میں موجود ہیں۔ آج جنگ کرو قربانیاں پیش کرو اور ماں اُمّ البنینؑ اور باپ حیدرؑ کا نام روشن کر دو۔

یہ سن کر حضرت عباسؓ کے بھائیوں نے کمال دلیری سے جواب دیا کہ ہم اسی لیے آئے ہیں۔ اور انشاء اللہ اپنی قربانیوں سے جس قدر جلدی ممکن ہو سکے گا۔ اپنے پدر بزرگوار اور مادر گرامی نیز آپ کو خوش کر دیں گے۔ (تحفہ حبیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۲۔ مجالس المنین صفحہ ۴۷۔ روضۃ الحسبہ طبع ایران۔ مجمع النورین صفحہ ۲۵۱ طبع ایران)

تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ کہ حضرت عباسؓ چار حقیقی بھائی تھے۔ (۱) خود حضرت (عباسؓ) (۲) جناب عبداللہ (۳) جناب عمران (۴) جناب جعفر۔ ان کی والدہ جناب اُم البنینؓ اور والد ماجد حضرت علیؓ علیہ السلام تھے۔ اور انہیں سے حضرت عباسؓ نے یوم عاشورہ خصوصی طور پر مخاطبہ فرمایا تھا۔ اور انہی کو شہر امان نامہ کے حوالہ سے اپنی طرف بلا رہا تھا۔ جس کا انہوں نے کمال دلیری سے یہ جواب دیا تھا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔ تیری امان پر لعنت ہے۔

غرضیکہ حضرت عباسؓ نے اپنے بھائیوں کی حوصلہ افزائی کی اور وہ سب مرنے کے لیے جلد سے جلد نکلنے پر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ ناموس اسلام صفحہ ۱۶۲ میں ہے۔ باغ مرتضوی کے پھول اُم البنینؓ کی آنکھ کے تارے دریائے فنا میں ڈوبنا شروع ہوئے، حسینؓ کے بازو ٹوٹنے لگے۔ باپ کی نشانیاں، علیؓ کی یادگاریں خاک میں ملنے لگیں۔ حضرت عباسؓ نے بھائیوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ پیارو۔ تم مجھے جان سے زیادہ عزیز اور پیارے ہو، مگر آج میری خواہش یہی ہے کہ تم سب مجھ سے پہلے بابا علی مرتضیٰ کی خدمت میں دربار رسولؐ میں سرخرو کوثر کے کنارے پہنچ جاؤ۔ تمہارے داغ ہم سینے پر اٹھائیں اور تمہارے غم میں صبر و رضائے الہی کے درجات بھی حاصل کریں۔ یہ بہادر بھائی کے فدائی، حسینؓ کے عاشق پہلے سے ہی شوق شہادت میں بے چین تھے۔ خوش ہو کر عرض کرتے ہیں، ہماری یہی تمنا اور یہی آرزو ہے کہ آپ سے پہلے خون میں

ڈوبیں، اور اپنے پیارے بزرگ بھائی آقا حسین پر ثار و قربان ہو جائیں، ہتھیار سجتے ہیں، تلواریں اٹھاتے ہیں، سلام و داع عرض کر کے رخصت ہوتے ہیں، حسینؑ ایک ایک کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور رخصت فرماتے ہیں، بیشہ حیدری کے شیر میدان میں جاتے ہیں، شجاعت علوی کے جوہر دکھاتے ہیں، شیرانہ حملے فرماتے ہیں، تیر لگتے ہیں، برچھیاں پڑتی ہیں، زخمی ہو کر گرتے ہیں، اور بھائی پر قربان ہو جاتے ہیں، حسینؑ لاشوں کو اٹھاتے ہیں اشکبار ہوتے ہیں اور خون بھری لاشوں کو خیمہ میں لے آتے ہیں۔

اب حضرت اُمّ البنینؑ کے چار بہادر فرزندوں کے مختصر الفاظ میں تفصیلی واقعات تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اُمّ البنینؑ کے دوسرے فرزند عبد اللہ ابن علیؑ:

عبد اللہ بن علی حضرت عباسؑ کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ حضرت عباسؑ سے تقریباً آٹھ سال چھوٹے تھے۔ آپ کی کنیت ناسخ التواريخ کے مطابق ابو محمد تھی۔ آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ آپ کو جو ہر شجاعت و رشہ میں ملا تھا۔ بڑے بہادر۔ نہایت جری تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ حضرت عباسؑ کے ارشاد کے مطابق میدان میں تشریف لے گئے تھے تو جو ہر شجاعت دکھا کر لوگوں کو حیران کر دیا تھا۔ آپ کے سن کے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔

آپ اپنے بھائی حضرت عباسؑ کے تقریباً آٹھ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی مادر گرامی بھی اُمّ البنینؑ فاطمہ کلابیہ تھیں۔ آپ نے پدرِ بزرگوار کے ساتھ ۱۰ سال اور امام حسن کے ساتھ ۲۰ سال اور امام حسینؑ کے ساتھ تیس سال زندگی بسر کی اور یہی (۳۰ سال) آپ کی مدتِ عمر ہے۔ (معتمد ساکبہ صفحہ ۲۳۶۔ انوار الحسبہ صفحہ ۶۸ مہینج

الاحزان صفحہ ۱۶۲ اور تحفہ حسینہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ میں ہے کہ جناب عبداللہ ابن علی کے کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت عباسؓ کے بیٹوں بھائیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں، چھوٹے چھوٹے بچے ساتھ تھے۔ جلتے خیموں اور دوڑتے گھوڑوں میں یہ کمسن بچے شہید ہو گئے، بیبیاں اسیر ہو گئیں۔

میدان جنگ کی طرف رہروی اور جانبازی:

آپ چونکہ فطرتاً شجاع تھے اور بڑے بھائی حضرت عباسؓ نے بھی حوصلہ افزائی کر دی تھی۔ لہذا جب آپ میدان میں تشریف لے گئے تو آپ نے کمال بے جگری سے جنگ فرمائی۔ آپ کی شجاعت کے متعلق صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ عبداللہ مثیل شیر یزدان و آرزو مند نبرد آزمائی کے لیے بے چین تھے۔ تواریخ میں ہے کہ جب آپ میدان میں تشریف لے گئے۔ تو وہاں پہنچتے ہی ایک زبردست حملہ کیا۔ اور ان لفظوں میں رجز پڑھا:-

انا ابن ذالنجدة والافضال ذاك على الخير فى الفعال

سیف رسول اللہ ذوالنکال

فی کل قوم ظاہر الافعال

ترجمہ: میں ایک عظیم الشان بہادر اور صاحب جود و کرم کا فرزند ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میرے افعال و اعمال میں اچھائی نظر آتی ہے۔ اور تم سمجھو وہ کون ہے۔ وہ رسول اللہؐ کی شمشیر برہند ہیں ان کے افعال و اعمال روز روشن کی طرح ساری دنیا پر روشن اور جلی ہیں، وہ علیؑ ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن علیؑ کی شہادت:

رجز پڑھنے کے بعد آپ نے اس طرح حملہ کیا کہ سارا میدان کانپ اٹھا، مورخین

لکھتے ہیں:- وجعل يضرب بسيفه قد ما ويجول فيهم جولان الرحي۔ آپ نے چکی کی طرح میدان میں چکر لگا کر تلوار سے کاٹنا شروع کیا اور مجمع میں چیخ و پکار کی آواز بلند ہو گئی۔ (تحفہ حسینیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ و انوار الحسینیہ صفحہ ۶۸) دشمنوں نے جب دیکھا کہ اس بہادر پر قابو نہیں پایا جا رہا تو پانچ ہزار کی جمعیت سے حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ نے جب ملاحظہ کیا کہ اب دشمن اپنی پوری طاقت سے حملہ کر رہے ہیں۔ تو بقولے صاحب حقائق المصیبت حضرت عباس علیہ السلام کو آواز دی۔ آپ عون بن علیؑ کو ہمراہ لیے ہوئے میدان میں پہنچے اور دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ جناب عبداللہ جن کے مقابلہ میں ہانی ابن ثبیت حضرمی تھا۔ چونکہ کافی زخمی ہو چکے تھے۔ لہذا دشمن آپ پر غالب آ گیا۔ فشد علیہ ہانی ابن ثبیت الحضرمی نضربہ علی راسہ فقتلہ اور آپ کے سر مبارک پر اس نے تلوار لگائی۔ جس سے آپ شہید ہو گئے۔

(ابصار العین، صفحہ ۳۴ بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۲۳۔ ناخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸۔ تحفہ حسینیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۳۔ مجالس المتقین صفحہ ۴۷، تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۷ و معنیہ ساکبہ صفحہ ۳۳۶۔ حقائق المصیبت صفحہ ۲۳۸ طبع بمبئی ۱۲۹۲ھ)

حضرت عبداللہ پر امام معصوم حضرت حجتؑ کا سلام:

السلام علی عبد اللہ بن امیر المومنین سبلی البلاء والمنادی
بالولاء عرصۃ کربلا المضروب مقبلاً و مدبراً لعن اللہ قاتلہ ہانی
ابن ثبیت الحضرمی

عبداللہ ابن علی علیہ السلام پر سلام ہو۔ جنہوں نے بلا پر بلا جھیل کر موقع امتحان میں کامیابی حاصل کی اور جو میدان کربلا میں اپنی محبت کا علی الاعلان ثبوت دے گئے۔ جنہیں دشمنوں نے ہر جانب سے زخمی کیا۔ خدا اُن کے قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی پر

لعنت کرے۔ (شفاء الصدور صفحہ ۱۱ طبع بمبئی)

حضرت اُمّ البنین کے تیسرے فرزند عمران ابن علی:

حضرت عمران بن علیؑ حضرت عباسؑ علمدار کے دوسرے بھائی تھے۔ آپ جناب عبداللہ سے دو سال چھوٹے تھے۔ آپ کی عمر ۲۸ سال اور کنیت ابو الحسن تھی۔ آپ کا اسم گرامی ”عمران“ اس لیے رکھا گیا تھا کہ حضرت علیؑ کے والد گرامی ابو طالب کا نام عمران تھا۔ جب اس فرزند کی ولادت ہوئی تو حضرت علیؑ نے ان کا نام ابو طالب کے نام پر رکھا۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَ نُوحًا وَ آلَ إِبْرَاهِيمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (سورہ آل عمران آیت ۳۳)

”اللہ نے مصطفیٰ بنایا آدم و نوح و آل ابراہیم و آل عمران کو عالمین میں“

آپ کا نام ناصبیوں نے ”عثمان“ مشہور کر دیا ہے۔ جبکہ نام عمران ہے۔

آپ کی عمر کے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔ آپ اپنے بھائی عبداللہ سے دو برس بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی مادر گرامی بھی جناب اُمّ البنین تھیں آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ آٹھ برس اور اپنے بھائی امام حسنؑ کے ساتھ اٹھارہ برس اور امام حسینؑ کے ساتھ ۲۸ سال زندگی بسر کی۔ اور یہی آپ کی مدتِ عمر ہے۔ (ابصار العین صفحہ ۳۴۔ انوار الحسینہ صفحہ ۶۸ طبع نجف اشرف)

میدان جنگ کی طرف رخصت اور جانبازی:

میدان جنگ میں جانے کے لیے حضرت عباس علیہ السلام ہمت افزائی فرما ہی چکے تھے۔ اب عبداللہ کی شہادت نے جناب عمران کے دل میں نیر و آزمائی کا زور پیدا

آپ نے یہ رجز پڑھا:-

انى انا العمران ذوالمفاخر
شيخى على "ذوالفعال الظاهر
وابن عم الرسول الطاهر
اخى حسين خيرة الاخائر

ترجمہ:- اے دشمنانِ اسلام! میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں صاحبِ مفاخر
عمران بن علی ہوں میرے بزرگ اور آقا میرے پدرِ نادر حضرت علیؑ ہیں۔ جن کے
کارنامے ناصیہ روزگار پر روشن ہیں۔ وہ رسولِ مقبول علیہ السلام کے ابنِ عم یعنی چچا زاد
بھائی ہیں۔ اور میرا بھائی حسینؑ ہے جو تمام منتخب لوگوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

وسيد الكيار والاصاغر
بعد الرسول والولى الناصر

وہ حسینؑ جو رسول اللہؐ اور ولی اللہ کے بعد کائنات کے تمام چھوٹے اور بڑے سب
کے سردار ہیں۔ (ناخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۸۔ تحفہ حبیبہ ۱۶۳۔ بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۶۲۳۔ ومعنیہ
ساکبہ صفحہ ۳۳۶)

حضرت عمران بن علی کی شہادت:

آپ کمال دلیری کے ساتھ مشغول جنگ تھے۔ فرماہ خولی ابن یزید
الاصبحی بسهم فاوهطه حتى سقط لجنبه فجاءه رجل من بنی
ابان بن دارم فقتله واجتزر اسه کہ ناگہ خولی ابن یزید اصبحی نے ایک
ایسا تیر مارا جس نے انہیں بالکل کمزور کر دیا۔ اور آپ پہلو کے بل زمین پر گر گئے۔
اتنے میں ایک شخص۔ بنی امان ابن دارم کا آیا اور اس نے آپ کا سر کاٹ لیا۔ (البصار
Contact : jabir.abbas@yahoo.com

العین صفحہ ۳۴۔ مجالس المتقین صفحہ ۴۷۔ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۷۔ بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۳۳، ناخ التوارخ جلد ۶ صفحہ ۲۲۸۔) صاحب مہج الاحزان صفحہ ۱۶۰ میں لکھتے ہیں کہ چلہ کمان سے چھوٹا ہوا تیر جین مبارک پر لگا اور آپ زمین پر تشریف لائے۔

جناب عمران پر امام معصوم کا سلام:

السلام علی عمران ابن امیر المومنین مسمی عمران ابن عبدالمطلب، لعن اللہ رامیہ بالسهم خولی ابن الیزید الاصبی الیادی الدارعی

ترجمہ: جناب عمران ابن عبدالمطلب کے ہمنام عمران بن امیر المومنین پر سلام ہو اور خدا تیرے شہید کرنے والے خولی ابن یزید اصبی ایادی داری پر لعنت کرے۔
(شفاء الصدور شرح زیارت عاشور صفحہ ۱ طبع بمبئی)

حضرت اُمّ البنینؑ کے چوتھے فرزند جعفر بن علی علیہ السلام:

جناب جعفر بن علی حضرت عباسؑ علمدار کے تیسرے بھائی تھے۔ آپ جناب عمران سے تقریباً دو سال چھوٹے تھے۔ آپ کی عمر ۲۶ سال تھی۔ آپ کی کنیت بقول صاحب ناخ التوارخ ابو عبد اللہ تھی۔ آپ کی حیات کے متعلق مورخین لکھتے ہیں:-

آپ اپنے بھائی عمران کے دو سال بعد پیدا ہوئے آپ کی مادر گرامی جناب اُمّ البنینؑ تھیں۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ۶ سال اور بھائی حسنؑ کے ساتھ ۱۶ سال اور امام حسینؑ کے ساتھ ۲۶ سال زندگی بسر کی اور یہی آپ کی مدت حیات ہے۔

علامہ شیخ محمد بن کمال الدین شافعی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ کے بھائی، جناب جعفر طیار تھے۔ جنہیں حضرت علیؑ علیہ السلام بے حد چاہتے تھے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص جناب جعفر طیار کے نام سے آپ کو واسطہ دیتا تھا تو آپ کا غصہ فرو ہو جاتا تھا۔

”اذا سَلَ بِحق جعفر سَكَنَ“ (ملاحظہ ہو مطالب النول صفحہ ۱۱۷) علامہ یزدی لکھتے ہیں کہ جب جنگ موتہ میں جعفر طیار شہید ہوئے تھے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ الآن الكسر ظهري بھیا! اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ (انوار الشہادت صفحہ ۲۹) صاحب البصائر العین علامہ سماوی لکھتے ہیں۔ روی ان امیر المؤمنین سماہ اخیه جعفر لحبه ایاہ صفحہ ۳۵ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند جعفر کا نام اس لیے جعفر رکھا تھا تا کہ جعفر طیار کی یاد تازہ رہے۔

آپ کی میدان کی طرف رخصت اور جانبازی:

آپ اپنے دیگر بھائیوں کی طرح نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ آپ کو یونہی حوصلہ جنگ تھا۔ پھر حضرت عباسؓ نے باپ کی وصیت یاد دلا کر ہمت افزائی کر کے سونے پر سہاگہ کا کام کیا تھا۔ مورخین کا بیان ہے۔ ”فقد مروشد ما علی الاعداء یضرب فیہم بسیفہ“ کہ آپ نے میدان جنگ میں جا کر دشمن پر حملہ آوری کی اور تلوار سے انہیں فنا کے گھاٹ اتارنے لگے۔ اور یہ جڑ پڑھا:-

انى انا الجعفر ذو المعالى ابن على خيرة النوالی

حسبى بعمى شرفاً و خالى

احمى حسیناً ذی الند المفضال

ترجمہ:- میں بلندی کا بادشاہ جعفر ہوں اور حضرت علی علیہ السلام کا فرزند ہوں۔ جو بڑے جود و کرم والے تھے۔ میرے چچا اور ماموں کی شرافت حسب و نسب میری شرافت کی شاہد اعظم ہیں۔ میں ایسے حسینؑ کی مدد کر رہا ہوں۔ جو بڑے بخشش کرنے والے ہیں۔ (تحفہ حسینیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۳۔ البصائر العین صفحہ ۳۵۔ بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۲۳۔ تاریخ

التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۸۔ جواہر الایقان صفحہ ۲۰۲۔ دمعۃ ساکبہ صفحہ ۳۳۶)

جناب جعفر بن علیؑ کی شہادت:

آپ کمال دلیری اور بہادری کے ساتھ جنگ آزما تھے۔ کہ ناگاہ ”شد علیہ
ہانی ابن ثبیت الحضرمی الذی قتل اخاہ فقتلہ“ آپ پر ہانی ابن ثبیت
حضرمی نے وار کیا۔ اور آپ کو شہید کر ڈالا۔ (ابصار العلین صفحہ ۳۵ مقتل ابی مخنف طبع ایران)
جناب جعفر پر امام معصوم حضرت جت کا سلام:

السلام علی جعفر بن امیر المومنین الصابر بنفسہ محتسباً
والناتی عن الاوطان مغترباً المستسلم المستقدم للنزال المکثور
بالرجال لعن اللہ قاتلہ ہانی بن ثبیت الحضرمی۔ جعفر ابن
امیر المومنین علیہ السلام پر سلام ہو۔ جو اپنی جان کی قربانی پیش کرنے میں بڑے صابر
تھے۔ اور غربت کی حالت میں وطن سے نکالے ہوئے تھے جو جنگ آزمائی کے لیے دل
و جان سے تیار تھے۔ جو میدان کارزار میں بڑھ کر حملے کرنے والے تھے جنہیں
لوگوں نے اپنی کثرت سے مغلوب کر دیا تھا خدا ان کے قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی پر
لعنت کرے۔ (اشفاء الصدور شرح زیارت عاشور طبع بمبئی)

مورخ طبری کی تنگ نظری:

حضرت عباس علیہ السلام کی وفاداری کے کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ یہ
ہے کہ آپ نے اسلام کی حمایت کے سلسلہ میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ نہ میں خود باقی رہوں
گا اور نہ اپنے کسی بھائی اور بیٹے کو زندہ رہنے دوں گا۔ یہ انہوں نے کیوں کیا صرف اس
لیے کہ وہ موقع آشنا تھے اور جانتے تھے۔ کہ آج اُسی کا محل ہے۔ تمام مورخین کا اتفاق
ہے کہ آپ نے اپنے حقیقی بھائیوں کو جن کے نام عبداللہ، عمران، جعفر ہیں مخاطب کر

کے اس وقت کہا جبکہ امام حسینؑ پر تمام اصحاب اپنی جان قربان کر چکے تھے اور اہل بیتؑ میں سے بھی اکثر ہستیاں قربان گاہ اسلام پر بھیٹ چڑھ چکی تھیں۔

اے میرے حقیقی بھائیو۔ میرے قریب آؤ۔ اور میری بات سنو۔ وہ یہ ہے کہ اب وہ وقت ہے کہ تم بھی اب میدان قتال میں قدم جدال رکھ دو اور اس طرح جنگ کرو کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ تم نے خدا اور رسولؐ کی راہ میں اپنی جان عزیز قربان کر دی ہے، دیکھو آج کے دن جان دینے سے دریغ کرنے کا محل نہیں ہے، دلیری سے جان دن دے دو، ارے میرے بھائیو! میں تو اپنی اولاد بھی آج قربان کر دینا چاہتا ہوں، میں اپنی اولاد بھی عزیز نہیں رکھنا چاہتا، تم بھی ایسا ہی کرو، عجلت کرو اور شرف شہادت حاصل کر کے بارگاہ رسولؐ میں سرخرو ہو جاؤ۔

(جواہر الايقان در بندی صفحہ ۲۰۲ بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۲۳ وغیرہ)

آپ کے بہادر بھائی جو پہلے ہی سے جنگ کے لیے تیار تھے۔ میدان قتال کی طرف چل پڑے اور سب سے پہلے جس نے قدم اٹھایا وہ آپ کے بھائی عبداللہ تھے۔ آپ نے اپنے ہر بھائی کو میدان قتال میں بھیجتے وقت فردا فردا ہی فرمایا تھا کہ تقدم يا اخي حتى ارالك قتيلًا واحتسب فانه لا ولد لك۔ میرے عزیز بھائی! میدان میں جا کر اس طرح لڑو۔ کہ میں تمہیں خاک و خون میں تڑپتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ (انوار الحسینیہ صفحہ ۶۸) چنانچہ آپ کے برادران خوش اعتقاد میدان میں جا کر اسلام پر قربان ہو گئے۔ (البصائر صفحہ ۳۹)

علماء اور مورخین نے اس امر کی وضاحت میں کہ حضرت عباسؑ نے اپنے سے پہلے اپنے بھائیوں کو جنگ گاہ میں بھیجنے پر مقدم کیوں کیا۔ ایسی چیزیں پیش فرمائی ہیں جن سے حضرت عباسؑ کے کمال تدبر کا پتہ چلتا ہے۔ صاحب منافع الابرار صفحہ ۳۳ میں لکھتے

ہیں کہ کار خیر میں عجلت کرنی چاہیے۔ علامہ برغانی مجالس المتقین کے صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں۔

حضرت عباسؓ نے بتا کید تمام اس بات کی کوشش کی کہ اُن کے بھائی ان سے پہلے حسینؓ پر قربان ہو جائیں۔

حضرت عباسؓ نے اپنے سے اس لیے مقدم رکھا تا کہ میری شہادت ان کی نظروں کے سامنے نہ واقع ہو۔ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے مرنے سے ان کی ہمت ٹوٹ جائے اور وہ شرف شہادت سے محروم رہ جائیں۔ اور امام حسین علیہ السلام کی بدنامی ہو کہ ان کے لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے جو میدان کارزار میں نہ آئے۔ اور اپنی جان بچا لی۔“

راجہ سرکشن پرشاد وزیر اعظم حکومت حیدر آباد اپنے رسالہ شہید کر بلا طبع لکھنؤ ۱۳۵۸ھ کے صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں۔ حضرت عباسؓ اپنی شہادت کے لیے راستہ بنا رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ علمداری کا عہدہ جہاد کی اس وقت تک اجازت دینے پر مجبور نہ کرے گا جب تک کوئی تلوار اٹھانے والا باقی رہے گا۔ یعنی حضرت عباسؓ نے اپنے بھائیوں کو جنگ کے لیے ابھار کر اس لیے جلد سے جلد شہید کر دیا تا کہ انہیں حوصلہ شہادت پورا کرنے کا موقع مل جائے، کیونکہ جب تک کوئی بھی باقی رہے گا، علمدار لشکر کو درجہ شہادت پر فائز ہونے کا موقع نہ ملے گا۔

بہر حال حضرت عباسؓ نے کمال وفاداری کے جذبہ سے مجبور ہو کر اس امر کی کوشش فرمائی کہ تمام بھائی جلد سے جلد شہید ہو کر میرے لیے راستہ صاف کر دیں تا کہ میں امام حسینؓ پر قربان ہو کر اپنے والد بزرگوار حضرت علیؓ کی تمنا پوری کر دوں۔ دنیا کا کون انسان ایسا ہوگا جو حضرت عباسؓ کے اس جذبہ وفاداری کی قدر نہ کرے گا۔ لیکن

نہایت افسوس ہے کہ دنیائے اسلام کا ایک مورخ علامہ ابو جعفر محمد ابن جریر طبری اپنی کج فہمی اور تعصب کی وجہ سے لکھتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا۔
تقدموا حتی ارثکم فانہ لا ولد لکم الخ۔ اے میرے بھائیو!

عبداللہ، عمران۔ جعفر تم جلد سے جلد میدان جنگ میں جا کر شہید ہو جاؤ۔ تاکہ میں تمہاری میراث کا مالک بن جاؤں کیونکہ تمہارے کوئی اولاد نہیں ہے۔ (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۷ طبع مصر)

اسی کی پیروی ابوالفرج نے مقاتل الطالیین میں کی ہے۔ وہ لکھتا ہے: قدم اخاہ جعفر بین یدیه لانہ لم یکن له ولد لیجوز میراثہ العباس۔ جعفر کو شہادت کے لیے حضرت عباسؓ نے بھیج دیا تاکہ ان کی میراث کے مالک بن جائیں۔ علامہ عبدالرزاق موسوی کتاب ”قمر بنی ہاشم“ طبع نجف اشرف کے صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ ان دونوں مورخین نے عجیب و غریب بات کہی ہے۔ کجا حضرت عباسؓ کی شخصیت اور کجا بھائیوں کی میراث میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان دونوں مورخوں نے یہ کیونکر کہہ دیا کہ حضرت عباسؓ اپنے بھائیوں کی میراث لینے کا خیال رکھتے تھے۔ کیوں کہ یہ تو معمولی آدمی بھی جانتا ہے کہ ماں کی موجودگی میں بھائی کو بھائی کی میراث میں سے کچھ نہیں ملا کرتا کیا وہ حضرت عباسؓ جو آغوش امامت میں پرورش پائے تھے اور جن کا علمی پایہ بے انتہا بلند ہے انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ شرعاً مجھے ان کی میراث کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور پھر ایسے موقع پر جب کہ وہ جانتے تھے کہ اب چند منٹوں میں میں بھی درجہ شہادت پر فائز ہو جاؤں گا، اور یہ سوچنے کی بات ہے کہ بازاری شخص بھی کسی کو اس طرح مرنے کے لیے نہیں ابھارا کرتا کہ تم جاؤ قتل ہو جاؤ تاکہ میں تمہاری میراث کا وارث بن جاؤں، چہ جائیکہ حضرت عباسؓ جو جامعہ نبوت کے تعلیم یافتہ اور مدرسہ امامت میں

پڑھے ہوئے تھے اور جنہوں نے باپ اور بھائی کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔ اور ان سے معارف سیکھے تھے۔ یہ باور کرنا چاہیے کہ حضرت عباسؓ نے اپنے بھائیوں کو میدان میں بھیجنے میں اس لیے جلدی کی تھی۔ تاکہ امام حسینؓ پر یہ ثابت کر دیں۔ کہ میرے بھائی آپ سے کس درجہ اُنس رکھتے ہیں اور کس طرح آپ پر قربان ہونے کو بے چین ہیں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا تھا:

تقدموا حتی ارالکم قد نصحتم اللہ ورسولہ الخ

میدان میں میرے سامنے جاؤ۔ تاکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ تم لوگ خدا اور رسولؐ کی راہ میں قربان ہو گئے۔ یعنی آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جلد سے جلد اجر شہادت حاصل کر لیں۔ ابو حنیفہ دینوری لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا: تقدموا بنفسی انتم و حاموا عن سیدکم حتی تموتوا دونہ، فتقدموا جميعا فقتلوا۔ میرے بھائیو! میں تم پر فدا ہوں۔ اپنے سردار امام حسینؓ کی حمایت کے لیے نکل پڑو۔ اور ان کے سامنے جان دے دو یہ سُن کر سب کے سب میدان میں گئے۔ اور اپنے کو قربان کر دیا۔

میرا خیال ہے کہ جن لوگوں نے میراث کا حوالہ دیا ہے انہیں لفظ (لا ولد لکم) سے دھوکا ہوا ہے۔ حالانکہ موقع گفتگو پر نظر کرنے کے بعد یہ دھوکا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اور اس سے سمجھنا چاہیے تھا۔ کہ تمام مورخین نے جو یہ سمجھا ہے کہ ”برائے شام عقب و اولاد نیست تا غم آنہارا بخورید“۔ یہ درست ہے اس کے علاوہ علامہ عبدالحسین علی نے یہ احتمال کیا ہے۔ کہ شاید ارزلکم کے بجائے ارثکم غلطی سے لکھا گیا ہو اور علامہ شیخ آغا بزگ نے یہ احتمال ظاہر فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تاریخ میں ارثیکم کے بجائے ارثکم غلطی سے آگیا ہو یعنی احتمال اول کی بنا پر مقصد یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا

کہ تم مرنے کے لیے جاؤ تا کہ میں تمہارا غم برداشت کر کے ثواب کا مستحق بنوں اور احتمال ثانی کی بنا پر مقصد یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تم مرنے کے لیے جاؤ تا کہ میں تم پر نوحہ ماتم کروں اور تمہارا مرثیہ کہوں۔ یعنی تم پر رونے کا حق ادا کروں۔ کیونکہ تمہارے کوئی اولاد تو ہے نہیں جو تمہارا غم منائے گی۔ (القد النزیہ جلد ۱ صفحہ ۹۹۔ الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ)

چھوٹے چھوٹے بچے بھی شہید ہو گئے، ماتم کرنے والا کوئی نہ رہا، المحرم قیدی بن کر دیار بہ دیار پھرائے گئے صفِ ماتم کون بچھاتا۔ حضرت زینبؓ مدینے واپس آئیں تو جب تک زندہ رہیں ان جوان بھائیوں کی یاد میں مجالس منعقد کرتی رہیں۔ یا پھر دُکھیا ری ماں اُمّ البنینؓ تاحیات جوان بیٹوں کا مرثیہ پڑھ کر جنت البقیع میں ماتم کرتی رہیں۔

باب ۱۲.....

حضرت اُمّ البنینؓ

اور میرا نیس کے مرثیے

دنیا میں سوتیلے رشتے بہت بدنام ہیں۔ اور ہندوستان تو اس معاملے میں سب سے آگے ہے۔ یہاں تک کہ سوت اور سوتیلے کا نام آجانا ہی دشمنی کا ضامن ہو جاتا ہے۔ اس معاملے میں غلو اور تعصب اتنا بڑھا ہوا ہے کہ سوتیلی ماں بچوں کے لیے جان بھی دے دے تو دنیا اسے مکرو فریب ہی سمجھتی ہے۔ اور سوتیلے بچے کتنی ہی محبت کریں ماں اور اس کے رشتے دار ان کے خلوص پر یقین نہیں کرتے۔ ادب اور شاعری میں بھی (مستثنیات کو چھوڑ کر) یہی صورت کارفرما نظر آتی ہے۔ اس قسم کی باتوں کا جواثر اور ردِ عمل انسانی فطرت پر پڑتا یا پڑ سکتا ہے۔ اس کی طرف شاید ہی کسی کا دھیان جاتا ہو۔ لیکن واقعہ کربلا کی تاریخ شاید ہے کہ یہاں حسینؑ کے سگے اور سوتیلے سبھی رشتہ داروں نے یکساں محبت و خلوص اور جاں نثاری دکھائی۔ سگی بہن زینبؓ اور سوتیلے بھائی عباسؓ کے کردار میں ذرا بھی فرق نظر نہیں آتا بلکہ کہیں کہیں تو عباسؓ کی جاں نثاری اور جاں فروشی زینبؓ سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

میر انیس حضرت عباسؓ، ان کی والدہ اور بیوی کے کردار سے بہت متاثر ہیں۔ انہوں نے ان سوتیلے رشتہ داروں کی محبت، جاں نثاری، خلوص اور وفا کو بڑی خوبی اور کمال کے ساتھ دکھایا ہے۔ امام حسینؓ کی سوتیلی ماں اُم البنینؓ کا کردار جہاں بھی سامنے آتا ہے دل کو متاثر کرتا ہے وہ عالی ہمت خاتون ہیں۔ خاندانِ رسولؐ سے گہری محبت اور عقیدت رکھتی ہیں جس کا اثر قدرتی طور پر ان کے بیٹوں پر پڑا ہے۔ اس باب میں ہم عباسؓ کی والدہ اُم البنینؓ کا کردار انیس کے کلام کی روشنی میں دکھائیں گے۔

واقعہ کربلا میں اُم البنینؓ کے چار بیٹوں نے شہادت پائی۔ جن میں سب سے بڑے حضرت عباسؓ تھے جن کی بیوی بچے بھی ساتھ آئے تھے۔ حسینؓ کے ان جانباز بھائیوں کی سیرت میں شاعران کی ماں کی سیرت اور کردار کا جلوہ دیکھتا ہے۔ وہ یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ بنتِ پیمبرؐ سیدۃ النساء کے بعد جس عورت سے علی مرتضیٰؑ نے شادی کی اس کے لیے خاندان میں اپنی جگہ بنانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تاریخی روایات میں جو ذرا سی جھلک ان کی نظر آتی ہے اس سے شاعران کی پوری شخصیت اور کردار کا اندازہ لگاتا اور اس سادہ سے خاکے میں بڑے دلکش اور شوخ رنگ بھرتا ہے۔

میر انیس کا ایک مشہور مرثیہ ہے:-

عباسؓ علی شیر نیتانِ نجف ہے تابندہٗ دُرِ تاجِ سلیمانِ نجف ہے
سروِ چمن و خضرِ بیابانِ نجف ہے آئینہٗ روئے مہ کنعانِ نجف ہے
طفلی سے اسے عشقِ امامِ دوسرا تھا

شہ اس پہ قدا تھے، وہ شہ دیں پہ قدا تھا

مرثیے کو میر انیس نے عباسؓ ابن علیؑ کی پیدائش کے ذکر سے شروع کیا ہے اور ابتدا

ہی میں والدہ عباسؑ حضرت اُمّ البنینؑ کا ذکر یوں ہوتا ہے:-
 جب خلد کو دنیا سے ہوئیں فاطمہؑ رگیں یاور تھی زبس مادرِ عباسؑ کی تقدیر
 جس روز سے آئی تھی ید اللہ کے گھر میں
 رہتی تھی شب و روز تمنائے پسر میں

اگلے ہی بند میں جب وہ حضرت اُمّ البنینؑ کا تعارف کراتے ہیں تو صاف پتہ چل
 جاتا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی صفات کی بی بی ہیں۔ جنہیں فاطمہؑ زہراؑ سے عقیدت اور
 حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ سے گہری محبت ہے۔ اور علی مرتضیٰؑ سے شادی
 کے بعد جو اہم ذمہ داری اُن پر عائد ہوتی ہے اس کا پورا احساس ہے۔ یہ بھی سمجھتی ہیں
 کہ علیؑ کہ دل میں جگہ بنانے کا ایک ہی ذریعہ ہے یعنی ان کے بچوں سے پر خلوص محبت
 اور خدمت۔

دعوائے کنیزی تھا اسے بنتِ نبیؐ سے تھا اُنس بہت آلِ رسولِ عربیؐ سے
 مطلب نہ تھا اپنی اسے حاجت طلبی سے آگاہ تھی شبیرؑ کی عالی نسب سے
 مصروف وہ فطّہ سے بھی خدمت میں سوا تھی
 سوا جان سے فرزندوں پہ زہراؑ کے فدا تھی

حیدر سے کبھی پوچھتی تھی یا شہِ صخرہ دونوں میں بہت چاہتے تھے کس کو پیہر
 اس بی بی سے فرماتے تھے یوں فاتحِ خیبر اُلفت تھی محمدؐ کو نواسوں سے برابر
 یہ دونوں دل و جانِ رسولؐ دوسرا تھے
 صدقے کبھی اس پر تھے کبھی اس پہ فدا تھے

قدرتی طور پر حضرت اُمّ البنینؑ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ ان کے بھی کوئی بیٹا
 ہو جو دنیا میں کچھ کام کرے اور نام اور شہرت پائے مگر کس طرح؟

جب مصحفِ ناطق سے سنی اس نے یہ تقریر کی حق سے مناجات کہ اے مالکِ تقدیر
گردے تو مجھے اک پسر صاحبِ توقیر میں اس کو خوشی ہو کے کروں فدِ یہ شبیر

ممتاز غلاموں میں جو ضرغام ہو میرا
زہرا کی کنیزوں میں بڑا نام ہو میرا
حضرت اُمّ البنین کی مراد برآتی ہے اور نخلِ تمنا بار آور ہوتا ہے:-
اللہ نے بخشا پسر نیک شہل

دکھائی جو تصویر پسر بختِ رسا نے عباس علیٰ نام رکھا شیرِ خدا نے
عباس کے بعد ان کے تین بیٹے اور ہوئے۔ چار بیٹوں کی ماں ہونے ہی کی وجہ
سے ان کا لقب اُمّ البنین پڑا تھا۔ اور اس صاحبِ حوصلہ بی بی نے چاروں بیٹوں کی
ایسی تربیت کی کہ دنیا کی تاریخ الفت و وفا میں ان کا نام امر ہو گیا۔

عباس اور ان کے بھائیوں نے میدانِ کربلا میں حق کی خاطر اور حسین کی محبت میں
جس طرح جانیں فدا کیں اور وفاداری کے جو بے مثال کارنامے انجام دیئے۔ انیس
بتاتے ہیں کہ ان کی بنیاد ابتدا ہی سے ماں نے ڈالی تھی۔ کوئی اور ماں ہوتی تو سب سے
بڑے بیٹے کی پیدائش کا جشن مناتی اور چاہے منہ سے نہ کہتی مگر دل میں یہ سوچتی کہ وہ
بھی اب کسی سے گھٹ کر نہیں، خود بیٹے والی ہے مگر مادرِ عباس کا کردار ہی اور تھا۔

شبیر کو عباس کی مادر نے بلایا اور گود میں فرزند کو دے کر یہ سنایا
لو واری وفادار غلام آپ نے پایا نعلین اٹھائے گا تمہاری مرا جایا

آقا ہو شہنشاہ ہو سردار ہو اس کے

مالک ہو تمہیں اور تمہیں مختار ہو اس کے

چھاتی سے لگا کر اُسے بولے شہِ خوشخو یہ تقویتِ روح ہے اور قوتِ بازو

اس گل سے وفاداری کی آتی ہے مجھے بو کتنا مرے بابا سے مشابہ ہے یہ گرو

یہ شیر مددگاری شہر کرے گا

اللہ اسے صاحبِ توقیر کرے گا

ماں نے عباسؑ کے دل میں امام حسینؑ کی محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ ایک دن ماں بیٹے کا امتحان لیتی ہے کہ دیکھیں میری تربیت اور تعلیم نے بچے پر کہاں تک اثر ڈالا ہے۔

جب سات برس کا ہوا وہ گیسوؤں والا ماں نے کہا تم نے مری جاں ہوش سنبھالا

مانی تھی یہ نذر اور تھا اسی واسطے پالا اب تم کو کروں گی میں نثارِ شہِ والا

حقِ الفت زہراؑ کا ادا کرتی ہوں بیٹا

جو عہد کیا اس کو وفا کرتی ہوں بیٹا

اب بیٹے کا جواب سنئے:-

خوش ہو کے یہ کی حضرت عباسؑ نے تقریر یہ عین تمنا ہے کہ ہوں فدیہ شہر

حاضر ہوں کرو جلد فدا ہونے کی تدبیر لازم نہیں اماں عملِ خیر میں تاخیر

گو عمر میں چھوٹا ہے گل اندام تمہارا

پر خلق میں ہوئے گا بڑا نام تمہارا

بظاہر یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ بے وجہ و بلا مقصد مادرِ عباسؑ بیٹے کو زہرا کے پسر پر

کیوں نثار کر رہی ہیں مگر یہاں انیس عقیدت و جانثاری کا مظاہرہ کر کے اُم البنینؑ کے

جذبہٴ ایثار کی عکاسی کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ بیٹے کو علیؑ مرتضیٰ کے پاس لے جا کر کہتی

ہیں:-

تھا دین ادا کرنے کا اس کا مرے سر پر

اب اس کو فدا کیجئے زہرا کے پسر پر
حضرت اُم البنینؓ فاطمہ زہراؓ کی عظمت کا اعتراف کرنا چاہتی ہیں۔ شوہر یہ سن کر
بیٹے سے مخاطب ہوتے ہیں۔

شبیرؓ پہ ماں تجھ کو فدا کرتی ہے بیٹا
عباسؓ بتادے مجھے مرضی ہے تری کیا
تو عباسؓ جواب دیتے ہیں:-

میں عاشقِ فرزندِ رسولؐ دوسرا ہوں
سوار جو زندہ ہوں تو سوارِ فدا ہوں
حضرت علیؓ جو رسولِ اکرمؐ سے واقعہ کربلا کی پیشین گوئی سن چکے ہیں۔ یہ سن کر
آبدیدہ ہو جاتے ہیں اور آنے والے واقعات کا منظر تصور میں گھوم جاتا ہے:-
رو کر اسد اللہ نے دیکھا رخِ شبیرؓ جنگاہ کی آنکھوں کے تلے پھر گئی تصویر
پیاسوں کا خیال آگیا حالت ہوئی تغیرؓ یاد آئی بھری مشک کلیجے پہ لگا تیر
طاقت نہ رہی ضبط کی احمدؓ کے وحی کو
نزدیک تھا صدے سے غش آجائے علیؓ کو

عباسؓ کو لپٹا کے گلے کرنے لگے پیار چومے کبھی عباسؓ کے بازو کبھی رخسار
فرماتے تھے تجھ سا نہیں دنیا میں وفادار صدقے ترے اے دلبر زہراؓ کے مددگار
ماتم ترا ہر تعزیہ خانے میں رہے گا
شہرہ تری الفت کا زمانے میں رہے گا

تاریخ اپنے ورق پلٹنے لگی۔ عباسؓ اور ان کے بھائی جوان ہوئے۔ علیؓ مرتضیٰ نے
شہادت پائی، امام حسنؓ کو بھی ظلم و ستم کی طاقتوں نے چپکے سے زہر دلوادیا اور روحانی

قیادت امام حسینؑ کے حصے میں آئی۔ لیکن تختِ خلافت پر معاویہ کا قبضہ رہا۔ معاویہ کی موت کے بعد یزید نے اپنے خلیفہ رسولؑ ہونے کا اعلان کر دیا اور امام حسینؑ سے بیعت طلب کی حسینؑ کے انکار پر ان کے قتل کے درپے ہوا۔ حسینؑ نے مدینے میں عافیت نہ دیکھی تو حج کا عزم کیا اور وہاں سے کوفے جانے کا ارادہ، جہاں سے خط پر خط آرہے تھے کہ آپ آئیے اور ہماری قیادت فرمائیے۔ حسینؑ کی مدینے سے روانگی سے متعلق انیس کے کئی مرثیے ہیں۔ مگر عجب بات ہے کہ ان میں مادرِ عباسؑ کا ذکر نہیں ملتا۔ لیکن جب کربلا میں امام حسینؑ مع اپنے عزیز و احباب کے شہادت پا جاتے ہیں اور سال بھر کے قید و بند اور مصائب اٹھانے کے بعد اہل حرم کا لٹا قافلہ مدینے واپس آتا ہے۔ اس وقت کے مرثیوں میں اُمّ البنینؑ کا تذکرہ پھر ملتا ہے۔

اہل حرم حسینؑ اور سارے خاندان کو کھوکھو کر آئے ہیں۔ سارا مدینہ گریہ و ماتم سے گونج رہا ہے۔ صغیرِ باپ کی جدائی میں خون رورہی ہیں۔ خواتین مدینہ سینہ کو بی کر رہی ہیں۔ پیاروں موٹی ماں بہنیں تڑپ رہی ہیں۔ مگر مادرِ عباسؑ کا کیا حال ہے؟ کیا چار کڑیل جوان بیٹوں کی شہادت کی خبر ان کو بدحواس کرنے میں کامیاب ہوئی؟ نہیں۔ ان کو تو یہ فکر ہے کہ ان کے بیٹوں نے اپنے بھائی حسینؑ پر جان قربان کرنے میں کوئی کوتاہی یا دیر تو نہیں کی۔ سب سے زیادہ فکر ہے سب سے لاڈلے بیٹے عباسؑ کی۔ کہیں اس کے لختِ جگر نے ان کی محبت اور وفا پر تو آنچ نہیں آنے دی۔ بیٹیوں سے بیٹوں کے مرنے کا ذکر سن کر بے اختیاری کی حالت میں پوچھتی ہیں:-

میں سن چکی، اتنا تو کہ مارا گیا عباسؑ مرنا تو یقین ہو گیا لیکن ہے یہ وسواس
کس وقت تلک جنگ میں بھائی کے رہا پاس سچ کہہ دو جو کچھ گذری ہے، تو زونہ مری آس
کچھ قاسم و اکبرؑ یہ تو آفت نہیں دیکھی

شبیر کی خیمے سے تو رخصت نہیں دیکھی

ان کے لیے اتنا ہی کافی نہیں کہ بیٹا حسین کے ساتھ مارا گیا بلکہ وہ یہ بھی چاہتی تھیں
کہ جان یوں دی جائے کہ رہتی دنیا تک اس وفا و محبت کا نام رہ جائے۔ بیٹے سے
رخصت کے وقت کی باتیں یاد آرہی ہیں:-

رخصت کو تھادہ چلتے ہوئے جس گھڑی آیا حق دودھ کا بخشنا تھا مجھ سے مرا جایا
میں نے اسے یہ کہہ کے تھا چھاتی سے لگایا شبیر کے قدموں پہ جو سر تو نے کٹایا
تو دودھ بھی بخشوں گی دُعا بھی تجھے دوں گی
جان اپنی بچائی تو کبھی نام نہ لوں گی

آخری شعر میں ایک بہادر عرب عورت کی شجاعت کس انداز میں بول رہی ہے اُم
کلثوم، امام حسین کی چھوٹی بہن جو عباس کو بہت چاہتی تھیں۔ حضرت اُم البنین کو ان
کے بیٹوں کی جانثاری اور بہادری کے کارنامے سناتی ہیں اور کہتی ہیں:-

اس خوبی سے مارا گیا فرزند تمہارا دودھ اس کو نہ بخشا ہو تو اب بخشو خدا را
پھر فاطمہ زہرا کو وہ کیوں کر نہ ہو پیارا واللہ سر اس نے قدم شاہ پہ وارا
دکھلائی وہ جانبازی شہہ تشنہ دہن کو
راضی کیا حیدر کو، محمد کو، حسن کو

یہ سن کر مادر عباس بیٹوں پر ماتم کرنے کی جگہ جو عین فطرت انسانی کے مطابق ہوتا
سجدہ شکر بجالاتی ہیں کہ ان کے لیے بیٹوں کا کارنامہ باعثِ فکر و مسرت ہے:-
یہ سنتے ہی بس مادر عباس دلاور قبلے کی طرف گر پڑی سجدے کو زمیں پر
اور در و جدائی کی ٹیس دل کے دل ہی میں دفن کر کے یہ باہمت بی بی:-

جب کر چکی سجدہ تو وہ کہنے لگی رو کر سب مل کے کرو ماتم فرزندِ پیہر

یہ جو کہا غل ہونے لگا سینہ زنی کا

اور ذکر تھا شبیرؒ کی تشنہ دہنی کا

اُمّ البنینؓ، والدہ حضرت عباسؓ کی جھلک اگرچہ مرثیوں میں کہیں کہیں نظر آتی ہے
مگر اس کے باوجود انیس نے ان کی کردار نگاری اس خوبی سے کی ہے کہ وہ ایک مثالی
ماں ہی نہیں مثالی عورت کے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہیں جس کے دل میں اتنی
وسعت ہے کہ وہ سوتیلے بچوں پر اپنی سگی اولاد کی خوشی سے قربان کر دے اور ایمان و
عقیدے کے بل پر دنیا کا سب سے بڑا غم، غم اولاد اس پامردی سے جھیل جائے۔

(خواتین کر بلا کلام میر انیس کے آئینے میں از صالحہ عابد حسین)

باب ۱۳.....

حضرت اُمّ البنینؓ کی بہو

(زوجہ حضرت عباسؓ)

حضرت عباسؓ کی شادی (مرزا پیر):

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے دو سال کے بعد ۴۲ھ میں حضرت عباسؓ کی پہلی شادی ہوئی۔ اب حضرت عباسؓ ۱۹ برس کے جوان تھے۔ حضرت اُمّ البنینؓ کے دل میں شادی کی تمنا تو تھی ہی، امام حسینؓ سے کہا:-

سلطانِ دو عالم! کیا اچھا ہوتا اگر میرے نورِ نظر کا گھر آباد کر دیا جاتا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شادی کے انتظامات شروع کر دیئے۔

مدینے میں ایک مومن دیندار فضل ابن شعیب ابن اویس رہتا تھا۔ اس کی دختر ذکیہ کے لیے شادی کا پیغام دیا گیا۔ اور بہ خیر و خوبی حضرت عباسؓ سے ذکیہ بنتِ فضل کی شادی ہوئی۔

مولانا سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے حضرت عباسؓ کی زوجہ کا اسم گرامی ذکیہ تحریر کیا

ہے (ذبح عظیم)

جناب ذکیہ سے تین فرزند تھے۔

(۱) محمد بن عباس (۲) حسن بن عباس (۳) قاسم بن عباس

ابن قتیبہ اور عماد زادہ اصفہانی حضرت عباسؓ کی دوازدہ وادج کے قائل ہیں۔

حضرت عباسؓ کی دوسری شادی لبابہ سے ہوئی۔

مورخین یہ طے نہیں کر پائے کہ لبابہ کس کی بیٹی ہیں۔

عباس بن عبدالمطلب کے دو بیٹے الگ الگ نام کے ہیں۔

۱۔ عبد اللہ ابن عباس (جو ابن عباس کے نام سے مشہور ہیں)۔

۲۔ عبید اللہ ابن عباس (حضرت علیؓ کی خلافت میں یمن کے گورنر مقرر ہوئے)

کوئی مورخ لبابہ کو عبید اللہ کی بیٹی بتاتا ہے اور کوئی مورخ لبابہ کو عبد اللہ ابن عباس کی بیٹی بتاتا ہے۔

ابن قتیبہ نے ”کتاب المعارف“ میں لبابہ کو عبد اللہ ابن عباس کی دختر لکھا ہے۔

مولانا نجم الحسن کراروی بقند ہیں کہ لبابہ عبید اللہ ابن عباس بن عبدالمطلب کی دختر

تھیں اختر تھیں، جن کی شادی حضرت عباسؓ سے ہوئی۔

ان سے دو فرزند ہوئے۔

۱۔ فضل ابن عباس علمدار۔ ۲۔ عبید اللہ ابن عباس علمدار

یہ دونوں کر بلا نہیں آئے تھے۔ مدینے میں رہے۔

حضرت عباسؓ کی نسل عبید اللہ ابن عباس سے قائم رہی۔

تشویش :- حضرت علیؓ کے عہد حکومت میں دونوں بھائی عبد اللہ ابن عباس بن

عبدالمطلب اور عبید اللہ ابن عباس بن عبدالمطلب گورنر کے عہدے پر مامور تھے اور

دونوں نے بیت المال میں خرد بُر دیا تھا۔ جس کا شکوہ حضرت علیؑ نے اپنے خطوط میں کیا ہے، یہ خطوط نہج البلاغہ میں موجود ہیں۔ حضرت علیؑ دونوں سے ناراض تھے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے اس خاندان کی لڑکی لبابہ سے حضرت عباسؑ علمدار کی شادی کی ہوگی؟

”سیرۃ العباسؑ“ اور ”مودۃ القربی“ میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب کی بیٹی لبابہ کی شادی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ سے ہوئی تھی۔“

مولانا نجم الحسنؒ کراوی لکھتے ہیں:-

”علامہ سبط ابن جوزی اور علامہ مجدی کا بیان ہے کہ حضرت عباسؑ کی شہادت کے عرصہ دراز کے بعد ان کی بیوی لبابہ کا عقد ثانی حضرت امام حسن علیہ السلام کے بیٹے زید بن حسنؑ بن علی علیہم السلام سے ہوا اور ان سے ایک لڑکی نفیسہ نامی پیدا ہوئی۔ پھر زید بن حسن کے انتقال کے بعد ان کا عقد ثالث ایک شخص ولید نامی سے ہوا جس سے قاسم نامی لڑکا پیدا ہوا۔ (ذکر العباس صفحہ ۳۶۶)

مولانا نجم الحسنؒ کراوی نے تحقیق کے بغیر یہ باتیں لکھ دی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ لبابہ حضرت عباسؑ کے عقد میں آئی تھیں یا نہیں؟ جبکہ حضرت عباسؑ کی ایک شادی حضرت ذکیہ خاتون سے ہو چکی تھی؟

دوسری بات کیا لبابہ نام کی ایک ہی عورت تھی ہو سکتا ہے ایک ہی خاندان میں دو لبابہ ہوں ایک عبید اللہ ابن عباسؑ کی بیٹی اور دوسری عبداللہ ابن عباسؑ کی بیٹی ایک لبابہ کبر اور دوسری لبابہ صغرا ہوں گی۔ ایک کا عقد زید بن امام حسن سے ہوا ہوگا۔

کربلا میں شہید ہونے والے حضرات کی کسی بھی بیوہ نے عقد ثانی نہیں کیا۔

لبابہ اگر عبداللہ ابن عباسؓ کی بیٹی ہیں تو وہ کر بلا نہیں گئی ہیں اس لیے کہ عبداللہ ابن عباسؓ بن عبدالمطلب نے ۲۸ رجب ۶۰ھ کو امام حسینؑ سے کہا تھا کہ عراق نہ جائیے اور اگر جارہے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو نہ لے جائیے۔

لبابہ قافلہ حسینی کے ساتھ کر بلا نہیں گئیں وہ حضرت اُمّ النین کی خدمت کے لیے مدینے میں رہ گئی تھیں اور اُن کے دونوں بیٹے فضل اور عبداللہ ابن عباسؓ علمدار مدینے ہی میں رہے۔

حضرت عباسؓ کی شادی کا حال مرزا ادبیر اس طرح بیان کرتے ہیں:-



خط جس گھڑی اُس ماہ ید اللہ نے نکالا
ماں بولی مبارک ہو مرے چاند پہ ہالا
حیدر سے یہ کی عرض کہ اے سید والا
اب بیاہ کے قابل ہے مری گود کا پالا
نوشاہ علمدار حسینی کو بنا دو
سہرا ہمیں سقائے سکیں کا دکھا دو



آخر تو یہ دنیا میں ہیں کچھ روز کے مہمان
کچھ کچھ تو نکل جائے مرے دل کا بھی ارمان
آیا وہی آج ان کی جوانی کا گلستان
رہ جائے گی حسرت ہی جو کل ہو گیا ویران
کس کو یہ توقع ہے کہ پھولیں گے پھلیں گے
گر جلد خزاں آئی تو ہم ہاتھ ملیں گے

﴿۳﴾

آخر مرے بچے کے لیے بے کفنی ہے
پھر کیوں نہیں پوشاک عروسانہ بنی ہے
گر آج وطن میں ہے تو کل بے وطنی ہے
پھر سر ہے نہ سہرا نہ بنا ہے نہ بنی ہے
کیوں جلد نہ شادی کی تمنا کروں مولا
آجائے ابھی موت تو پھر کیا کروں مولا

﴿۴﴾

جیسا مرا فرزند خوش اطوار ہے صاحب
ایسی ہی دلیہں بھی مجھے درکار ہے صاحب
جو دھوم ہو شادی میں سزاوار ہے صاحب
زہرا کے پسر کا یہ علمدار ہے صاحب
گھر بار شب عقد لٹا دیجیو والی
سقائے سیکنہ کی خوشی تکجیو والی

﴿۵﴾

فرمایا علیؑ نے مجھے دل سے ہے یہ منظور
زینبؓ نے کہا اماں لو اب تو ہوئیں مسرور
مشاطہ کو بلوؤ کرو اُس سے یہ مذکور
رقعہ لکھو بی بی جو زمانے کا ہے دستور
مشاطہ جو یہ خوش خبری پائے گی اماں
سوباتیں ابھی ڈھونڈھ کے لے آئے گی اماں

﴿۶﴾

عباسؑ کو کاغذ دیا مادر نے منگا کے
 ہنس کر کہا شرماتے ہو کیا آنکھیں جھکا کے
 قسمت سے یہ دن آیا ہے صدقے میں خدا کے
 اک دن تھا کہ مکتب میں پڑھا کرتے تھے جا کے
 اب اسمِ نویسی کے سزاوار ہوئے تم
 قابل ہوئے عاقل ہوئے ہشیار ہوئے تم

﴿۷﴾

لو لکھو کہ اشرفِ مدینہ کو ہو معلوم
 میں بندہ ہوں عباسؑ غلامِ شہرِ مظلوم
 بابا شہرِ مردانِ اسدِ خالقِ قیوم
 اور والدہ ہے خادمہٗ زینبؓ و کلثومؓ
 احمدؑ کے مدینے میں ولادت لکھو واری
 اور کرب و بلا جائے شہادت لکھو واری

﴿۸﴾

لکھنے لگا زانو پہ ورق رکھ کے خوزادہ
 ہمرنگِ خطِ رُخ وہ بنا کاغذِ سادہ
 مشاطوں نے انبوہ کیا حد سے زیادہ
 کوئی تو سوار آئی وہاں کوئی پیادہ
 اک ہاتھ میں رقعہ لیے حیران کھڑی تھی
 دولہا کو کوئی دیکھ کے بیہوش پڑی تھی

﴿۹﴾

ہر کوچے میں غل پڑ گیا گھر گھر ہوا چرچا
لو شیر خدا بیٹے کی نسبت کے ہیں جو یا
ہر بالغہ صالحہ کو مثل زلیخا
سو جان سے ہوئی یوسف حیدر کی تمنا

کہتی تھیں مدد چاہئے اب بخت رسا کی
دیکھیں کہ بہو کون بنے شیر خدا کی

﴿۱۰﴾

اب راوی صادق سے یہ ہے وارد اخبار
فضل ابن شعیب ابن اولس ایک تھا دیندار
شیخ العرب و فخر تہم اشجع و کرار
دختر تھی ذکیہ لقب اک اس کی خوش اطوار

خوش طالع و نیک اختر و فرخندہ لقب تھی
بلیقہ حشم حور شیم عاشق رب تھی

﴿۱۱﴾

رخ زاہد عفت کے لیے قبلہ نما تھا
دل حاجی عصمت کے لیے بیت خدا تھا
یا رکن رکین حرم شرم و حیا تھا
اور سجدے کی معراج کو سر عرش علا تھا

کہتے ہیں صداقت جسے وہ اس کی زباں تھی
باتوں سے ولا مخبر صادق کی عیاں تھی

﴿۱۲﴾

بخشی تھیں خدا نے دو کینریں پئے خدست
 جن کا کہ لقب شرع میں ہے زہد و طہارت
 جس چار عناصر سے بدن کی ہوئی خلقت
 چاروں وہ تھے تقویٰ و ورع صبر و قناعت
 منہ لاکھ زبانوں سے ثناخوانِ خدا تھا
 تن پنجتنِ پاک پہ سو جاں سے فدا تھا

﴿۱۳﴾

کھانا جو غذا فاطمہ کے فاقے پہ رونا
 گریاں کبھی قیدِ اسد اللہ پہ ہونا
 بائو کے تصور میں کبھی شب کو نہ سونا
 گہہ فرقتِ زینب کا غبارِ اشکوں سے دھونا
 مشہور تھی گھر میں وہ کنیزِ آلِ عبا کی
 پر عرش پہ لکھی تھی عزیزِ آلِ عبا کی

﴿۱۴﴾

اک روز تھے محرابِ عبادت میں ید اللہ
 آکر یہ ذکیہ کے پدر نے کہا ناگاہ
 عباسؑ کو نوشاہ بنانا ہو جو یا شاہ
 اس گوہر یکتا سے مجھے رشتے کی ہے چاہ
 یہ بات فقط قدر بڑھانے کے لیے ہے
 لوٹدی مرے گھر ہاتھ دھلانے کے لیے ہے

﴿۱۵﴾

اللہ ری عدالت کہ علیؑ نے کیا اظہار
شہرؑ میں ہے خلقِ حسن احمد مختار
شبیرؑ میں مظلومی زہراؑ کے ہیں آثار
عباسؑ میں ہے دبدبہٗ حیدرؑ کرار

سب وصف ہیں الفت ہے مروت ہے وفا ہے
غصہ مرے عباسؑ کا پر قہر خدا ہے

﴿۱۶﴾

اور اس سے زیادہ یہ تامل کا سبب ہے
عترت جو مری فخرِ خواتینِ عرب ہے
ایک ایک کی قسمت میں اسیری کا تعب ہے
یہ تازہٗ دلہن قید اگر ہو تو غضب ہے

جب میں برس گزریں گے رحلت کو علیؑ کی
در در پھرے گی بال کھلے آلِ نبیؑ کی

﴿۱۷﴾

راضی ہو جو تو اس پہ میں صیغہ کروں جاری
یہ ہے ترا فرزند وہ بیٹی ہے ہماری
ہاتف نے ندا دی وہ ہے اللہ کی پیاری
عباسؑ تمھارا ہے نظر کردہٗ باری

یہ دولہا دلہن جن لیے معبودِ علا نے
خود عرش کے منبر پہ پڑھا عقدِ خدا نے

﴿۱۸﴾

اقرار کیا فضل نے خوش ہو کے مکرر
اور ہوئی تاریخ عروسی بھی مقرر
سامان دو جانب ہوا شادی کا برابر
ناگاہ شب عقد کے طالع ہوئے یاور

یوں روز چھپا پردے میں منہ جیسے دلہن کا
سہرا گرا خورشید کے چہرے سے کرن کا

﴿۱۹﴾

وہ شام شب عقد نے کی چہرہ نمائی
یا عمر گزشتہ وہ زمانے کی پھر آئی
کی تھی جو محاسن سے سیاہی نے جدائی
ایک مشت ضعیفوں نے وہ اس شام سے پائی

تاروں سے ہوئے دانت عیاں چرخ کہن کے
اس شام نے دن پھیر دیئے اہل زمن کے

﴿۲۰﴾

شب آئینہ ماہ دکھاتی ہوئی آئی
اور نقل ستاروں کی لٹاکی ہوئی آئی
زُہرہ دَفِ شادی کو بجاتی ہوئی آئی
اور قاضی گردوں کو جگاتی ہوئی آئی

نوشاہ کے خلعت کی جو طلعت نظر آئی
سہرا لیے کشتی میں شعاعِ قمر آئی

﴿۲۱﴾

تاروں سے بھری مانگ اُدھر کا بکشاں نے
 نوشہ کو سنوارا یہاں نوشاہ کی ماں نے
 گرد آ کے مبارک کہا ہر خرد و کلاں نے
 دروازے پہ انبوہ کیا پیر و جواں نے

باطن میں براتی ملکِ عرش بریں تھے
 سر حلقہ مگر حضرتِ جبریلِ امیں تھے

﴿۲۲﴾

بیٹے کو چلے بیاہنے حلالِ مہمات
 بارہ رنفا ہفت پسر شاہ کے تھے سات
 ہاتھوں میں جو سچہ تو زبانوں پہ مناجات
 اور نقل کی شیرینی طبق میں لیے سوغات

باچھیں کھلی جاتی تھیں پیبر کے دسی کی
 شادی تھی علمدارِ حسینِ ابنِ علی کی

﴿۲۳﴾

مشتاقِ قدمِ فضل جو تھا راہِ گذر میں
 خالق کے درِ علم کو وہ لے گیا گھر میں
 نوشاہ تھے سر خم کیے پہلوئے پدر میں
 داخل ہوا خورشیدِ علی برجِ قمر میں

ابنِ اسد اللہ جو تجلے میں در آیا
 پھر فضلِ خدا فضل کے گھر میں نظر آیا

﴿۲۴﴾

سب پییاں کرنے لگیں چھپ چھپ کے نظارا
 بولی کوئی یہ دولہا ہے یا عرش کا تارا
 اک نے کہا کیا نام خدا چہرہ ہے پیارا
 ساس آکے پکاری کہ خوشا بخت ہمارا
 کیوں بیہوش ایسا ہی خوش اسلوب تھا یوسف
 داماد مرا خوب ہے یا خوب تھا یوسف

﴿۲۵﴾

خوش ہو کے پڑھا عقد شہم عقدہ کشا نے
 اور نُقل لیے ہاتھ میں فخر دوسرا نے
 عباسؑ کے منہ میں جو دیے نُقل کے دانے
 ہر نُقل سے کلمہ یہ سنا شیرِ خدا نے
 شبیرؑ سا سادات میں سردار نہ ہوگا
 عباسؑ ترے بعد علمدار نہ ہوگا

﴿۲۶﴾

پھر نُقلِ ذکیہ کو کھلانے جو لگے شاہ
 بے ساختہ وہ نُقل یہ گویا ہوا واللہ
 اُس صاحبِ عصمت کا خوشا رتبہ خوشا جاہ
 ہے پردہ جو ہو فاطمہ کی آل کے ہمراہ
 زینبؑ کے قریب اُس کا تو رسی میں لگا ہو
 اور فاطمہؑ کی روح دعا دے کے فدا ہو

﴿۲۷﴾

اتنے میں سحر آئی بجاتی ہوئی نوبت
اُٹھ اُٹھ گئے مہمان پریشاں ہوئی صحبت
مل مل کے دلہن کنبے سے ہونے لگی رخصت
جو بیٹیوں والے تھے انھیں آگئی رقت

دلہن کا محافہ بھی لگا آن کے در سے
اسباب جھیزی بھی نکلنے لگا گھر سے

﴿۲۸﴾

دو موزے دو نعلین اور اک مردِ میانی
خود و زرہ مصری و تیغِ صفہانی
اسبِ دور کا بہ مع سازِ ہمدانی
مشکیزہ پُر نور بھی اک بھرنے کو پانی

مدت میں یہاں جمع یہ سامان ہوا تھا
عاشور کو اک دم میں پریشان ہوا تھا

﴿۲۹﴾

ناگاہ دلہن والے پکارے کہ خبردار
لوگو ہٹو حیدر کی بہو ہوتی ہے اسوار
گردان کے دامن حسن آگے بڑھے اک بار
دوڑے شہرِ مظلوم یہ کرتے ہوئے گفتار

ہم پردہ ناموسِ علمدار کریں گے
بھابھی کو محافے میں ہم اسوار کریں گے

﴿۳۱﴾.....

کی ترک رہ آمد و شد پیکِ صبا نے
اور آنکھوں کے پردوں سے کیا پردہ حیا نے
سائے میں ذکیہ کو لیا خیرِ نساء نے
لبیک نبیؐ نے کہا سعدیکِ خدا نے
پر کھول کے رو کے سر دروازہ ملک نے
منہ پھیر لیا کانپ کے خورشیدِ فلک نے

﴿۳۲﴾.....

پھر تو نہ پرندہ بھی چھکنے وہاں پایا
شہزادوں نے بھاج کو محافے میں بٹھایا
فریادِ فلک نے اسی بی بی کو ستایا
بیوہ کیا قیدی کیا بلوے میں پھرایا
نا محرموں کی فوج تو چو گرد کھڑی تھی
سر ننگے یہ عباسؑ کے لاشے پہ پڑی تھی

﴿۳۳﴾.....

القصہ دلہن نے کیا گھر دولہا کا روشن
اور ساس کے پاس آئی جھکائے ہوئے گردن
مجرا کیا جب اُس نے کہا بوڑھ سہاگن
زہراؑ کا ترے سر پہ سدا سایہ دامن
شبیرؑ کی آئی ہوئی عباسؑ پہ آئے
آئی ہو جو تجھ پر وہ تری ساس پہ آئے

﴿۳۵﴾

پھر تھام کے بازو وہ نظر کردہ باری
 لائی اُسے زینب کے حضور اور یہ پکاری
 آداب بجا لاؤ یہ زہرا کی ہے پیاری
 میں ساس ہوں یہ مالک و مختار تمھاری
 بانٹو کو دکھا کر کہا یہ فخر عجم ہے
 گردان کے پھرو بانٹوئے سلطانِ ام ہے

﴿۳۶﴾

جب نخلِ گلستانِ علیؑ میں ثمر آئے
 اور خانہ امید میں شمس و قمر آئے
 عباسؑ کی آغوش میں لعل و گہر آئے
 اولاد ہوئی مطلبِ دل سارے بر آئے
 پیارے سے علیؑ کے کئی پیارے ہوئے پیدا
 گل سے چمن اور چاند سے تارے ہوئے پیدا
 (مرزا دبیر)

مرزا دبیر کے اشعار کی شرح نثر میں درج ہے:-
 نام خدا عباسؑ جوان ہوئے۔

عباسؑ کے خوبصورت چاند جیسے چہرے پر سبزہ خط نمودار ہوا، اُمّ البنینؑ نے اٹھارہ برس ہونے پر سبزہ خط دیکھ کر حضرت علیؑ کو مبارک باد پیش کی کہ چاند پر ہالہ نمودار ہوا ہے۔ اور عرض کی کہ اے سیدِ والا یہ میری گود کا پالا، شادی کے قابل ہو چکا، عباسؑ کو دولہا بنا کر ہمیں بیٹے کا سہرا دکھا دیجئے۔

جوانی کی بہار شباب پر ہے، خدا جانے یہ پھولا پھلا گلستان کب نذر خزاں ہو جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں کہ دل کے ارمان نہ نکل سکے۔

عباسؑ کے لیے شادی کی پوشاک شاہانہ ہو، جیسا میرا فرزند ہے دلہن بھی ایسی ہی خوش اطوار ہو، عباسؑ کی شادی میں ہر دھوم دھام بجا ہے کہ یہ فاطمہ زہراؑ کے لال کا علمدار ہے، شب عقد گھریا بھی لٹا دیا جائے تو کم ہے، یہ پیاسی سکیکنہ کا سقہ ہے۔
حضرت علیؑ نے فرمایا:-

مجھے یہ دل سے منظور ہے، حضرت زینبؑ نے کہا اماں، یہ تو خوشی کی گھڑی ہے پیغام عقد کا رقعہ لکھا جائے۔

حضرت اُم البنینؑ نے کاغذ منگا کر حضرت عباسؑ کو دیا، حضرت عباسؑ نے شرما کر سر جھکا لیا، حضرت اُم البنینؑ نے خوش ہو کر کہا، عباسؑ خدا کے کرم سے آج یہ دن خوشی کا قسمت نے دکھایا ہے ابھی ہم کو تمہارا بچپن یاد ہے جب باب العلم علیؑ کی خدمت میں تم مکتب میں پڑھتے تھے۔

اب نام خدا قابل، عاقل اور ہوشمند ہو گئے، لکھو کہ اے اشرافِ مدینہ ”میں عباسؑ غلامِ سردارِ جنت ہوں، بابا ہمارے شیرِ خدا شاہِ مرداں ہیں، ہماری ماں اُم البنینؑ زینبؑ و اُم کلثومؑ کی کنیر ہے، عباسؑ لکھو کہ میں مدینے میں پیدا ہوا اور کربلا میں میرا مدفن بنے گا۔

عباسؑ نے زانو پر کاغذ رکھ کر لکھنا شروع کیا، سادہ کاغذ عباسؑ کے سرخ چہرے کی طرح سُرخ مائل ہو گیا۔ خبر عام ہوئی۔

رشتے لے لے کر مدینے کے لوگ آنے لگے عباسؑ کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جاتے وہ حُسنِ نرالا تھا۔

مدینے کے گھر گھر چرچا ہونے لگا کہ شیر خدا اپنے بیٹے کی نسبت کرنا چاہتے ہیں، ہر صالحہ و پاک دامن مثل زلیخا چاہے یوسف حیدر میں غرق ہو جانا چاہتی تھی، سب یہی کہتے تھے دیکھیں علی شیر خدا کی بہو کون بنے گی۔

سچے راوی کا بیان ہے:-

قبیلہ بنی تمیم کا سردار نہایت شجاع و کراڑ تھا جس کا نام فضل ابن شعیب ابن ادیس تھا وہ دیں دار و زہد و ابرار تھا۔ اس کی ایک بیٹی تھی ذکیہ جو بہت خوش اطوار خوش طالع، نیک اختر، پاکیزہ، مثل بلقیس ملکہ کا وقار اس میں تھا، عبادت گزار و سجدہ گزار تھی۔

عفت و شان عصمت میں لا جواب، شرم و حیا میں انتخاب، ولائے آل محمد دل میں رکھتی تھی زبان صداقت مال تھی۔ عابدہ و زابدہ تھی، زہد و طہارت اس کی کنیزی میں تھے تقویٰ، خوفِ الہی، صبر و قناعت چار عناصر سے اس کا ضمیر تھا، ہر وقت حمد خدا بجالاتی اور بختن پاک کے ذکر سے زبان کو تر رکھتی تھی۔

حضرت فاطمہؑ کی مصیبت کا ذکر اس کی غذا تھی، اسد اللہ کے مصائب پر گریاں ہو جاتی، جناب شہر بانو کے تصور میں اور ذکرِ نبیؐ میں شب بیداری کرتی تھی، پورے خاندان میں کنیز آلِ عبا مشہور تھی، لوح پر اس کا نام اہل بیتؑ کے عزیزوں میں درج تھا۔

حضرت علیؑ ایک دن مسجد نبویؐ میں محراب عبادت میں مجاہدات تھے، ذکیہ کے والد گرامی فضل ابن شعیب تمیمی وہاں آئے اور حضرت عباسؑ سے رشتے کے خواہش مند ہوئے اور کہا کہ میری قدر بڑھ جائے گی ذکیہ آپ کے گھر کنیز بن کر آئے یہ میرے لیے فخر کی جا ہے۔

مولانا علیؑ نے اس سے فرمایا:-

میرا حسن خلق محمدی کا نمونہ ہے، حسینؑ میں فاطمہ زہراؑ کی مظلومی کے آثار نظر آتے ہیں، لیکن میرے عباسؑ میں الفت، محبت، مروت، وفا کے علاوہ میرا جلال بھی ہے۔ عباسؑ کا جلال قہر خدا کا پرتو ہے۔

دوسری بات یہ ہے اے فضل ابن شعیب ہمارے انتقال کے بیس برس کے بعد ہمارے اہل حرم بے پردہ ہوں گے آل رسولؐ کو بال کھلے در در پھرایا جائے گا۔ تجھے یہ منظور ہے کہ زینبؓ و اُم کلثومؓ کے ساتھ عباسؑ کی زوجہ بھی قیدی بنے؟ اگر تو اس بات پر راضی ہے تو میں صیغہ عقد جاری کروں، ہاتھ نے ندا دی کہ اللہ نے عباسؑ کے لیے ذکیہ کا انتخاب کر لیا ہے، عرش پر دونوں کا عقد ہو چکا ہے۔ فضل ابن شعیب تمہی نے اس رشتے کو منظور کر لیا، شادی کی تاریخ مقرر ہوئی، دونوں طرف شادی کی تیاریاں دھوم دھام سے ہونے لگیں۔ شب عقد آشکار ہوئی۔

دن ایسے چھپ گیا جیسے آنچل میں دلہن کا چہرہ، آفتاب کے سر سے کرنوں کا سہرا گر پڑا، عقد کی شب نے چہرہ نمائی کی، گذری ہوئی گھڑیاں پھر سے واپس آنے لگیں، سیاہی و سفیدی گلے ملے۔ شام کی سیاہی بزرگوں کے محاسن پر سمٹ آئی، تاروں بھرا آسمان ہنس پڑا، اس شام نے اہل زمانہ کے دن پھیر دیئے۔

شب عقد کیا آئی کہ

ماہتاب کا آئینہ دکھاتی ہوئی آئی، ستاروں کے نقل لٹاتی ہوئی آئی، زہرہ شادی کا دف بجاتی ہوئی آئی، اور قاضی گرجوں کو جگاتی ہوئی آئی، عباسؑ کو نوشاہ بنانے کے لیے خلعت شاہانہ کی طلعت نظر آئی، چاند کی کرنیں سہرا سجا کر لائی تھیں۔

کہکشاں نے آسمان کے تاروں سے ذکیہ کی مانگ بھری، ادھر حضرت اُم البنینؓ

نے اپنے خوبصورت بیٹے عباسؑ کو نوشاہ بنایا، بنی ہاشم چھوٹے بڑے آ کے مبارک باد دینے لگے، علیؑ کے گھر میں خاندانِ رسولؐ کے پیرو جواں کا مجمع تھا۔

آسمان کے فرشتے براتی بن کر آئے تھے، اور ان براتیوں کے سردار اس وقت جبریلؑ میں تھے۔

مولانا علیؑ، عباسؑ کی برات لے کر دھن کے گھر چلے، مولانا علیؑ کے بارہ صحابی اور سات پسر امام حسنؑ، امام حسینؑ، محمد حنیفہ، محمد اصغر، عون بن علی، یحییٰ ابن علی اور خود حضرت عباسؑ (یہ سات پسر) علیؑ کے ساتھ تھے۔

آیات کی تلاوت و مناجات زبانوں پر تھی، طبق میں نُقل (ایک قسم کی مٹھائی) کی سوغات تھی، حسینؑ کے باوفا علمدار کی شادی تھی اس لیے حیدر کرار بہت خوش تھے، فضل ابن شعیب تمیمی نے برات کا استقبال کیا، درِ علم کو اپنے گھر میں لے گیا، (حضرت عباسؑ) نوشاہ بنے اپنے پدر گرامی کے پہلو میں سرخم کئے ساتھ تھے، عباسؑ فرماتے اور فضل ابن شعیب کا گھر برج شرف بنا ہوا تھا۔

فضل کے گھر میں اسد اللہ کیا آئے کہ فضل خدا فضل کے گھر میں نظر آیا۔

خواتینِ مدینہ نے پردے سے دولہا کی زیارت کی کسی نے کہا یہ دولہا ہے یا عرش کا تارہ ہے، کسی نے کہا دولہا کا چہرہ کتنا پیارا ہے۔

ذکیہ کی ماں نے کہا کہ ہماری قدر آج شب قدر ہوگئی، اے بیسیو یہ تو بتاؤ میرا داماد زیادہ خوبصورت ہے یا یوسف زیادہ خوبصورت تھے۔

مولانا علیؑ نے عقد پڑھا۔

عقد کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی، عباسؑ کو علیؑ نے اپنے ہاتھ سے شیرینی (نُقل) کھلائی ہر نُقل کے دانے سے یہ صدا آتی تھی، حسینؑ سار سردار اب سادات میں نہ ہوگا

اور اے عباسؑ اب تیرے بعد دنیا میں کوئی علمدار نہ ہوگا، مولا علیؑ نے دولہن (ذکیہ بی بی) کو بھی نفل کے دانے کھلائے، اس وقت صدا آئی کہ دلہن، بہت خوش قسمت ہے اس کا پردہ فاطمہؑ کی بیٹیوں کا پردہ ہے۔ اس کی چادر بھی زینبؑ کی چادر کے ساتھ لٹے گی اور بازو میں زینبؑ کے ساتھ رن بندھے گی، روح فاطمہؑ زہراؑ دعا بھی دے رہی تھی اور گریاں گناہ بھی تھی۔

شادی کی شب گزری، تاروں کی چھاؤں میں صبح نوبت بجاتی آئی، مہمان رخصت ہونے لگے، دولہن اپنے خاندان والوں کے گھل کے رخصت ہونے لگی، ذکیہ کے گھر والے بیٹی کی رخصت پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، دولہن کا محافہ (پالکی) درپر لا کر رکھا دیا گیا، جہیز گھر سے نکلنے لگا، جہیز میں ایک یمنی چادر، نعلین اور موزے، ایک خود، مصری زرہ، ایک اصفہانی تلوار عباسؑ کو سلامی میں ملی، ایک اسپ دو رکابہ سجا ہوا مع ساز، ایک مشکیزہ پانی بھرنے کے لیے۔ ذکیہ کے گھر والوں نے مدت میں یہ سامان جمع کیا تھا،

ہائے کر بلا میں دم بھر میں سب کچھ ٹٹ گیا۔

ناگاہ دولہن کے گھر والوں نے صدا دی کہ لوگو خبردار!

حیدر کرار کی بہو سوار ہو رہی ہے، اس صدا پر امام حسنؑ بھی کمر بستہ ہو گئے اور امام حسینؑ بھی بہ نفس نفیس کھڑے ہو گئے اور پکار کر کہا۔

ہم عباسؑ کی ناموس کا پردہ کریں گے اور بھادج کو محافے (پالکی) میں ہم سوار کریں گے۔

ہو آنے راہ روک دی، حیانے آنکھوں کے پردے سے پردہ لے کر تھام لیا، فاطمہؑ زہراؑ جنت سے آئیں اور عباسؑ کی دولہن ذکیہ کو اپنے سائے میں لے لیا حضرت رسولؐ

خدا نے لبیک کہا اور اللہ نے سعدیک کہا،

فرشتوں نے اپنے پروں کا سایا کیا، سورج نے کانپ کر اپنا منہ پھیر لیا۔

سواری کے وقت پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا، شہزادوں نے بھاج کو محافے میں بٹھایا، اسے فلک دیکھ یہ ہے زوجہ عباسؓ ذکیہ، اشقیاء نے اس کے (شوہر) والی کو فرات کے کنارے قتل کر کے ذکیہ کو بیوہ بنا دیا، قیدی بنا کر بلوے میں پھرایا، کربلا میں یہی بی بی فوج یزید کے نرغے میں اپنے والی و سرتاج عباسؓ کے لاشے پر سر ننگے کھڑی رسول اللہؐ سے فریاد کر رہی تھی۔

دولہن رخصت ہو کر علیؑ کے گھر آئی اُم البنین کا گھر روشن ہو گیا، دولہن مادر عباسؓ کے پاس سر جھکا کر سلامی کو آئی، ماں نے دعا دی۔
”سدا سہاگن رہو“

تمہارے سر پر ہمیشہ چادر زہرا کا سایہ رہے۔

اُم البنینؓ نے بہو کی بلائیں لے کر دعائیں دیں، بہو کا ہاتھ تھام کر اُم البنینؓ ذکیہ کو حضرت زینبؓ کی خدمت میں لائیں۔ اور کہا سلام کرو یہ ثانی زہرا ہیں، یہی تمہاری مالک و مختار ہیں، پھر حضرت شہر بانو کی خدمت میں لائیں اور کہا یہ فخر عجم ہیں، یہ بانوئے سلطان اُم ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد

علیؑ کے باغ کے شجر میں ثمر آنے لگے خانہ امید میں شمس و قمر آئے،

عباسؓ کی آغوش میں لعل و گہر آئے۔

عباسؓ صاحبِ اولاد ہو گئے،

علیؑ کے پیارے سے عباسؓ کے کئی پیارے پیدا ہوئے، گل سے چمن اور چاند سے

تارے پیدا ہوئے۔

حضرت اُمّ البنینؓ کی بہو زوجہ حضرت عباسؓ: (کلام میرائیس کی روشنی میں)
 ان سوتیلے رشتوں میں دوسرا اہم اور بڑا ہی دلکش و حسین کردار ان ہی اُمّ البنین کی
 بہو حضرت عباسؓ کی بیوی کا ہے۔ جن کا نام بعض روایات میں ذکیہ بیان کیا جاتا ہے۔
 مگر انیسؓ نے ان کا تذکرہ زوجہ عباسؓ یا عباسؓ کی بیوی کہہ کر کیا ہے۔ (صالحہ عابد حسین)
 عباسؓ واقعہ کربلا کے وہ محبوب ولی ہیں جن کی محبت و وفا، بہادری و جانبازی کی
 داستان چودہ صدیوں سے دہرائی جا رہی ہے۔ انیسؓ کو حضرت عباسؓ سے محض عقیدت
 ہی نہیں بے حد محبت بھی ہے۔ وہ جہاں بھی ان کا ذکر کرتے ہیں (اور کہاں نہیں کرتے)
 اس طرح کہ پڑھنے والا اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر جو مرثیے انھوں نے خاص طور پر
 ان سے متعلق کہے ہیں وہاں تو قلم توڑ دیا ہے۔ امام حسینؓ کے لاڈلے بھائی عباسؓ ابن
 علیؓ کی سیرت کی ایسی موقع کشی کرتے ہیں کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑتے۔ ان کی بیوی کا
 کردار بھی ان مرثیوں کا ایک اہم جز ہے اور ایسے شوہر کی سچی رفیق حیات کیسی ہونی
 چاہیے۔ یہ کوئی انیسؓ کے یہاں دیکھے۔ اس کی فطری نیکی اور شرافت، اور پھر ایک ایسے
 شوہر کی رفاقت نے اس میں کچھ ایسے جوہر پیدا کر دیئے ہیں جو انسانیت کی جان اور
 نسوانیت کی آن ہیں۔ اسے اپنے شوہر اور اس کے خاندان پر فخر ہے۔ حسینؓ سے گہری
 عقیدت اور ان کے بچوں سے دلی محبت ہے۔ نندوں کا احترام کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی
 دل میں اس بلند مقصد کی لگن بھی ہے۔ جس کے لیے قربانی دینے امام حسینؓ کربلا میں
 آئے۔ اور اس کا ثبوت وہ اپنے محبوب شوہر کو اس مقصد پر جان دینے کی رضا دے کر
 کرتی ہے۔ اصلیت اور مثالیت کے رنگ اس کردار میں اس حسن و تناسب کے ساتھ

بھرے ہیں کہ وہ دل میں اُترتا چلا جاتا ہے۔

انیس کے کلام میں پہلی بار زوجہ عباسؑ کی جھلک اس وقت نظر آتی ہے، جب ۲ محرم کو امام حسینؑ کا قافلہ کربلا کے میدان میں پڑاؤ ڈالنے والا ہے اور عباسؑ اس کا اہتمام کر رہے ہیں۔ یکا یک شام کی فوجیں نمودار ہوتی ہیں اور انھیں نہر کے کنارے خیمے نصب کرنے سے روکتی ہیں بہادر عباسؑ کو جلال آ جاتا ہے وہ اور ان کے ساتھی مقابلے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں لیکن امام حسینؑ ان کو روک دیتے ہیں اور بڑی مشکل سے انہیں سمجھا بجھا کر ہٹاتے اور صحرائے کربلا میں خیمے نصب کرنے پر آمادہ کر لیتے ہیں۔ بہنیں، بھادھیں، ان کی سلامتی سے واپسی کا شکریہ ادا کر رہی ہیں۔ رائے زنی ہو رہی ہے کہ:-
کہنے لگی یہ زوجہ عباسؑ خوش بیان غصے میں ان کو کچھ نہیں رہتا کسی کا دھیان ہر بات میں ہے شیر الہی کی آن بان یہ جان کو بھلا کبھی سمجھے ہیں اپنی جان

آتا ہے غیظ جب تو نہ کھاتے نہ پیتے ہیں

یہ تو فقط حسینؑ کے صدقے میں جیتے ہیں

(مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ ۵۲)

”خوش بیان“ کہہ کر انیس پہلے ہی اس کردار کا تعارف کرا دیتے ہیں کہ اور صفات کے ساتھ ساتھ اس میں عرب کی فصاحت بھی موجود ہے۔ اس کے بعد مصرعوں کی اٹھان دیکھے۔ ”غصے میں ان کو کچھ نہیں رہتا کسی کا دھیان“، مگر کیسا غصہ؟ جو حق کی خاطر آتا ہے۔ ظلم و نا انصافی کے خلاف آتا ہے۔ اور پھر ”ہر بات میں ہے شیر الہی کی آن بان“ کس خوبی سے خسر اور شوہر پر فخر کا اظہار کرتی ہیں اور آخر میں :-

”یہ تو فقط حسینؑ کے صدقے میں جیتے ہیں“

اس لافانی محبت کی جو دونوں بھائیوں میں ہے۔ چند لفظوں میں بیان کر جاتی

ہیں۔ واقعات آگے بڑھتے ہیں۔ دشمن کی فوج کا دریا پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ حسینی فوج پر کھانا اور پانی لانے کے راستے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ عباس فوج کے سردار ہیں۔ اس لیے سب سے زیادہ فکر مند اور مصروف ہیں۔

یہاں تک کہ دس محرم کی قیادت خیزج نمودار ہوتی ہے۔ دشمن کی فوج میں طبل جنگ بجنے لگتا ہے۔ امام حسینؑ کی فوج کے گنتی کے سوار بھی ہتھیار سب کمر مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ اب خیمے میں امام حسینؑ کے حکم سے علم نکالا جاتا ہے وہی علم جو محمد مصطفیٰؐ کا علم تھا جس کے پہلے علمبردار جعفر طیار تھے، جو اس علم کی حفاظت کرتے کرتے شہید ہوئے تھے۔ دوسرے علی مرتضیٰؑ، جس پر چم کو بلند کر کے آپ نے بدر و حنین، خندق و خیبر کی لڑائیاں سر کی تھیں۔ اس کا علم ملنا بہت بڑا اعزاز تھا اور ساتھ ہی بہت بڑی ذمہ داری بھی۔ آج حسینؑ یہ ذمہ داری کس کو سونپتے ہیں۔ ہر بہادر کے ذہن میں یہ سوال گردش کر رہا ہے۔ امام حسینؑ کے بھانجے عون اور محمدؑ علیؑ کے نواسے اور جعفر طیار کے پوتے اور بقول انیس کے سب سے بڑا حقدار اپنے کو سمجھتے ہیں۔ زوجہ عباسؑ کو تمنا ہے کہ یہ اعزاز ان کے شوہر کو نصیب ہو۔ علم نکلتا ہے۔ عورتیں علم کو دیکھ کر رونے لگتی ہیں۔ آج اس علم کے زیر سایہ حق و باطل کی جنگ ہوگی، کون زندہ رہے گا؟ کون شہادت پائے گا؟ یہ خدا جانے۔ دیکھئے عورتوں کی آپس کی باتیں اور باتوں باتوں میں دل کی بات کہہ جانے کا کتنا خوبصورت اور قدرتی انداز ہے:-

عباسؑ کی زوجہ یہ بیاں کرتی تھیں رورو کیو صاحبو دیکھیں یہ علم ملتا ہے کس کو زینبؑ کے پسر عمر میں چھوٹے ہیں ابھی تو ہم شکل نبیؐ کے ہیں علی اکبر خوشگو

خادم شہ دیں کے ہیں تو عباس علیؑ ہیں

اس عہدے کے لائق جو اگر ہیں تو وہی ہیں

ذرا دلیلوں پر غور کیجئے، زہنہ کے بیٹے کم سن ہیں۔ علی اکبر کا رتبہ تو بہت ہے کہ ہمیشہ رسولؐ ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کو اتنی خطرے والی ذمہ داری نہیں ملنی چاہیے بس حسینؑ کے خادم عباسؑ ہی تو رہ جاتے ہیں اور انھیں کو اصل میں یہ عہدہ ملنا چاہیئے۔ اور جب یہ خوشخبری ملتی ہے کہ علم کا عہدہ انھیں کے ذی مرتب شوہر کو ملا ہے تو مسرت اور شکر گزاری کا جذبہ دیکھنے کے قابل ہے:-

مژدہ یہ سنا زوجہ عباسؑ نے جس دم منہ سرخ خوشی سے ہوا تشویش ہوئی کم بولی کہ بڑی فکر تھی پر اب نہیں کچھ غم قربان تمھارے میں شہنشاہِ دو عالم خدومہ کونین کے جانی کے تصدق مولا میں تری تشنہ دہانی کے تصدق

انکسار اور عاجزی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔ مگر یہ چھپا ہوا احساس بات بات میں موجود ہے کہ دونوں کے رتبوں اور محبت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ انداز گفتگو میں عورتوں کے روزمرہ کا اس طرح خیال رکھا گیا ہے کہ صاف پتہ چل جاتا ہے کہ ذکر کس کا ہو رہا ہے۔ دیکھئے نمونہ:-

کیوں کر نہ ہو اس بھائی کو ہے گود میں پالا نعلین اٹھانے لگے جب ہوش سنبھالا (انداز بتا دیتا ہے کہ نعلین اٹھانے والا چھوٹا بھائی ہے)۔

نام اپنا ہے خادم کا جو رتبہ ہوا بالا سب ملتے ہیں، ملتا ہے کہاں چاہنے والا توقیر جوان کی ہے تو نام شہ دیں ہے جانیں گے یہی سب کہ غلام شہ دیں ہے

لہجے کی روانی اور بیان کی فصاحت، دلیلوں کا زور اور پھر اس پر فصیح انداز بیان:-

کونین میں والی کو مرے کر دیا ممتاز عزت وہ نہ دیویں تو کرے کون سرفراز

ہے دلبر زہرا کی محبت پہ انھیں ناز وہ شمع ہدایت ہے یہ پروانہ جاں باز
 شمشیر کے شعلے سے نہ ٹل جائے گا عباسؑ
 آنچ آئے گی آقا پہ تو جل جائے گا عباسؑ
 مگر باتیں کرتے کرتے جیسے ایک دم خیال آیا کوئی یہ سمجھے کہ شاید شوہر کی طرف
 داری یا بڑائی کی جارہی ہے:-

شوہر کی میں خاطر سے یہ کرتی نہیں گفتار عباسؑ سا دنیا میں نہ ہوئے گا وفادار
 عباسؑ کی وفاداری کی دلیل میں وہ بات منہ سے نکل جاتی ہے جس کو چھپانے کی
 شوہر نے تاکید کی تھی۔ روایت ہے کہ شمر نے حضرت عباسؑ کو بہکانے کی بہت کوشش
 کی۔ ان کو پیش کش کی کہ اگر وہ حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دیں تو یزیدی لشکر کا سپہ سالار بنادیں
 گے۔ شوہر یا محبوب کی قربانی و ایثار پر زوجہ کو خود تو خیر فخر ہوتا ہی ہے مگر دوسروں کو بھی
 جتلانا چاہتی ہے۔

بھڑکانے کے درپے ہی رہا شمرِ ستمگار سالاری لشکر کے پیام آئے کئی بار
 جھنجھلا کے وہ کہتے تھے کہ مرجانے کی جا ہے
 تلوار کے بھی زخم سے زخم سوا ہے
 منصب مرا مرجانا ہے اور غلڈ کی جا گیر دنیا کے لیے چھوڑ دیں ہم دامنِ شبیرؑ
 کیا قہر ہے کیوں کر نہ مجھے رنج و لقب ہو
 سن لیویں کہیں قبلہ عالم تو غضب ہو
 اس رات تلک مجھ سے یہی کہتے تھے ہر بار صاحبِ یہ دُعا مانگو کہ اے کل کے مددگار
 عباسؑ کو لشکر کا علم دیں شہِ ابرار
 حسرت ہے کہ جب سامنے انوارِ ستم ہو

اس دوش پہ تلوار ہو اور اس پہ علم ہو

پھر یہ کہنا کہ ”میں کہتی تھی کیوں شاہ سے کرتے نہیں مذکور“ تو شوہر کے منہ سے عالی مرتبت بھائی کے درجے کا اقرار یوں کراتی ہیں:-

تھرا کے وہ کہتے تھے یہ میرا نہیں مقدور میں ذرہ ہوں وہ مہر ہیں میں خاک ہوں وہ نور اور پھر خوشی سے بے حال ہو کر کہہ اٹھتی ہیں:-

سامان تو خالق نے کیے سارے خوشی کے

پھولے نہ سماویں گے وہ اب مارے خوشی کے

میرائیں نے ایک اور مرثیے میں علم ملنے کے بعد زوجہ عباس کے جذبات و کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔

یہ سن کر آئی زوجہ عباس نامور شوہر کے سمت پہلے کنکھیوں سے کی نظر
لیں سبط مصطفیٰ کی بلائیں بچشم تر زینب کے گرد پھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر

فیض آپ کا ہے اور تصدق امام کا

عزت بڑھی کنیز کی ، رتبہ غلام کا

سر کو لگا کے چھاتی سے زینب نے یہ کہا تو اپنی مانگ کو کھ سے ٹھنڈی رہے سد

”مانگ کو کھ سے ٹھنڈی رہے“ خاندانی تہذیب میں اس سے بڑھ کر کوئی دُعا ایک

عورت دوسری عورت کو نہیں دے سکتی۔

زوجہ عباس کا جذبہ ایثار و شکر و مسرت بے پناہ ہے۔ حضرت زینب سے جو باتیں

کرتی ہیں اس میں حضرت اُمّ البنین کا ذکر بھی آتا ہے۔ وطن واپس جانے کی دُعا بھی

ہے اور علی اکبر کے بیاہ کی تمنا اور دعائیں بھی:-

قسمت وطن میں خیر سے پھر سب کو لے کے جائے

یثرب میں شور ہو کہ سفر سے حسینؑ آئے
 اُمّ البنینؑ جاہ و حشم سے پسر کو پائے
 جلدی شبِ عروسی اکبرؑ خدا دکھائے
 مہندی تمھارا لال ملے ہاتھ پاؤں میں
 لاؤ دُلہن کو بیاہ کے تاروں کی چھاؤں میں

زوجہٗ عباسؑ عرب کی بہادر عورت ہیں جو مقصد اور آن پر ہنستے کھیلتے اپنی عزیز ترین
 ہستیوں کو قربان کرنے کا حوصلہ رکھتی ہیں اور اس کا مظاہرہ زوجہٗ عباسؑ روز عاشورہ
 وقت ظہر کرتی ہے۔ حسینؑ کے سب یا اور و انصار اور بہت سے عزیز شہادت پا چکے ہیں
 اور اب فوجِ حسینؑ کے علمبردار، عباسؑ، علی اکبرؑ، اور سردارِ فوج حسینؑ کے سوا اور کوئی باقی
 نہیں۔ عباسؑ جو صبح سے مرنے پر کمر بستہ ہیں اور اجازت نہیں ملتی اب مزید تاخیر
 برداشت نہیں کر پاتے اور جب بھائی سے رضا نہیں ملتی تو بہن اور بھانج سے سفارش
 کرانے خیمے میں جاتے ہیں۔ شہر بانو زوجہٗ امام حسینؑ عذر کرتی ہیں۔ بھلا میں کیسے
 حسینؑ سے یہ کہوں کہ عباسؑ کو روضادو۔ وہ یہ نہ کہیں گے:-

بانو نے مرتضیٰؑ کی کمائی کو کھو دیا بچوں کے واسطے مرے بھائی کو کھو دیا
 عباسؑ بڑی بہن زینبؑ سے مدد کے طالب ہوتے ہیں تو وہ بھی بھانج کی ہم نوائی
 کرتی ہیں:-

پانی بھی مل رہے گا صغیروں کا ہے خدا
 موقع نہ سعی کا ہے نہ مشکل کشائی کا پہ چل بے تو کون ہے پھر میرے بھائی کا
 زینبؑ چھوٹے بھائی کو بھی بہت چاہتی ہیں۔ بڑی قدر کرتی ہیں۔ مگر حسینؑ صرف
 پیارے بھائی ہی نہیں بلکہ وہ انھیں اسلام کی سلامتی کا ضامن سمجھنے کی وجہ سے ان سے

گہری عقیدت بھی رکھتی ہیں۔ اور اسی لیے ان کی جان کی فکر سب سے زیادہ ہے۔ کوئی عام مزاج کی عورت ہوتی تو کڑھ کے رہ جاتی کہ نند کو سگے بھائی کی فکر ہے۔ میرے شوہر کی نہیں۔ مگر وہ عالی ظرف بی بی ایسی بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی:-

کہنے لگی یہ زوجہ عباسؑ خوش صفات واری بھلا یہ کون سے دوسو اس کی ہے بات
مشکیزہ لے کے گریہ نہ جائیں سوئے فرات پھر ننھے ننھے بچوں کی ہو کس طرح حیات
ہر وقت کبریا سے طلب گارِ خیر ہوں
آگے جو کچھ سبھوں کی رضائیں تو غیر ہوں

(مراثی انیس جلد چہارم صفحہ ۱۶۲)

آخری مصرعے کی بلاغت پر غور کیجئے۔ یہ خالص ادبی تہذیب کا لب و لہجہ ہے۔ جو جانتے ہوئے بھی کہ اس سے زیادہ حقدار اس سے زیادہ چاہنے والا نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ وہ مروت اور لاج کی وجہ سے یہی کہتی ہیں۔ ”میں تو غیر ہوں“۔ لیکن جب شوہر کو جنگ پر جانے کی رضائل جاتی ہے:-

دل ہل گیا سینے میں رنڈا پے کی خبر سے

حالت یہ تھی کہ:-

چہرہ اتوفق ہے گود میں ہے چاند سا پسر مانع ہے شرم روتی ہے منہ پھر پھر کر
موقع نہ روکنے کا ہے، نے بول سکتی ہے
حضرت کے منہ کو زنگی آنکھوں سے تکتی ہے

لیکن دل بیقرار کسی طرح چین نہیں لینے دیتا۔ دل کہتا ہے تیرا درد سب سے زیادہ
امام حسینؑ کی بیوی سمجھ سکتی ہیں کہ وہی مصیبت انھیں بھی درپیش ہے۔ شوہر کو موت کے
سفر پر جاتے دیکھ کر چاہنے والی بیوی کی کیا حالت ہوتی ہے:-

کہتی ہے رو کے بانوئے عالم سے بار بار ہم کو تباہ کرتے ہیں عباسِ نامدار
ہے لونڈیوں کے باب میں بی بی کو اختیار کچھ آپ بولتی نہیں میں آپ کے ثار
کہیے جو روکنے کی کوئی ان کے راہ ہو

اب عنقریب ہے کہ میرا گھر تباہ ہو
مگر وہ کیا بولیں کہ صبح سے دیکھ رہی ہیں کہ جو جاں نثار اس راہ پر گیا واپس نہ آیا۔
ان کو خاموش پا کر بے قراری میں پکارا اٹھتی ہے:-

اکبر کا واسطہ کوئی تدبیر کیجئے امداد بہر حضرت شبیر کیجئے
کچھ دل کو ہو قرار وہ تقریر کیجئے پنکا وہ باندھتے ہیں نہ تاخیر کیجئے
کیا غضب کی مصوری ہے۔ دیکھئے وہ تو پنکا بھی باندھنے لگے اب دیر کی تو غضب
ہو جائے گا۔ مگر اس بے قراری میں بھی یہ احساس باقی ہے کہ ایسے وقت میں اس کی یہ
تڑپ بے جا ہے۔ معذرت کا انداز دیکھ کر دل لرز جاتا ہے۔

اب دل ہے میرا اور کئی غم کے تیر ہیں
بی بی میں کیا کروں مرے بچے صغیر ہیں
اپنی الفت و محبت کا تذکرہ کرتی ہیں مگر یہ کہہ کر کہ میرے بچے بھی ننھے ننھے سے ہیں
وہ سب کچھ کہہ جاتی ہے جو ایسے وقت عورت کہہ سکتی ہے۔

عباسؑ بہادر ہیں، جاں نثار ہیں۔ مرنے پر کمر کس چکے ہیں۔ اور اس مقصد پر جان
دینا دونوں جہان کی سعادت جانتے ہیں۔ مگر انسان ہیں، دل میں بیوی کی محبت، بچوں
کی الفت بھی تو موجزن ہے:-

عباسؑ دیکھتے ہیں جو زوجہ کا اضطراب ہوتا ہے تیر غم جگر ناتواں کے پار
روتے ہیں خود مگر یہ اشارہ ہے بار بار شوہر کے غم میں یوں کوئی ہوتا ہے، یہ قرار

آؤ ادب سے دلبر زہرا کے سامنے
روتی ہیں لونڈیاں کہیں آقا کے سامنے

بیوی کو بھی سمجھایا جا رہا ہے۔ اس اعلیٰ مقصد کو بھی یاد دل رہے ہیں۔ جس کی خاطر
جام شہادت پینا ہے:-

کھولا ہے گوندھے بالوں کو صاحب یہ کیا کیا روتی ہو تم ، تو روتا ہے فرزندِ مہ لقا
خیر النساء کے لال پہ ہوتے ہیں ہم فدا شادی کا ہے مقام کہ ماتم کی ہے یہ جا
ایذا میں صبر صاحب ہمت کا کام ہے

”میری آبرو“ اور ”تمہارا نام“ یعنی دنیا تمہیں کو سرا ہے گی کہ کیسی صاحبِ ہمت
بی بی تھی کہ کسی بات کی پرواہ نہ کی اور شوہر کو نواسہ رسولؐ پر قربان کر دیا۔ چاہنے والے
شوہر کے دل پر اس وقت جو گذر رہی ہے اور جس طرح دلداری کی جا رہی ہے اس کا
پروقا اور دل گداز انداز دیکھئے۔

لو پونچھ ڈالو آنسوؤں کو بہر ذوالجلال دیکھو زیادہ رونے سے ہوگا ہمیں ملال
میری مفارقت کا نہ کچھ کبھی خیال قائم تمہارے سر پہ رہے فاطمہؑ کا لال
غم چاہیے نہ آہ و بکا چاہیے تمہیں
شہ کی سلامتی کی دعا چاہیے تمہیں

گھبرا جاتے ہیں کہ کہیں امام بھاج کو روتے نہ دیکھ لیں:-

کیا اشکِ خوں بہا کے بگاڑو گی میرا کام ہم ہاتھ جوڑتے ہیں، یہ ہے صبر کا کام
پوچھیں حضور گر کہ تمہیں کیا قبول ہے
صاحب یہ کہو تم کو رٹا پنا قبول ہے

بھتیجی کی مصیبت اور صبر کی تعریف کر کے بیوی کے سامنے مثال پیش کی جاتی

ہے:-

قاسم کو دیکھو جانب کبریٰ کرو نگاہ گزری جو شب تو صبح کو گھر ہو گیا تباہ
دشمن کو بھی دکھائے نہ اللہ ایسا بپاہ کیا صابرہ ہے دخترِ شبیر واہ واہ
سہتی ہیں یوں جہاں میں جفا رائڈ ہونے کی
آواز بھی بھلا کوئی سنتا ہے رونے کی

آفت میں صبر کرتی ہیں اس طرح بی بیاں ہوتا ہے صابروں کا مصیبت میں امتحاں
جل جائے دل مگر نہ اٹھے آہ کا دھواں اُف کیونکہ منہ سے، جو پینچے لبوں پہ جاں
چرچا رہے کہ وقت پہ کیا کام کر گئی
چھوٹی بہو علی کی بڑا کام کر گئی

آخری مصرعہ سارے بیان کی جان ہے۔ تم علی کی بہو ہو، اس مجاہد کی جس نے اپنا
سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا تھا۔ تمہیں اس عظیم شخصیت کی بہو ہونے کے قابل بننا
ہے کہ دنیا پہچان لے کہ یہ علی کی بہو ہے۔ بڑے عزم اور حوصلے کی عورت۔ چھوٹی
ہونے کے باوجود دنیا میں وہ کام کر گئی جو بڑوں بڑوں کے بس کا نہیں ہوتا۔
زوجہ عباس کی یہ بے قراری بہ تقاضائے بشری تھی۔ ورنہ وہ تو پہلے ہی سے شوہر کو
مرنے کی رضا دے چکی تھی:-

شوہر نے یہ کلام کیے جب بچشم تر

چپ ہو گئی وہ صاحبِ ہمت جھکا کے سر

ایک اور موقع پر حضرت عباسؓ بیوی کو سمجھاتے وقت اپنی ماں حضرت اُمّ البنینؓ کا
ذکر کر کے گویا ان کو یہ جتنا چاہتے ہیں کہ دیکھو میری ماں کیسی صاحبِ عزم ہے کہ اس

نے بیٹوں کو اس عظیم مقصد پر قربان کرنے بھیجا ہے۔

جاؤ جو وطن دیجو اماں کو یہ پیغام جو آپ نے فرمایا تھا وہ میں نے کیا کام
کاندھے پہ اٹھایا علم لشکرِ اسلام سقائے حرم آپ کے بیٹے کا ہوا نام
عباس میدان جنگ کی سمت روانہ ہو جاتے ہیں اور ہزاروں دشمنوں سے نبرد آزما
ہوتے ہیں۔ انیس وہ روایت پھر یہاں بیان کرتے ہیں کہ شمر یزیدی فوج کا سپہ سالار
عباس ابن علیؑ کو بہکانے اور لالچ دے کر اپنی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ سن کر
عباسؑ رنج و غصے سے بے حال ہو جاتے تھے۔

سرتا بہ قدم کانپ گیا عاشقِ شبیرؑ فرمایا زباں بند کر او ظالم بے پیر
میں عاشقِ شبیرؑ ہوں اور اہلِ وفا ہوں
سرتن سے جدا ہو پہ نہ بھائی سے جدا ہوں
اور حقارت سے اس کی پیش کش کو ٹھکرا دیتے ہیں:-

خلعت ترا کیا چیز ہے او ظالم بے پیر یا حلقہ فردوس ہے یا دامنِ شبیرؑ
مختار ہیں کوثر کے ہماری ہے یہ توقیرؑ منصب ہے غلامی شہ اور غلہ ہے جاگیر
کچھ حشمتِ ظاہر کی ہمیں چاہ نہیں ہے
واں دولتِ دنیا ہے تو یاں دولتِ دیں ہے

فوج کفار یہاں عباسؑ بن علیؑ کو بہکانے میں ناکام رہی تو دوسری چال چلتی ہے اور
امام حسینؑ کو غلط فہمی اور بدگمانی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ایک شخص خیمے کے
قریب آکر چلاتا ہے:-

اس فوج میں عباسؑ امیر عرب آیا
عباسؑ علمدار ہماری طرف آیا

امام حسینؑ پر تو اپنے بھائی کی سیرت آئینے کی طرح روشن تھی۔ وہ لشکر یزید کی منافقت کی اس بات پر ایک لمحے کے لیے بھی دھیان نہیں دے سکتے تھے:-

اکبر سے یہ بولا پسر مخر صادق کافر ہیں، جفا کار ہیں، مفسد ہیں یہ فاسق
یہ بات نہیں رتبہ عباسؑ کے لائق وہ ہے مرا شیدا، مرا یاور، مرا عاشق
لیکن اہل حرم کے خیمے میں یہ خبر دوسری طرح پہنچتی ہے۔ وہاں بھی حضرت زینبؑ
فوراً کہتی ہیں کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔ زوجہ عباسؑ اہل حرم کو گھبرا یا اور پریشان دیکھ کر سمجھتی ہیں
کہ شاید عباسؑ نے شہادت پائی۔ ایک ایک سے گھبرا گھبرا کر ان کی خیریت پوچھتی
ہیں۔ سب بیبیاں خاموش رہتی ہیں مگر کم سن سیکنہ یہ سب کیا جانے؟

اور کہتے ہیں آپس میں خوشی ہو کے یہ اعدا عباسؑ ملا ہم سے، شہ دیں ہوئے تنہا
وہ رات ہی شوہر کے منہ سے اعدا کا پیغام سن چکی ہیں، مگر سعادت اور شرف یقین
میں ذرا سانسک پیدا نہیں ہونے دیتیں۔ بھائی کو بھائی سے جو محبت ہے اس سے وہ
خوب واقف ہیں۔

عباسؑ پھرے شہ سے نہ مانوں گی غلط ہے
میں روتی تھی شب کو تو یہ سمجھاتے تھے ہر بار تم لونڈی ہو اور میں ہوں غلام شہ برابر
سردار پہ کل ہوگا تصدق یہ علمدار کچھ اپنے رنڈا پے کا نہ غم یکجو زہنہار
فدیہ ہوں میں اس کا جو محمدؐ کا خلف ہے
میری بھی سعادت ہے تمہارا بھی شرف ہے
مگر دل میں نہ جانے کیسی ہوک اٹھ رہی تھی، کنبے کی نظر میں سبک ہونے کے خیال
سے کلیجہ بیٹھا جا رہا تھا:-

اس سوچ میں پھرتی تھی سرا سیمہ وہ مضطر اس کا بھی نہ تھا ہوش کہ کب گر گئی چادر

رُخ زرد تھا، دل کانپتا تھا سینے کے اندر دھڑکا تھا کہ اب کیا کہیں گے آن کے سرور
یہ وسواس اور خوف بالکل فطری بات ہے، لاکھ یقین اور بھروسہ ہو مگر انسان کیا کہہ
سکتا ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ عرب کی غیرت دار بیٹی کا یہ جذبہ دیکھئے:-

یارب نہ سنوں میں کہ جدا ہو گئے عباسؑ

یہ غل ہو کہ بھائی پہ فدا ہو گئے عباسؑ

بھیجوں کسے رن میں جو مفصل خبر آئے کیا وجہ جو گھر میں نہ شہِ بحر و بر آئے
شمرِ ستم آرا کی نہ اُمید بر آئے آپ آئیں ویا مشک و علم خون میں تر آئے
کھل جائے کہ عاشق تھا شہ ہر دوسرا کا

شہرہ ہو جہاں میں مرے والی کی وفا کا

اب رنڈاپے کی فکر نہیں۔ بچوں کی یتیمی کا دھیان نہیں، شوہر کی محبت اور جدائی کا
احساس نہیں، دردِ فراق کی ٹیس نہیں۔ اب تو آن پر آبنی ہے۔ دل کا حال کس سے
کہیں؟ بیٹا کم سن سہی مگر ہے تو ان کا اپنا بیٹا بلا کر کہتی ہیں:-

دیکھ آؤ کہ لڑتے ہیں کہ مارے گئے عباسؑ

غیرت سے موئی جاتی ہوں میں یکس و ناچار کہتے ہیں عدو، پھر گیا بھائی سے علمدار
جانتی ہیں کہ یہ بات جھوٹ ہے مگر غصہ اس پر ہے کہ آخر انھوں نے دشمن سے بات
ہی کیوں کی۔ ان دو شعروں کو پڑھئے۔ رفاقت، محبت، اعتماد اور بھروسے، شکوہ شکایت
کی کتنی داستانیں اس میں چھپی ہیں:-

صدقے گئی کہو مری جانب سے بہ تکرار کیا قہر ہے تم شمر سے کیوں کرتے ہو گفتار

وہ تفرقہ انداز ہے، مردودِ خدا ہے

شبیّر کے دشمن سے علاقہ تمہیں کیا ہے

بہادر باپ اور صاحبِ غیرت ماں کا بچہ میدانِ جنگ میں جانے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو چھوٹھی زینب بیقرار ہو کر بھانج سے کہتی ہیں:-
عباسؑ کی ہے خیر، عبث روتی ہو بی بی بچے کو بھلا ہاتھ سے کیوں کھوتی ہو بی بی مگر بچہ کس ماں کا بچہ ہے:-

کہتا تھا وہ معصوم لیے ہاتھ میں تلوار کیوں روکا ہے جانے دوسوے لشکرِ کفار رکھتے ہیں مرے باپ پہ تہمت یہ شنگر اس جھوٹ کی دیتا ہوں سزا میں انھیں جا کر خاندانی محبت کا یہ منظر کتنا پُر اثر ہے:-

آنکھوں میں بھرے اشک وہ کرتا تھا یہ تقریر لیتی تھی بلائیں شہِ دلگیر کی ہمشیر منہ چوم کے فرماتی تھیں یہ بانوئے دلگیر صدقے نری جرأت کے میں اے صاحبِ شمشیر تہمت کوئی رکھ سکتا ہے بابا پہ تمھارے یہ مکر و فریب اہلِ شقاوت کے ہیں سارے ناگاہ میدانِ جنگ میں شور بلند ہوتا ہے:-

لو غیض میں فرزندِ امیرِ عرب آیا تلوارِ علمدار نے کھینچی غضب آیا اور یہ سنتے ہی بیوی کا دل، اطمینان، فخر اور مسرت سے سرشار ہو جاتا ہے:-
سرخ سی ہوئی چاند سے چہرے پہ نمودار پردے سے لگی دیکھنے رن کو وہ دل افگار اور پھر بیویوں سے مخاطب ہو کر بولیں:-

سب سے کہا دیکھو یہ دعا ہے کہ دعا ہے بھائی کو علمدار نے چھوڑا تو یہ کیا ہے اب تک کسی سے آنکھیں چار کرنے کا حوصلہ نہ رہا تھا۔ اور اب خود امامِ وقت سے بے خوفی و فخر سے کہا جا رہا ہے:-

کس شان سے لڑتا ہے غلام آپ کا داری
اور پھر توجہ دلائی جاتی ہے :-

عباسؑ کے ہاتھوں کی صفائی کو تو دیکھو لاکھوں سے اکیلے کی لڑائی کو تو دیکھو
کیا آپ کی الفت ہے اس الفت کے میں قربان بیٹے کا خیال ان کو نہ اسدم ہے مرادھیان
لڑنے میں بھی جاری ہے زباں سے یہی ہر آن نقش قدم شہ پہ تصدق ہے مری جان
اور باتیں کرتے کرتے پھر ایک دم کلیجے میں ہوک اٹھتی ہے اور یہ روح فرسا
حقیقت یاد آ جاتی ہے اس لڑائی کا انجام کیا ہے تو بے قراری میں کہہ اٹھتی ہے :-

لاکھوں میں وہ نہتا ہیں یہ لونڈی ہے قلع میں

صدقے گئی کچھ کیجئے دُعا بھائی کے حق میں

امام حسینؑ جو بھائی کی جدائی میں خود بیقرار ہیں مگر اس بیقراری کو دل کی گہرائیوں
میں چھپا رکھا ہے۔ بھاج کے سامنے بھائی کی بہادری اور وفا و محبت کی تعریف کر کے
اس کا دل بڑھاتے ہیں مگر تسلی میں بھی مایوسی مضمر ہے :-

شہ بولے دُعا کرتا ہے سینے میں مرادل آساں کرے اللہ مرے بھائی کی مشکل

صادق ہے محبت میں وفاداری میں کامل کس شوق سے طے کرتا ہے وہ عشق کی منزل

دوروز کی اس بھوک کے اور پیاس کے صدقے

شبیرؑ وفاداری عباسؑ کے صدقے

بھاج سے بھائی کی محبت اور احسان کا اعتراف کیا جا رہا ہے :-

محبوب خدا ہیں ترے شوہر کے ثنا خواں ہیں اس کی شجاعت کے معرّف شہِ مرداں

اور حمزہ و جعفر بھی ہیں شرمندہ احساس

اور یہ سن کر جاں نثار بھائی کی بیوی اپنی وفاداری کا یقین یہ کہہ کر دلاتی ہے :-

دنیا میں رہیں آپ سلامت یہ دعا ہے

عباسؑ سے سو ہوئیں تصدق تو بجا ہے

مگر اس جذبہٴ صادق کے باوجود عورت پھر عورت ہے جس کے لیے محبوب شوہر کی جدائی سے بڑھ کر عظیم صدمہ اور کوئی نہیں۔ ساری دنیا کی چاہنے والی بیویاں اس جذبہ کی شدت میں یکساں ہیں، انیس نے حضرت عباسؑ کی شہادت کے بعد زوجہٴ عباسؑ کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ انھیں جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

حضرت عباسؑ نہر پر پڑنے لگانے کے بعد ابدی نیند سو گئے۔ گھر میں شہید کی لاش تک نہ آسکی کہ سارا تن ٹکڑے ٹکڑے تھا، صرف چھدی مشک اور خون آلود علم آیا ہے۔ اس وقت :-

زیرِ علم تھا زوجہٴ عباسؑ کا یہ حال ماتھا بھرتھا خاک سے بکھرے ہوئے تھے بال
چلائی تھی یتیم ہوئے میرے دونوں لال دنیا سے کھو گئے مجھے عباسؑ خوش خصال
ہے ہے علیؑ کا نور نظر مجھ سے پھٹ گیا

میں رائڈ ہو گئی مرا اقبال لٹ گیا

ناگہ صدا علیؑ کی یہ آئی کہ اے بہو زانو پہ تھا مرے سر عباسؑ نیک خو
آئی ہے تیرے پُر سے کوزہٴ کشادہ مو بی بی بس اب حسینؑ کو، رو کر رُلا نہ تو
بھائی کے غم میں لال مرا درد مند ہے

اب صبر کر کہ صبر خدا کو پسند ہے

(مراثی انیس جلد چہارم صفحہ ۶۹)

اللہ رے دل خراش علیؑ کی بہو کے بین سکان آسمان وز میں کو بھی تھا نہ چین
چادر پڑی تھی منہ پہ کہ تھے سامنے حسینؑ تھامے تھی ہاتھ خواہر سلطانِ مشرقین

کھڑے تھے تیغِ غم سے دلِ سوگوار کے

حکمِ حیا یہ تھا کہ نہ رونا پکار کے

امام حسینؑ وہاں سے ہٹ جاتے ہیں کہ بد نصیب بیوہ دل کی بھڑاس نکال لے تو
زوجہ عباسؑ کے ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں اور عالم بےقراری میں شوہر کی روح
سے مخاطب ہو کر باتیں کرنے لگتی ہیں:-

چشمِ تصور سے دیکھئے! نہیں تصور کی بھی کیا شرط ہے۔ آپ نے اپنے عزیزوں،
دوستوں، ہمسایوں کسی نہ کسی کے ایسا سانحہ دیکھا ہوگا۔ کڑیل جوان شوہر مر گیا ہے۔
جوان بیوہ اور ننھے ننھے بچے رہ گئے ہیں۔ اس وقت بیوہ کی جو حالت ہوتی ہے وہ لوگوں
سے دیکھی نہیں جاتی۔ میں نے میت پر گریہ و ماتم کو بُرا اور ناجائز قرار دینے والی عورتوں
کو بھی بھل کی طرح تڑپتے اور ایسے دل خراش بین کرتے دیکھا ہے کہ سننے والے کا کلیجہ
پھٹنے لگتا ہے۔ میرا نپس نے حضرت عباسؑ کی بیوی کی جو حالت دیکھائی ہے، جو بین ان
کے منہ سے کرائے ہیں اس میں کسی بھی بیوہ عورت کے نازک احساسات و جذبات کی
مکمل اور حقیقی ترجمانی ملتی ہے اندازِ بیان ضرور ہندوستانی عورت کا ہے مگر دل کے زخم
سے جولوہ رس رہا ہے وہ ہر درد مند بیوہ کے دل کا ہو سکتا ہے:-

کل تھی سہاگن آج تو میں سوگوار ہوں بیوہ ہوں، جاں بلب ہوں، غریب الدیار ہوں

جانِ علیؑ ہیں آپ تو میں جاں نثار ہوں ہاں ناز ہے تو یہ ہے کہ خدمت گزار ہوں

جنگل میں چھوریئے نہ مرا ہاتھ تھام کے

بیٹے ہیں آپ امام کے بھائی امام کے

والی کہاں یہ رانڈ پیہموں کو لے کے جائے اس کر بلانے لوٹ لیا مجھ کو ہائے ہائے

کیا اس کی زندگی جسے وارث سے یاس ہو میری بھی قبر آپ کی تربت کے پاس ہو

رات تو شوہران کے پہلو میں تھا۔ پیار و محبت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ چند گھنٹے میں یہ کیسی قیامت ٹوٹ پڑی:-

کہتے تھے شب کو بھر کے دم سرد دم بدم تم ہم کو چاہتی ہو، تمہیں چاہتے ہیں ہم
سو سر خدا جو دے تو نثارِ شہِ اُمم گر ہے تو بس تمہاری جدائی کا ہے الم
کل ہم ہیں اور خنجر و شمشیر و تیر ہیں
اس کا بھی غم بڑا ہے کہ بچے صغیر ہیں

یہ باتیں یاد آتی ہیں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ ضبط و شرم کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں:-
کیسی یہ غفلت آج ہے اے شیرِ حق کے لال بچوں کی اب نہ فکر نہ لونڈی کا ہے خیال
بھاتی تھی جس کے بالوں کی بو آپ کو نکال اس نے تمہارے سوگ میں کھولے ہیں سر کے بال
اب وصل کے نہ دن، نہ شبیں اشتیاق کی
کیوں کر کٹیں گی آہ یہ راتیں فراق کی

صاحب تمہیں تو سونے کو ہاتھ آئی خوب جا دریا کا قرب، سرد ترائی، خنک ہوا
میں اور آپ آج کی شب تک نہ تھے جدا بستر کو خالی دیکھ کے گدڑے گی مجھ پہ کیا
تڑپوں نہ کس طرح کہ نئی واردات ہے
صدقے گئی فراق کی یہ پہلی رات ہے

درد و غم کا دریا جو لہریں مارتا بہا چلا جا رہا ہے:-

کیونکر کہوں کہ آپ میں مہر و وفا نہ تھی میری ہی خاک قابلِ خاکِ شفا نہ تھی
اتنا گلہ ہے بس کہ یہ غفلت بجا نہ تھی کیا پابندی بھی اک مری تربت کی جانہ تھی
بے وجہ خیر خواہ سے منہ موڑتے نہیں
ساتھی برا بھی ہو تو اسے چھوڑتے نہیں

(چھ بند مرثی انیس جلد چہارم صفحہ ۱۷۸)

یہ بین ہر حساس مرد اور درد مند عورت کے دل کو تڑپا دیتے ہیں۔ کیونکہ اسی سے ملتی جلتی حالت انھوں نے بھی اپنی یا اپنے کسی پیارے کی دیکھی ہے۔ اہل بیت کی مصیبت انھیں اپنی مصیبت محسوس ہونے لگتی ہے۔ جیسے یہ سب ان پر بھی بیت رہا ہے۔ زمان و مکان کا فرق ذرا دیر کے لیے مٹ جاتا ہے۔ دل درد و غم سے بھر جاتے ہیں، آنکھیں بولنے لگتی ہیں۔

اور یہی انیس کا مقصد ہے اور یہی ان کے کلام کی کامیابی

حضرت امام حسینؑ رخصتِ آخر کے لیے خیمے میں تشریف لائے۔ اہل حرم الوداع کہہ کر گھوڑے پر سوار ہوا چاہتے ہیں اس وقت زوجہ عباسؑ کا یہ بیان میرا انیس نے نہایت پُر اثر نظم کیا ہے:-

یہ سن کے ذوالجناح تو روتا تھا زار زار چلائی تھی یہ زوجہ عباسؑ نامدار
صاحب اٹھوترائی سے میں آپ پر شمار آقا سوار ہوتے ہیں آتا ہے راہوار

یاں آ کے ساتھ جاؤ امامِ غیور کے

سایہ کرو کہ دھوپ ہے سر پر حضور کے

_____ (میرا انیس جلد دوم صفحہ ۴۰۵)

(بحوالہ:- خواتین کربلا۔ کلام انیس کے آئینے میں از صالحہ عابد حسین)

باب ۱۴.....

حضرت اُمّ البنینؑ

اور اولاد فاطمہ زہراؑ کی محبت

مدینے سے امام حسینؑ کا سفر اور

حضرت اُمّ البنینؑ کا اضطراب

جب اُمّ البنین، ولایت کے اس نورانی مرکز (بیتِ علیؑ) میں داخل ہوئیں تو محبت اور مہربانی سے دسوز ماں کی طرح حسینؑ، زینبؑ کبریٰ اور اُمّ کلثومؑ کی دیکھ بھال فرمائی۔ اس وقت امام حسنؑ و امام حسینؑ کی طبیعت ناساز تھی۔ آپ ان کی تیمارداری کرتیں اور رات ان کے سر ہانے جاگ کر گزارتی تھیں۔

اُمّ البنینؑ کی تربیت نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی، علمی اور اخلاقی اوصاف میں بھی وہ بلند رتبے پر فائز تھیں۔ قرآن و حدیث کا علم انھوں نے حضرت علیؑ سے سیکھا تھا۔ وہ آیتِ مودّت کی تفسیر سے واقف تھیں، فاطمہؑ اور اولادِ فاطمہؑ کی محبت کو واجب سمجھتی تھیں۔

۲۸ رجب ۶۰ھ کو امام حسین علیہ السلام نے مدینے کو الوداع کہا، قافلہ چلنے کو تیار

تھا۔ شہزادیوں کے ناتے آگے بڑھ چکے تھے، سب سے آخر میں حضرت عباسؑ علمدار اپنے سواری کے گھوڑے مرتجز کے قریب آئے تاکہ سوار ہو کر آگے بڑھیں، عصمت سرا سے ایک کنیز برآمد ہوئی، اور باادب حضرت عباسؑ سے کہا کہ آپ کو حضرت اُمّ البنینؑ یاد فرما رہی ہیں۔

حضرت عباسؑ عصمت سرا میں داخل ہوئے، دیکھا کہ ماں دروازے کے قریب گریاں و پریشاں کھڑی ہیں۔ عباسؑ نے ادب سے سرخم کر دیا۔ اور فرمایا:-
مادر گرامی آپ مجھے زخمت کر چکی تھیں، اب کیوں بلایا ہے۔
اُمّ البنینؑ نے فرمایا:-

بیٹا عباس! یہ حسینؑ، فاطمہ زہراؑ کی جان ہے، یہ فاطمہ زہراؑ کی امانت ہے جو میں تیری حفاظت میں دے رہی ہوں۔ عباسؑ از ہر ابی بی کی امانت سے خبردار حسینؑ کو میں تجھ سے لوں گی۔ بیٹا اپنی جان کو جان نہ سمجھنا، حسینؑ پر آنچ آئے تو اپنی جان حسینؑ پر فدا کر دینا:-

میں جانتی ہوں اُس کا تو عاشق ہے مری جان
عباسؑ مرے لال سے رستے میں نگہبان
حضرت عباسؑ فرماتے ہیں:-

عباسؑ نے کی عرض میں جب تک وہ سلامت
بھائی پہ خدا چاہے تو کچھ آئے نہ آفت
اللہ سے تم بھی دعا مانگیو حضرت
شبیرؑ سلامت رہے بندے کی ہو رحلت

سامان تو بڑے یہاں سے کئے جاتا ہے عباسؑ

بیٹے بھی تصدق کو لیے جاتا ہے عباسؑ
مدینے سے سفر کے وقت حضرت اُمّ البنینؑ اپنی پوتی حضرت سکیدہؑ سے گفتگو فرماتی
ہیں۔ اس منظر کو مرزا دتیر اس طرح پیش کرتے ہیں۔

﴿۱﴾

اس باغ کے جب پھولنے پھلنے کے دن آئے
اک دفعہ مدینے سے نکلنے کے دن آئے
اور گرمیوں کی دھوپ میں جلنے کے دن آئے
قبروں کی طرف پاؤں سے چلنے کے دن آئے
کوٹنے کی عزیمت ہوئی شاہِ دو جہاں کی
تقدیر وہاں لے چلی تھی خاک جہاں کی

﴿۲﴾

پردوں سے کمر باندھ کے جس دم ہوئے تیار
شہ سے یہ کیا مادرِ عباسؑ نے اظہار
داری مرے بے چلنے سے تو کرتے ہوا انکار
بس حشر پہ موقوف ہے اب پیاروں کا دیدار
محبوب کو اپنے علمِ شیرِ خدا دو
طوبیٰ مجھے عباسؑ کے کاندھے پہ دکھا دو

﴿۳﴾

حضرت نے منگایا علمِ خیرِ اُمم کو
عباسؑ کے کاندھے پہ دھرا سپرِ علم کو
ماں بولی کہ اب حسرت کوثر رہی ہم کو

(270)

آنکھوں سے ملا بڑھ کے سکیئہ کے قدم کو
وہ کہنے لگی دادی نہ چومو کف پا کو
جو اور کہو بابا سے دلوا دوں چچا کو

﴿۴﴾

وہ بولی تمنائے سفارش نہیں جانی
شہہ کرتے ہیں خود فدویوں کی مرتبہ دانی
میں چاہتی ہوں تم سے یہ اقرار زبانی
پردیس میں جب بند ہو شبیر پہ پانی
نا خضر کو مشکیزہ نہ الیاس کو دینا
سقائی تم اپنی مرے عباس کو دینا

﴿۵﴾

اقرار کیا اُس نے کہ اچھا مری دادی
دادی نے دہن چوما بلائیں لیں دعا دی
یثرب سے روانہ ہوا کونین کا ہادی
اور خضر شہادت نے رو گود بتا دی
غرے کو محرم کے وہاں پہنچے یہاں سے
نوروز کے رستے پہ رہا خلد جہاں سے
(مرزادیر)

کر بلا میں حضرت عباسؓ ۲۸ رجب کو حضرت اُم البنین کی وصیت کو یاد کر رہے
ہیں۔ جو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عباسؓ سے کی تھی۔ مرزا دبیر حضرت عباسؓ کے
اس بیان کو نظم کر رہے ہیں۔

(271)

جب بھائی کے ہمراہ وطن سے میں چلا تھا
 رخصت کے لیے والدہ کے پاس گیا تھا
 سینے سے لگایا تھا سر اور پیار کیا تھا
 روئیں تھیں بہت اور مکرر یہ کہا تھا
 جاتے تو ہو شبیرؑ کے ہمراہ خوشی سے
 عباسؑ خبردار حسین ابن علیؑ سے
 شبیرؑ مرا لعل ہے شبیرؑ مری جان
 تو میرے پسر فاطمہؑ کے پیارے پہ قربان
 چھوڑے گا کسی دکھ میں جو تو بھائی کا دامن
 محشر میں مرا ہاتھ ہے اور تیرا گریبان
 میں دودھ نہ بخشوں گی اور آزرده مروں گی
 پھر عرش ہلا کر تری فریاد کروں گی
 گر تجھ سے ہوئے کچھ بھی خفا سبطِ پیہرؑ
 پھر تو مرا فرزند ہے نے میں تری مادر
 مرتے ہوئے منھ تیرا نہ دیکھوں گی بُلا کر
 گر تیری قضا ہوگی مرے سامنے دلبر
 لوگ آئیں گے پُر سے کو تو پُرسا بھی نہ لوں گی
 نے روؤں گی تجکو نہ عزادار میں ہوں گی
 مادر کا بیاں سنتے ہی میں کانپ گیا تھا
 بھائی پہ فدا ہونے کا اقرار کیا تھا

(272)

یہ سنتے ہی دور اُن کا ہوا رنج و بکا تھا
خوش ہو کے کہا بس یہی مطلوب مرا تھا

بابا تو شہنشاہ شجاعانِ عرب تھا
اتنا یہ مگر دودھ کا مادر کے سبب تھا
(مرزا دپیر)

۲۸ رجب ۶۰ھ کو اولاد کو وصیت:

جب مدینے سے سید الشہداء روانہ ہونے لگے تو حضرت اُمّ البنینؓ نے اپنے
فرزندوں سے فرمایا۔

”میرے بچوں میں تمہیں وصیت کرتی ہوں تمہارے آقا و مولا امام حسینؑ کے
بارے میں کہ انکی نصرت میں تقصیر اور کوتاہی نہ کرنا“

(اُمّ البنین علیہا السلام۔۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ ص ۱۲۸)

باب ﴿.....﴾ ۱۵ .

حضرت اُمّ البنینؓ

سے شمر کی رشتہ داری نہیں تھی

شمر ذی الجوشن الضُّبابی:

شجر حنات کا کڑوا پھل۔ ۱۰ یا ۱۱ ہجری میں خناز بن حارث بن ضح کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اور وہ بنی عذرہ بن زیدلات کے قبیلہ سے تھی۔ خناز کے لغوی معنی اس بدبودار عورت کے ہیں۔ جس کو برص کا مرض ہو۔ اصلی نام کا پیہ نہیں۔ شمر نے برص کا مرض اپنی ماں سے ورثہ میں حاصل کیا تھا۔ اس کے باپ کا نام شرجیل بن اعور تھا۔ ذی الجوشن اس لیے کہتے تھے کہ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا۔ بقول بعض پہلے اپنے ڈنڈ پر جوشن اُس نے باندھا تھا۔ ضباب ایک بیماری کا نام ہے۔

شمر کے متعلق حضرت رسول اللہ کی پیشینگوئی:-

ابن اثیر (بنی اُمیہ کے نمک خوار) نے ”اسد الغابہ“ میں شمر کے باپ ذی الجوشن کو صحابی رسولؐ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ شمر کے متعلق یہ پیشینگوئی کر چکے تھے۔

”رسول اللہ فرماتے ہیں۔ میں ایک مبروص گئے کو دیکھ رہا ہوں جو

میرے اہل بیت کا خون چاٹ رہا ہے۔“

شمر کو برص (سفید داغ) کا مرض تھا۔“ (تاریخ ابن کثیر) .

علامہ کنزوری مائتین صفحہ ۳۶۹ پر لکھتے ہیں کہ زہیر بن قین بکلی نے معرکہ کربلا میں شمر کو یابن ابول علی عقیبہ کہہ کر پکارا۔ یعنی اے ناپاک کے بیٹے جو الٹی دھار سے پیشاب کرتا تھا۔ زہیر جیسے بزرگ کا یہ طعنہ خلاف واقعہ نہیں تھا۔ شمر کا باپ کسی سوداوی مرض میں مبتلا ہو کر اونٹ کی طرح پیشاب کرتا تھا۔

نسب:

شمر کے باپ کا شجرہ یہ ہے۔

شرجیل ابن اعور ابن عمر ابن ضباب ابن مالک ابن ربیعہ ابن نمیر

شمر کا باپ عمر ابن ضباب کی اولاد سے ہے اس لیے شمر کو ”الضبابی“ کہا جاتا ہے۔

حالانکہ شمر نازادہ تھا اس لیے اس کا شجرہ ناپید ہے۔ قبیلہ بنی کلاب سے نہیں ہے۔

حضرت اُمّ البنینؓ کے خاندان سے دور دور بھی رشتے داری ثابت نہیں ہے۔ یہ

تاریخ لکھنے والوں کا افسانہ و شاختانہ ہے۔ اس لیے عمر بن ضباب کی اولاد سے ضبابی

کہلاتا ہے۔

شمر بنی ضباب سے تھا بنی کلاب سے نہیں۔

(ام البنین علیہا السلام سیدۃ النساء العرب۔۔ سید مہدی سوتج الخطیب۔۔ ص ۵۸)

حلیہ:

ناک چوٹی اور لمبی، آنکھیں چھوٹی اندر کو گھسی ہوئیں۔ داڑھی گھنی، منہ سے بد بو آتی

تھی۔ چہرے پر چچک کے داغ۔ قد لمبا، جسم فربہ، سامنے کے دو دانت نکلے ہوئے۔

سینہ پر برص۔ حریص اور لالچی شخص تھا۔ (کمل الانظار)

بشارت امام ہمام:

صاحب مآتین مناقب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ دوران سفر جب آپ منزل عقبہ البطن پر تھے امام حسین علیہ السلام پر کچھ غنودگی غالب ہوئی۔ جھٹ بیدار ہوئے۔ خصار سے مخاطب ہو کر فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے جیسے بہت سے کتوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ تاکہ پھاڑ کھائیں۔ ایک ابلق کتا شد و د سے حملہ کرتا ہے۔ مجھے گمان ہے میرا قاتل اسی گروہ میں وہ ہے جس کو مرض برص ہے یہ بشارت قاتل کے تعین کی غرض سے تھی۔

شمر کا پیشہ:

شمر کے عادات و اطوار میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ عورتوں کی دلائی کیا کرتا تھا۔ اس کی اپنی لڑکی شرانہ جو نہایت حسین اور خوبصورت پہلے تو زیر نظر عنایت یزید رہی پھر ابن زیاد کے گھر کی زینت بنی۔ ابن مرجانہ نے ۹ محرم جمعرات کے دن شمر کے نام یہ خط لکھا کہ اگر ابن سعد جنگ سے پہلو تہی کرتا دکھائی دے تو اسے قتل کر کے عمان حکومت اپنے ہاتھ لے لے۔ بعض کہتے ہیں شمر خود جا کر ابن زیاد سے لکھوالا یا تھا۔ ابن سعد ڈر گیا اور اسی صبح طبل جنگ بجوا دیا۔

عبداللہ بن زیاد نے جب کوفہ کا چارج لیا تو ان دنوں شمر یزید کی مصاحبت میں تھا۔ اس نے درخواست کی کہ مجھے بھی کوفہ بھیج دیا جائے۔ یزید پہلے تو رضامند نہ ہوا پھر مصلحت دیکھ کر اجازت دے دی۔ چار ہزار سپاہ کا کمانچی بن کر میدان کربلا میں پہنچ گیا۔ عاشور کے دن گو شمر ابن سعد کے ماتحت تھا۔ لیکن فی الحقیقت اس کا نگراں حال تھا۔ جو بات ابن سعد کے منہ سے نکلتی تھی یہ خوب جانچتا اور تولتا تھا۔ کیونکہ شمر چاہتا تھا جیسے ممکن ہو عمان حکومت اپنے ہاتھ لے۔ ابن زیاد کا منشا بھی یہی تھا۔ ابن سعد کی

نگاری و عیاری نے شمر کا کوئی داؤ نہ چلنے دیا۔

خباثت و شقاوت:

کہتے ہیں کہ ظلم و استبداد کی یہ منحوس صورت قرآن ناطق کے سینہ اقدس پر سوار ہوا تو سید بے کس نے بطور اتمام حجت پوچھا۔ تو مجھے جانتا ہے۔ کہا۔ ہاں پھر کیوں قتل کرتا ہے۔ جواب دیا۔ زر کی لالچ میں۔

وارث صبر و رضا بھی سجدہ میں تھے کہ راندہ درگاہ ایزدی کو اتنا صبر نہ ہوا کہ سجدہ سے فارغ تو ہونے دے۔ جسم اقدس پر بیٹھ کر گردن کی طرف سے اس طرح فخر پھیرنا شروع کیا جس طرح قصائی گوسفند کو ذبح کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کیسا پتھر دل تھا ذرا رحم نہ آیا۔ سرا طہر کو تن مبارک سے علیحدہ کر کے عمر بن سعد کے آگے دھر دیا۔

خوشی سے ناچنے لگا۔ سرا اقدس جناب شاہ کر بلا نیزہ پر معلق کر کے فوج کے آگے رہتا تھا۔ کر بلا سے کوفہ۔ کوفہ سے دمشق پہنچا۔ در قلعہ کے نزدیک جا کر سر امام حسینؑ بشیر کے بیٹے مالک کو اس خیال سے دے دیا کہ اگر یزید ناراض ہوا تو تمام جھاڑ جھپٹ مالک پر ہوگی۔

دمشق میں عرصہ تک آستانہ یزید پر انعام کثیر کی امید میں خیالی پلاؤ پکا تار رہا۔ پلاؤ کس طرح پکتا کہ چاول پتھر لیے تھے۔ امید کی لکڑیاں جل جل کر خاک ہو چکی تھیں۔ اب سایہ یزید بھی نہ رہا وہ ملک فنا کے قصر آتشیں میں جا بسا تھا۔ ڈھارس کی عمارت جو امید کے معماروں نے تعمیر کی تھی یک لخت گر گئی۔ ساتھ ہی سن لیا کہ انتقام گیروں کے انتقام کی تیغیں میانوں سے باہر نکل رہی ہیں۔ ان کی کثرت اور شہرت نے رہے سہے حواس اور بھی کھو دیئے۔ مصعب بن زبیر کے پاس بھاگنے کی سوچھی۔

شمر کی موت:

مایوسی کے شکنجہ میں تھا۔ ایک رات دس نابکاروں کے ساتھ جن میں سنان بن انس،

یزید بن محارب اور صرد بن عبداللہ بھی تھے، کوفہ سے بصرہ کی راہ لی۔ امیر مختار کے غلام خیر کو خبر پہنچی وہ کچھ سوار لے کر موت کی طرح پیچھے ہولیا۔ کچھ مقابلہ تو ہوا لیکن شمر بھاگ نکلا اور موضع کُلتانیہ میں جا پناہ گزین ہوا۔ امیر مختار نے عبداللہ بن کامل اور عمر بن حاجب کو ۳۰۰ سوار دے کر شمر کی تلاش میں بھیجا۔ موضع کُلتانیہ میں خونی ٹولہ نے یہ تجویز کی کہ مصعب بن زبیر کو اپنے آنے کی خبر دی جائے۔ چنانچہ ایک یہودی نوجوان کو اس کی مزدوری اور خط دے کر بصرہ روانہ کر دیا۔ صید راچوں اجل آید سوئے صیا دردد۔ نامہ بر نے وہی راہ اختیار کی جہاں عبداللہ بن کامل وغیرہ پڑاؤ ڈالے پڑے تھے۔ لشکریوں نے قاصد کو گرفتار کر کے عبداللہ کے سامنے پیش کیا۔ تفتیش پر نامہ بر نے تمام واقعہ کہہ سنایا اور خط بھی پیش کر دیا۔ ابن کامل نے پہنچ کر جھٹ گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ شمر نے جب دیکھا کہ جان پر آہنی۔ جس طرح بیٹھا تھا اٹھ کھڑا ہوا اور تلوار سونت لشکر عبداللہ پر آپڑا۔ عمر بن صاحب نے جو تلوار کا ہاتھ مارا تو بھرپور پڑا۔ تلوار سینے میں اتر آئی۔ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر جا گرا۔ (مختار نامہ)

سب سے زیادہ حیرت انگیز تو یہ بات ہے کہ ابوالفتح جیسا معتبر راوی عموماً روایات شمر سے لیتا ہے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ کیسے باور کریں کہ ایسے مستند محدث نے شمر کو معتبر سمجھ لیا۔

صاحب عناصر الشہادۃ تین لطائف اشرفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شمر کو کچھ سونا لوٹ میں مل گیا تھا۔ اس نے لڑکی کو بطور تحفہ دے دیا۔ لڑکی نے سنا کہ پاس زیور کے لیے بھیج دیا۔ عبدالکریم بن یغفور صفی راوی ہے کہ سنا کہ جب سونا آگ پر رکھا تو راکھ ہو کر رہ گیا۔ شمر نے جھنجھلا کر سنا کر بلوایا اور کہا کہ باقی سونے کو میرے سامنے آگ پر رکھ، جب رکھا تو راکھ ہو گیا۔ شمر اپنے ساتھ امام حسینؑ کا ایک اونٹ ہانک لایا تھا۔

ذبح کر کے خوشی میں گوشت اہل کوفہ کو تقسیم کیا۔ مختار نے حکم دیا کہ جن جن گھروں میں وہ گوشت تقسیم ہوا تھا گھروں کو منہدم اور گھروالوں کو قتل کر دیں۔ (کُلُ الاِظْہار صفحہ ۱۸۲)

ابو بکر بن عباس ابوالفتح سہمی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن شمر اس کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ بعد نماز مغفرت کی دعا مانگنے لگا۔ کسی نے کہا تو کس طرح بخشا جاسکتا ہے۔ جبکہ تو نے نواسہ رسول کو بے گناہ شہید کیا ہے۔ کہا۔ میں نے جو کچھ کیا حکم حاکم سے کیا۔ اگر نہ کرتا تو گدھے سے بدتر تھا۔ (کُلُ الاِظْہار) صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ امام حسینؑ کے قتل کو گناہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ ثواب، اگر گناہ سمجھتے تو ضرور رنج و غم میں حصہ لیتے۔

کہتے ہیں قتل کے وقت شمر کی عمر ۵۶ یا ۵۵ برس کی تھی۔ اس لیے پیدائش ۱۱۱ھ کی ہو سکتی ہے۔ ۶۶ یا ۶۷ ہجری میں قتل ہو کر دنیائے دوں سے رخصت ہوا۔ (اشقیائے فرات)

امان نامے کی حقیقت:

علامہ شیخ محمد بن طاہر ساوی نجفی لکھتے ہیں:-

عبداللہ بن ابی المحل بن حزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر الوحید معظمہ محترمہ اُمّ البنینؑ کا بھتیجا تھا اور کوفہ میں بہت معزز حیثیت رکھتا تھا۔ یہ اس وقت جب شمر ابن زیاد کا خط لے کر کربلا کی جانب روانہ ہو رہا تھا۔ دربار ابن زیاد میں موجود تھا۔ اس نے عبید اللہ ابن زیاد سے کہا کہ ہمارے خاندان کی ایک لڑکی کے بیٹے حسینؑ کے ساتھ ہیں۔ آپ ان کے لیے امان نامہ لکھ دیجئے۔ عبداللہ بن ابی المحل نے اپنے ایک غلام کے ہاتھ جس کا نام کرمان تھا اس تحریر کو روانہ کیا۔ وہ اس کو

لے کر ان جان باز بہادروں کے پاس لایا اور کہا یہ آپ کے ماموں
 زاد بھائی نے امان نامہ بھیجا ہے ان چاروں جوانوں نے کہا کہ
 ہمارے بھائی کو ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ ہم کو اس امان کی ضرورت
 نہیں خدا کی امان ہمارے لیے ابن زیاد کی امان سے بہتر ہے۔
 شمر بن ذی الجوشن نے کر بلا پہنچتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ وہ لشکر
 حسینی کے سامنے آیا اور کہا کہ میری بہن کے بیٹے عبداللہ و جعفر و
 عباسؑ و عمران کہاں ہیں یہ حضرات شمر کی صدا پر جواب بھی دینا نہ
 چاہتے تھے کہ خلق محمدی میں جزر و مد پیدا ہوا اور مظلوم کر بلا نے
 بھائیوں کی طرف رخ کر کے فرمایا شمر فاسق سہی مگر اس کی بات کا
 جواب دو، وہ تمہارا ماموں بن رہا ہے۔ امام کا اشارہ پا کے عباسؑ اور
 جعفرؑ اور عمرانؑ و عبداللہؑ خیمہ سے برآمد ہوئے اور یک زبان ہو کر کہا۔
 کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میری بہن کی اولاد ہونے کی حیثیت
 سے تم لوگ امان میں ہو۔ بہادروں نے کہا ”خدا العزت کرے تجھ پر
 اور تیری امان پر، ہم کو تو امان ہے اور فرزند رسولؐ کو امان نہیں؟ اے
 دشمن خدا تو ہم کو حکم دیتا ہے کہ اپنے بھائی اور سردار کو چھوڑ کے فاسق
 اور ولد الحرام کی بیعت کریں۔“ اس سخت جواب سے اُمّ البنینؑ کے
 شیروں کے ثبات قدم و استقلال و وفاداری کا کامل اندازہ ہوتا ہے
 کہ زندگی کی راہ صاف ہونے کے باوجود موت کو اختیار کرنا کسی
 معمولی دل کا کام نہیں۔

(البصار العین فی انصار الحسین صفحہ ۴۱)

باب ﴿.....۱۶﴾

اولاد اُمّ البنینؑ

سب سے بڑے فرزند عباسؑ:

سب سے بڑے اور پہلے فرزند ”عباسؑ“ ہیں۔ آپ کے فضائل کتابوں میں تفصیل سے موجود ہیں، بحار الانوار میں یہ روایت ہے۔

كَانَ الْعَبَّاسُ بَطْلًا جَسِيمًا وَيَتِيمًا إِذَا رَكَتِ الْجَوَادُ رُجُلَاهُ
يَخْطَانِ عَلَى الْأَرْضِ خَطًّا حَضَرْتُ عَبَّاسًا دَلِيرًا وَشَجَاعًا۔ قد آدرا اور خوبصورت تھے
وہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو دونوں پاؤں زمین سے ٹکرا کر لکیر کھینچتے تھے۔

وَلَقَدْ قَالَ فِي حَقِّهِ الْأَمَامُ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ عَمِيَّ الْعَبَّاسُ
نَافِذُ الْبَصِيرَةِ صَبْكُ الْإِيمَانِ۔ آپ کی تعریف میں امام جعفر صادق علیہ السلام
فرماتے ہیں۔ میرے چچا عباس دینی بصیرت رکھتے تھے اور دینداری اور ایمان میں
بہت مضبوط تھے۔

حضرت عباس علیہ السلام کی بصیرت اور دیانت میں سخت موقف رکھنے میں یہی
کافی ہے جو روز عاشورہ ان سے کارنامے ظاہر ہو گئے۔

حضرت عباس علیہ السلام کے ایمان کی پائیداری اس وقت ظاہر ہوئی جبکہ عبد اللہ

بن ابی الجحل بن حزام کلابی نے آپ کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں حضرت عباسؓ اور ان کے تین بھائیوں کے نام امان نامہ تھا۔ کہ حضرت حسینؓ سے جدا ہو کر لشکر عمر سعد سے ملحق ہو جائیں یا الگ ہو جائیں۔ یہی خط لے کر شمر کر بلا آیا، دراصل یہ خط حضرت اُمّ البنینؓ کے ہتھیجے کا تھا۔ شمر اس خط کا کریڈٹ (Credit) اپنے ذمے لینا چاہتا تھا۔ آخر ذلیل ہوا۔ اُمّ البنینؓ سے شمر کی کوئی بھی رشتہ داری نہیں تھی۔

ابن زیاد نے کچھ مزید جملے بھی لکھے تھے۔ بِأَنْ يَمْنَعَ الْعَبَّاسَ رُتْبَةً كَبِيرَةً وَجَائِزَةً عَظِيمَةً

عباسؓ کو بڑا عہدہ پیش کریں اور بہت بڑا انعام بھی دیا جائے۔ یہ خط لے کر شمر حضرت عباسؓ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عباسؓ نے اس امان نامے کو سختی سے مسترد کر دیا اور اس قدر غصہ آلود ہوئے کہ وہ سخت ڈر گیا کہ کہیں جان سے نہ جائے۔ شمر نے جب یہ حالت محسوس کر لی تو ناکام اور خوف زدہ حالت میں واپس چلا گیا۔

جب کہ چاروں طرف سے دشمن نے ان کو گھیرے میں لے لیا ہے اور کوئی صلح کا راستہ نہیں تو یہ امان نامہ ایک متزلزل ایمان والے کے لیے غنیمت تھا مگر پروردہ کننا علیؑ جو کل ایمان سے تربیت حاصل کر چکا تھا وہ شمر اور ابن زیاد جیسے دنیا پرست انسان کے دھوکے میں کیسے آسکتا تھا اس امان نامہ کو ٹھکرانے سے عباسؓ کی کمال دین داری اور دینی بصیرت کا اظہار ہے ہوتا۔

اُمّ البنینؓ کے دوسرے فرزند (حضرت عبداللہ ابن علی علیہ السلام):

حضرت عباسؓ کے تولد ہونے کے دس سال بعد عبداللہ کی ولادت ہوئی۔ کہ بلا کے میدان میں روز عاشور عبداللہ کی فداکاری اور شجاعت کا مظاہرہ ہوا چنانچہ ان کی

زیارت کے جملوں سے اس بات کو تقویت ملتی ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ
اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ صَاحِبُ الشُّجَاعَةِ الْعَظِيْمَةِ
سلام ہوا میرا المؤمنین کے فرزند محترم عبداللہ پر جو عظیم شجاعت کے مالک تھے۔

اُمُّ الْبَنِيْنَ کے تیسرے فرزند: (حضرت عمران ابن علی علیہ السلام)

حضرت عباسؓ کے تیسرے بھائی عمران تھے اور کربلا کے واقعے میں آپ کے
ساتھ تھے، اس وقت وہ ۲۸ سال کے تھے۔

اُمُّ الْبَنِيْنَ کے چوتھے فرزند: (حضرت جعفر ابن علی علیہ السلام)

جعفر بن علی علیہما السلام تھا اور عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ جعفر کی کربلا میں ۲۶
سال عمر تھی، بعض روایات میں ۱۹ سال کی عمر بتائی گئی ہے جو بالکل غلط ہے کربلا کا واقعہ
حضرت علیؓ کی شہادت کے بیس برس کے بعد ہوا ہے۔ حضرت کا کوئی بیٹا ۱۹ سال کا نہیں
ہو سکتا۔ لوگ ان چاروں بھائیوں کو ”اکبر“ کے لقب سے پکارتے تھے۔ مثلاً عباس
الاکبر، عمران الاکبر، عبداللہ الاکبر اور جعفر الاکبر۔ حضرت عباسؓ نے روز عاشورہ ان
تینوں بھائیوں کو اپنی جان کے علاوہ برادر معظم حضرت حسین علیہ السلام کی خدمت میں
قربانی کے لیے پیش کیا۔ اور بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے۔ تَقَدِّمُوا حَتَّى
أَرَاكُمْ قَدْ نَصَحْتُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ بھائیو آگے بڑھو میں تمہارے فداکاری کو
دیکھوں۔ بیشک تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے حق میں خیر خواہی کا حق انجام دیا
ہے۔ چنانچہ تینوں بھائی لڑتے لڑتے عباسؓ کے سامنے شہید ہو گئے۔

حضرت اُمُّ الْبَنِيْنَ کی دختر خدیجہ بنت علیؓ:

حضرت اُمُّ الْبَنِيْنَ کی دختر خدیجہ بنت علیؓ ہیں۔ حضرت اُمُّ الْبَنِيْنَ کی زیارت میں

آپ کی دختر خدیجہ بی بی پر سلام ہے:-

”سلام ہو آپ کی دختر پر کہ جو درمکون صدف طہارت ہیں اور

رضیہ ہیں اور نام ان کا خدیجہ ہے، اللہ جزا دے آپ کو اور ان سب کو“

”عمدة الطالب“ میں ہے کہ جناب خدیجہ بنت علیؑ کی شادی عبدالرحمن ابن عقیل

ابن ابی طالبؑ سے ہوئی تھی۔

جناب خدیجہ بنت علیؑ حضرت عباسؑ سے چھوٹی اور تین بھائیوں، عبداللہ، عمران اور

جعفر سے بڑی تھیں۔ سید عبدالمجید حارثی کی کتاب ذخیرۃ الدارین میں تحریر ہے کہ

خدیجہ بنت علیؑ کر بلا میں موجود تھیں شدتِ پیاس سے بروز عاشورہ شہادت پا گئیں۔

حضرت علیؑ کی دو صاحبزادیوں کے نام خدیجہ ہیں۔ ایک خدیجۃ الکبریٰ ہیں جو

حضرت اُمّ البنینؑ کی دختر ہیں ان کو رقیہ صغرا بھی کہتے ہیں اور دوسری خدیجۃ الصغریٰ

ہیں جنھوں نے کوفے میں وفات پائی اُن کی قبر مسجد کوفہ کے سامنے ایک روئے میں

اب تک موجود ہے۔ خدیجۃ الصغریٰ نے ۲۱/رمضان ۴۰ھ کو وفات پائی۔ جس دن

حضرت امیر المومنینؑ کو نجف اشرف میں دفن کیا گیا فراقِ پدر میں اس بچی نے تڑپ

تڑپ کر اپنی جان فدا کر دی۔

جناب عقیلؑ کے تین فرزندوں کے نام عبدالرحمن ہیں۔

۱۔ عبدالرحمن اکبر (ان کی شادی نفیہ بنت علیؑ سے ہوئی۔ ان کو زینبؑ صغرا یا

زینبؑ اوسط بھی کہتے ہیں)۔

۲۔ عبدالرحمن اوسط (ان کی شادی رملہ بنت علیؑ سے ہوئی)

۳۔ عبدالرحمن اصغر (ان کی شادی خدیجہ بنت علیؑ سے ہوئی)

حضرت اُمّ البنینؑ کے پوتے اور پوتے:

حضرت اُمّ البنینؓ کے چاروں بیٹے اور بعد ان کے پوتے، پوتے اور نسل در نسل سب کے سب علم و فضل و تقویٰ اور شجاعت و سخاوت میں نابغہ روزگار تھے، سب کا اسلامی تاریخ اور سیرت نگاری کی کتابوں میں ذکر موجود ہے۔ ایک عربی شاعر نے بہت اچھا کہا ہے:-

لَيْهَٰنَكَ يَا اُمَّ الْبَنِيْنَ بِسَادَةٍ

مِنْ فَضْلِ الْاَبْنَاءِ وَالْاَحْفَادِ

”اے فاطمہ (اُمّ البنینؓ) بیٹوں کی ماں ہیں آپ، آپ کو مبارک باد کا تحفہ پیش کر رہا ہوں، آپ کس قدر بابرکت خاتون ہیں کہ آپ کے بیٹے، پوتے اور ان کی اولاد سب کے سب بزرگ سادات میں شمار ہوتے ہیں۔“

فدک اور اولادِ اُمّ البنینؓ:

حضرت فاطمہ زہراؓ نے عباسؓ علمدار کو اپنا فرزند کہا ہے، اس لیے اُمّ البنینؓ کی اولاد کو بعض علماء و عرفاء حضرت فاطمہ زہراؓ سلام اللہ علیہا کی اولاد کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ راوی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:-

”مولا! فدک کی سرزمین واپس ملنے کے بعد اولادِ فاطمہؓ کے درمیان کتنی اور کس طرح تقسیم کی جائے گی؟“

امام علیہ السلام نے فرمایا:-

”چوتھائی حصہ عباس علیہ السلام کی اولاد کا حق بنتا تھا، باقی ہم اولادِ فاطمہؓ کے لیے۔“

حضرت اُمّ البنینؓ کا سلسلہ نسل حضرت عباسؓ بن امیر المومنینؓ کی اولاد سے آج تک دنیا میں باقی ہے۔ عراق (بغداد، بصرہ) ایران، یمن، ہندوستان میں اس نسل کے سادات موجود ہیں جو علوی کہلاتے ہیں۔ بعض اپنے نام کے ساتھ ہاشمی بھی لکھتے ہیں۔

مورخین، سیرت نگار اور علم انساب کے ماہرین نے حضرت اُمّ البنینؓ کے پوتوں کا ذکر اس ترتیب سے کیا ہے۔

- ۱۔ فضل بن عباسؓ علمدار (کربلا سے مدینے واپس آئے)
- ۲۔ محمد بن عباسؓ علمدار (ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کربلا میں شہید ہوئے)
- ۳۔ قاسم بن عباسؓ علمدار (کربلا میں شہید ہوئے)
- ۴۔ حسن بن عباسؓ علمدار (شیخ فتونی کا خیال ہے کہ حسن بن عباسؓ سے بھی نسل چلی ہے)
- ۵۔ عبید اللہ بن عباسؓ علمدار (مدینے میں دادی کے پاس رہ گئے تھے کربلا نہیں گئے)
- ۶۔ ایک دختر (نفسہ)

حضرت اُمّ البنینؓ کے پوتے:

سید عبدالرزاق موسوی المہرقم لکھتے ہیں:-

حضرت ابوالفضل العباسؓ کے چار لڑکے اور ایک لڑکی تھی، فضل، حسن، قاسم، عبید اللہ لیکن ابن شہر آشوب نے شہدائے کربلا میں پانچویں فرزند محمد کا نام کا اضافہ کیا ہے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

فضل و عبید اللہ کی ماں الباہہ ہیں جو جناب عبدالمطلب کی بیوی ہیں، علمائے نسب کا اتفاق ہے کہ جناب ابوالفضل العباس علیہ السلام کی نسل جناب عبید اللہ سے باقی رہی، شیخ فتونی کا خیال ہے کہ حضرت عباسؓ علمدار کے دوسرے فرزند جناب حسن سے بھی آپ کی نسل چلی ہے۔ (العباس)

حیدر المرجانی لکھتے ہیں:-

فارسی کے مقاتل کی کتابوں میں حضرت عباسؓ کی چار اولاد لکھی ہیں:-

۱۔ فضل ۲۔ محمد ۳۔ قاسم ۴۔ عبید اللہ

ان میں سے محمد اور قاسم نے روز عاشورہ شہادت پائی۔ اور دو بھائی فضل اور عبید اللہ مدینے میں تھے۔ چند فارسی اور عربی کے مقاتل کی کتابوں میں یہ اختلاف دیکھا گیا ہے کہ آیا فضل اپنے باپ کی زندگی میں انتقال کر گئے یا مدینے واپس گئے یا کربلا سے مدینے آتے وقت راستے میں شہادت پا گئے۔ لیکن یہ بات مسلم ہے کہ عبید اللہ مدینے میں تھے اور ان کی اولاد نے اسلامی ممالک میں علم و فضل میں شہرت حاصل کی۔

علامہ سید محسن شامی عالمی اپنی کتاب ”اعیان الشیعہ“ کی جلد ۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے دو بیٹے محمد اور قاسم کربلا میں شہید ہو گئے اور دو بیٹے فضل اور حسن مدینے واپس آئے۔

اب ہم حضرت اُمّ البنینؓ کے پانچوں پوتوں کے حالات جو دستیاب ہو سکے یہاں تحریر کرتے ہیں۔

شہزادہ محمد بن عباسؓ علمدار (شہید کربلا)

جب حضرت عباسؓ علمدار کے تینوں بھائی شہید ہو چکے تو حضرت عباسؓ نے اپنے فرزند کو کہ اس کا نام محمدؓ تھا بلایا، پہلے اسے سینے سے لگایا اور پیار کیا اور پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا، اے فرزند! اے بیٹا اور نور چشم یہ درست ہے کہ تو میرا تخت جگر ہے، تیرا قتل ہونا مجھ پر بہت دشوار ہے لیکن واللہ تو مجھے رسول خدا کے بیٹے سے ہرگز زیادہ پیارا نہیں۔“ بحار الانوار کی روایت کے مطابق محمد ابن عباسؓ بھی لشکر یزید بے دین و ناہنجار سے لڑ کر داذ شجاعت حاصل کر کے شہید ہوئے۔ چنانچہ بحار الانوار میں اتنا اشارہ اس روایت کا مذکور ہے۔

”یعنی یہ بھی روایت ہے کہ اس معرکے میں محمد ابن عباسؓ شہید ہوئے“
 (خلاصۃ المصاب صفحہ ۱۰۲، توضیح ۳۳۶۱)
 مرزا دبیر نے ایک مرثیہ محمد ابن عباسؓ کی شہادت پر تصنیف کیا ہے۔ اس کا خلاصہ
 یہاں پیش کیا جا رہا ہے:-

جب حضرت عباسؓ کے بھائیوں کے لاشے میدان جنگ سے آچکے، تو حضرت
 عباسؓ خیمے میں تشریف لے گئے۔

عباسؓ نے زوجہ کو پکارا ادھر آؤ
 چھوٹی سی کوئی تیغ و سپر ہوے تو لاؤ
 پھر اپنے بیٹے محمد ابن عباسؓ کو آواز دی بیٹا باپ کی پہلی آواز پر دوڑتا ہوا آیا
 روتے ہوئے بیٹے کے قریب آئے علمدار
 شفقت سے لیا گود میں حسرت سے کیا پیار
 پھر بیٹے سے عباسؓ نے فرمایا:-

شمشیر و سپر ہم تمہیں بندھواتے ہیں پیارے
 اب دادا کا زیور تمہیں پہناتے ہیں پیارے
 میرے لال تم فدیہ علی اکبر ہو، پھر بارگاہ الہی میں عرض کی:-
 اب صدقے پسر کرتا ہوں ہم شکل نبیؐ پر
 پھر ہوں گا میں قربان حسینؑ ابن علیؑ پر
 پھر زوجہ سے کہا کہ اب آپ اپنے لال کو رخصت کیجئے۔

ہمشکل محمدؐ پہ محمد کو فدا کیجئے!
 تمام اہل حرم حضرت عباسؓ اور ان کے فرزند محمد کے گرد جمع ہو گئے:-

رونے لگے سب صاحبِ اولاد بصدِ یاس
غل پڑ گیا بیٹے کو فدا کرتے ہیں عباسؑ
عباسؑ نے بیٹے کے ہتھیار سجائے۔

آراستہ غازی نے کیا بیٹے کو اک بار
قد چھوٹا سا چھوٹی سی سپر چھوٹی سی تلوار

عباسؑ نے فرزند سے کہا میرے لال تم حیدر کرآر کے پوتے ہوشان سے جنگ کرنا
میں تمہاری لڑائی دیکھوں گا، بیٹے نے بہت پیار سے باپ کی خدمت میں عرض کی کہ۔

مرنے کا بھی ارمان ہے لڑنے کا بھی ارمان
دادا کی لڑائی کا دکھا دوں گا میں سامان

محمد ابن عباسؑ جب ماں سے رخصت طلب ہوئے قیامت کا منظر تھا:-

یارب کسی بیٹے سے جدا ہوے نہ مادر
ماں اُس کی تھی گو صابرہ پر بولی یہ رو کر

کچھ کہہ کے تو جاؤ کہہ ہو تسکین مرے جی کو

منہ پھیر کے بولا کہ تمہیں سونپا چچی کو

حضرت عباسؑ، اپنے نورِ نظر کو امام حسینؑ کی خدمت میں لے کر آئے اور فرمایا کہ

اب غلامِ زادے کو میدانِ جنگ کی اجازت دیجئے۔

امام حسینؑ نے فرمایا:-

عباسؑ! صبح سے تلواریں چل رہی ہیں، تیروں کی بارش ہے، اس بلا خیز گھڑی میں

معضوم کو بھیجو گے۔

عباسؑ نے کہا:-

آقا یہ میرا بیٹا ہے، حیدر کر آر کا پوتا ہے، یہ جنگ کرے گا اور میں اس کی شجاعت دیکھوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا:-

عباسؑ! اگر تمہارا بیٹا قتل ہو گیا تو تمہاری نسل منقطع ہو جائے گی،
عباسؑ نے کہا:-

آقا! اس بات کا انتظام پہلے ہی کر چکا، چھوٹا بیٹا عبید اللہ مدینے میں ہے جس کو مادر گرامی اُمّ البنینؑ کے پاس اُن کی خدمت کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔
امام حسینؑ نے فرمایا:-

اچھا عباسؑ! جیسی تمہاری مرضی،

محمد ابن عباسؑ کو میدانِ جنگ کی اجازت مل گئی، عباسؑ نے بیٹے کو گھوڑے پر سوار کر دیا اور اب کہا، حیدر کر آر کے پوتے ہو میدانِ جنگ سے منہ نہ موڑنا، بڑھ بڑھ کے حملے کرنا۔

محمد ابن عباسؑ میدانِ جنگ میں پہنچے اور رجز پڑھا:-

عباسؑ غلامِ شہ دیں میرا پدر ہے
اور دادا امامِ ملک و جن و بشر ہے

بس کھیل چکا بھائیوں کے ساتھ وطن میں

تلواروں سے اب کھیلنے کو آیا ہوں رن میں

محمد ابن عباسؑ نے لشکر پر حملہ کیا، شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے:-

بے رحم جو تھے طیش میں آئے وہ ستم گر
میرے تیروں کا برسا دیا اُس تشنہ دہن پر
آواز یہ عباسؑ نے دی ہاتھ اٹھا کر
ہاں پوتے ید اللہ کے ہاں فدیہ اکبرؑ

شرمندہ شجاعوں میں نہ کچھ کہیں ہم کو
کٹ جائے جو سر بھی تو ہٹانا نہ قدم کو

بڑھ بڑھ کے لگانے لگا وہ چھوٹی سی شمشیر پھر حوصلہ کیا تھا جو بھڑے لشکر بے پیر
کیا کیا تھے رفیق اُن کے دم دار و دم گیر تائید خدا روح علی الفت شہیر
یہ خوف دم ضرب تھا اُس شیر کا رن میں وہ تیغیں بھی چھتی پھریں اعدا کے بدن میں

یہ شیر گراتا تھا وہاں لاش پہ جو لاش شہ کہتے تھے شاہاش بھتیجے مرے شاہاش
کیا حضرت عباسؑ کا دل ہوتا تھا باش کہتے تھے کہ اے شاہ خطا پش و عطا پاش
یہ زور ہے فرزند پیمبرؐ کا تصدق اکبرؑ کا تصدق ہے اور اصغرؑ کا تصدق

گو پیاسا تھا کم سن تھا پہ وہ خوب لڑا وہ نیزہ دل نازک پہ لگا اتنے میں ناگاہ
دل تھا م کے لخت دل زہرائے تو کی آہ عباسؑ علی بولے کہ المنتہ للہ
دعوے جو انھیں بھائی کی الفت کے بڑے تھے جس جا پہ کھڑے تھے وہیں چکے یہ کھڑے تھے

محمد ابن عباسؑ کی صدا میدان سے آئی، چچا جان میرا آخری سلام، بابا آپ پر میرا
آخری سلام۔

عباسؑ نے گھوڑا بڑھایا کہ بیٹے کی لاش پر پہنچیں، حسینؑ نے عباسؑ سے پہلے میدان
کا قصد کیا اور عباسؑ کے سامنے آ کر کہا عباسؑ کہاں جا رہے ہو،
عباسؑ نے کہا، آقا میرا بیٹا گھوڑے سے گر گیا۔

عباسؑ تمہارے بیٹے کا لاشہ حسینؑ لائے گا، باپ بیٹے کا لاشہ نہیں اٹھاتا۔ (بعد عصر

حسینؑ نے لاش علی اکبر اٹھائی تو عباسؑ کو بہت یاد کیا تھا۔
حسینؑ قتل میں گئے، عباسؑ کے بیٹے کا لاشہ اٹھا کر لے آئے۔
راوی کہتا ہے اس وقت میں نے دیکھا:-

کیا دیکھتا ہوں جا کے علمدار کے میں پاس
قبلہ کی طرف شکر کے سجدے میں ہیں عباسؑ
فرزندِ عباسؑ کا لاشہ درِ خیمے پر آیا، زوجہ عباسؑ نے پکار کے کہا:-
میدان سے فرزندِ دلیر آیا ہے میرا
پردے کو اٹھاؤ کوئی شیر آیا ہے میرا
تمام سیدانوں میں کہرام مچ گیا:-

سب قافلہ سادات کا دروازے پہ آیا اور زوجہ عباسؑ نے پردے کو اٹھایا
لاشہ لیے آیا اسد اللہ کا جایا اور ننھی سی مسند پہ محمد کو لٹایا
پھر نوحہ تھا اور عترتِ شاہِ شہدا تھی
پھر گیسوئے سادات تھے اور خاکِ عزائے تھی
زینبؑ نے کہا ہائے بھتیجے مرے پیارے واری یہ پھوہ بھی مرگئی مرنے سے تمہارے
ماں باپ کے ارمان لگے گور کنارے ماں بولی مجھے سوئپ کے تم کس کو سدھارے
صدقے گئی کیا شیر سے مسند پہ ہو سوتے
ماں ہوتی جو پیاری تمہیں جان اپنی نہ کھوتے
امام حسینؑ نے بھیجے کی لاش اٹھائی گنجِ شہیداں میں پہنچا کرواپس آگئے۔

شہزادۂ قاسمؑ ابن عباسؑ علمدار (شہید کر بلا)

جب محمد ابن عباسؑ کی شہادت ان کے حقیقی بھائی قاسم ابن عباسؑ علمدار نے اپنی

آنکھوں سے دیکھی تو بے چین ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب اے بھائی تمہاری موت کے بعد میری زندگی مشکل ہو گئی، یہ کہہ کر آپ میدان کارزار کی طرف چلے ابو اسحاق اسفرانی لکھتے ہیں:-

”حضرت قاسم ابن عباس علمدار جب میدان جنگ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ آپ کا سن مبارک ۱۹ برس کا ہے۔ آپ رزم گاہ کر بلا کی طرف روانہ ہو کر میدان میں پہنچے اور رجز کے یہ اشعار پڑھنے لگے:-

الیکم من نبی المختار ضرباً

یشیب لہولہ الطفل الرضیع

”میں تم پر نبی مختار کے صدقے میں ایسا حملہ کروں گا کہ تمہارا دودھ پیتا بچہ بھی خوف اور ہول کی وجہ سے بوڑھا ہو جائے گا۔“

الا یامعشر اکفار جمعاً

بکل منہم خضب ق طیع

”اے سارے کافرو! میں تم میں سے ہر ایک کو کھڑے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔“

رجز پڑھنے کے بعد آپ نے ایک زبردست حملہ کیا۔ اس کے بعد پیہم حملے کرتے رہے، یہاں تک کہ آٹھ سو دشمنوں کو قتل کیا، بھوک اور پیاس پھر دشمنوں کی شدت نے دبی ہوئی پیاس کی آگ کو اور بھڑکا دیا۔ آپ فوراً امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، چچا جان میری آنکھوں میں پیاس سے حلقے پڑ گئے ہیں، تھوڑا سا پانی عنایت فرمائیے تاکہ دشمنوں سے لڑنے کے پھر قابل ہو جاؤں، یہ سن کر مجبور امام نے فرمایا، بیٹا! تھوڑی دیر اور صبر کرو، تمہیں تمہارے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جام سے سیراب کریں گے کہ پھر تم کو کبھی پیاس نہ لگے گی، یہ سن کر قاسم ابن عباس پھر

میدان کارزار کی طرف واپس گئے اور دشمنوں پر حملہ کیا، اس حملے میں آپ نے بیس اشقیا کو قتل کیا، لڑتے لڑتے قاسم ابن عباسؓ شہید ہو گئے، امام حسینؓ میدان کارزار میں تشریف لائے، دشمنوں سے جنگ کی چار سو دشمنوں کو قتل کر کے حضرت عباسؓ کے فرزند کی لاش مقتل میں لا کر رکھ دی۔ (ملاحظہ ہو۔ نورالعین فی مشہد الحسین، ابوالسحاق اسفرائی ۵۲، ۵۳۔ خلاصۃ المصاب ۲۰۲ توضیح عز ۱ ص ۲۲۰)

شہزادہ فضل ابن عباسؓ علمدار اور شہزادہ حسن ابن عباسؓ علمدار:
حضرت عباسؓ کے یہ دونوں فرزند بہت کسن تھے، حضرت عباسؓ کی شہادت کے بعد زندہ تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ دونوں میں ایک مدینہ واپس آیا ہے یا پھر دونوں کربلا میں شہید کر دیئے گئے۔
ان دونوں شہزادوں کا ذکر مرثیہ نگار شعرا نے کیا ہے، حضرت عباسؓ رخصت ہو کر پیاسے بچوں کے لیے پانی لینے جا رہے ہیں اُس وقت زوجہ سے دونوں معصوم بچوں کے لیے وصیت کرتے ہیں:-

زوجہ کی طرف دیکھ کے بولے بدل زار کسن ہیں یہ ان دونوں سے غربت میں خبردار
کی عرض کہ کچھ میں بھی کروں درودِ اظہار فرمایا نہیں اس سے سوا فرصتِ گفتار
خالق کی انھی حفظ و حمایت میں دیا ہے
جس کی یہ امانت ہیں سپرد اُس کو کیا ہے

ہاں اک یہ وصیت ہے اگر تم کو رہے یاد مرنے پہ بھی رہتی ہے وہی الفتِ اولاد
بچ جائیں جو ہر طرح کی آفت سے یہ ناشاد اور تم بھی ہو قیدِ غم و اندوہ سے آزاد
کرنا عمل اُس وقت وصیت پہ ہماری
خود لے کے انھیں آئیو تربت پہ ہماری

کہنے لگی وہ زخمی تیغِ غمِ فرقت جیتی ہوں تو آنکھوں سے کروں گی میں یہ خدمت
 اس وقت بگڑنے میں بنی واہری قسمت بے مانگے ہوئے دے چلے آنے کی اجازت
 کیوں کڑھتے ہو یہ لال تو پروان چڑھیں گے
 میں قبر کو جھاڑوں گی یہ قرآن پڑھیں گے
 (میر عارف)

حضرت عباسؓ کی شہادت کے بعد امام حسینؓ فرات سے عباسؓ کا خوں بھرا علم لے
 کر خیمے میں آئے، علم کے گرد پیاسے بچوں اور سیدانیوں کا اژدھام تھا، اس وقت
 حضرت عباسؓ کے یہ دونوں معصوم بچے بھی زیرِ علم آکر کھڑے ہو گئے، میر انیس کہتے
 ہیں:-

زیرِ علم کھڑے تھے جو عباسؓ کے پسر نکتہ کھلا تھا ایک کا اک تھا برہنہ سر
 ماں نے جو طوق اتارے تھے اور کان کے گہر سہا ہوا تھا ایک تو اک پیٹتا تھا سر
 زلفوں پہ گرد تھی تو رُخوں پر غبار تھا
 چہروں سے دردِ بے پردی آشکار تھا
 چھوٹا یہ شہ سے کہتا تھا آنسو بہا بہا بابا ہمارے گھر میں کب آئینگے کیوں چچا
 آیا علم یہ اُن کے نہ آنے کی وجہ کیا چھوٹے سے تب رو کے بولے بھائی نے کہا
 اماں کی مانگ اُڑ گئی صدمے گذر گئے
 بھیا تمہیں خبر نہیں بابا تو مر گئے
 سن کر یہ سوئے نہر چلا پیٹتا وہ سر گھبرا کے بولے شاہ کہ بیٹا چلے کدھر
 کی عرض شہ سے ننھے سے ہاتھوں کو جوڑ کر بابا کی لاش اٹھانے کو جاتا ہوں نہر پر
 میت نہ اٹھ سکے گی تو خالی نہ آئیں گے

دامن میں ہم کٹے ہوئے ہاتھوں کو لائیں گے
(میرائیس)

حضرت عبید اللہ ابن عباسؓ علمدار:

حضرت عبید اللہ ابن عباسؓ علمدار حضرت اُمّ البنینؓ کے پانچویں پوتے ہیں۔ آپ کر بلا نہیں گئے۔ اپنی دادی اُمّ البنینؓ کی خدمت میں حاضر رہے مدینے میں قیام تھا۔ اس وقت اُن کا سن پانچ اور سات برس بتایا جاتا ہے۔ الحرم کی مدینے واپسی کے وقت جب بشیر بن جزلم نے مدینے میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی خبر سنائی اور کہا کہ حضرت سید سجادؓ لٹا ہوا قافلہ ساتھ لے کر آئے ہیں تو حضرت اُمّ البنینؓ اپنے پوتے عبید اللہ کے ہمراہ روضہ رسولؐ پر تشریف لائیں۔

اس موقع پر مقاتل میں ایک ہی روایت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے کہ عبید اللہ ابن عباسؓ کی گفتگو بشیر سے ہوئی۔
”اس عالم میں ایک خوبصورت بچے کو بشیر نے دیکھا جو ایک معظّمہ کے ساتھ ہے، بچے نے آگے بڑھ کر بشیر سے پوچھا۔

بشیر! تو نے کہا کہ ہمارے آقا امام حسینؓ شہید ہو گئے، یہ بتا میرے بابا آئے ہیں یا نہیں؟ بابا آئے ہوں تو میں اچھے کپڑے پہن کر آؤں ورنہ سیاہ لباس پہن لوں۔“
بشیر نے پوچھا، شہزادے! آپ کا بابا کون ہے اور آپ کس کے انتظار میں ہیں۔
عبید اللہ ابن عباسؓ علمدار نے کہا، میرے بابا عباسؓ، علمدار ہیں۔“

بشیر کا دل تڑپ گیا۔ سر جھکا کر بولا شہزادے اب ماتی لباس پہن لیجئے۔
آپ کے بابا کر بلا کے میدان میں فرات کے کنارے شہید کر دیئے گئے۔

(ریاض القدس صفحہ ۱۵۸)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے نزدیک جناب عبید اللہ کی بڑی اہمیت تھی، لہذا جب بھی امام کی نظر ان پر پڑتی تو آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے تھے۔ لوگوں نے حضرت سے گریہ کی وجہ پوچھی تو فرمایا:-

کر بلا میں عباسؑ علمدار کا کارنامہ یاد آ جاتا ہے اور بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں۔ جناب عبید اللہ ابن عباسؑ اپنی دادی اُمّ البنینؑ کی بے انتہا خدمت فرماتے تھے۔ جب جنت البقیع جاتی تھیں یہ بھی اُن کے ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔

جناب عبید اللہ جب جوان ہوئے اُن کا شمار جلیل القدر علماء میں ہونے لگا، حسن و کمال میں بے نظیر تھے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے شاگردوں اور صحابیوں میں آپ کا شمار ہے امام علیہ السلام آپ کی بہت تکریم فرماتے تھے۔ جناب عبید اللہ ابن عباسؑ نے تین شادیاں کی تھیں، تینوں ازواج کے نام ہیں:-

- ۱۔ جناب رقیہ دختر امام حسن علیہ السلام
- ۲۔ دختر معبد بن عبد اللہ بن عباسؑ بن عبد المطلب
- ۳۔ دختر میسور بن مخزومہ زبیری

جناب عبید اللہ ابن عباسؑ علمدار نے ۱۵۵ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کثیر الاولاد تھے ان میں سے ایک فرزند حسن ہیں جن کی اولاد میں سے علماء، امراء، اشراف لوگ پیدا ہوئے، یہاں تک کہ عراق، یمن، ہندوستان، طبرستان، شام، مصر، ایران وغیرہ میں پھیل گئے۔

جناب حسن بن عبید اللہ بن عباسؑ علمدار:

جناب حسن نے ۶۷ برس کی زندگی پائی، آپ کے پانچ فرزند تھے۔

۱۔ فضل ۲۔ حمزہ ۳۔ ابراہیم ۴۔ عباس ۵۔ عبد اللہ یہ پانچوں بھائی اپنے وقت

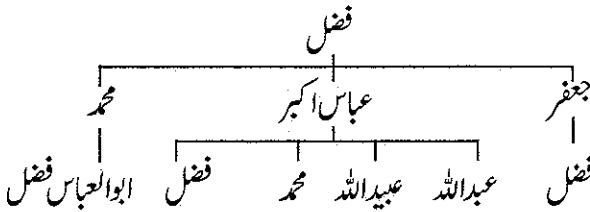
کے مشاہیر علماء و ادا باور اہل شعر و سخن تھے۔

ان پانچوں بھائیوں سے جو اولاد ہوئی نسل در نسل سب کے سب عالم، فاضل، ابرار، متقی، عظیم شان کے مالک، کریم و نخی، جلالتِ عظمت، علم، حلم، زہد، عبادت، سخاوت، خطابت میں جواب نہ رکھتے تھے۔ عوام اُن کے علوم و کمالات سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہے۔

﴿۱﴾ فضل بن حسن بن عبید اللہ ابن عباس علمدار:

جناب فضل۔ مرد فصیح و متکلم، دین کے معاملے میں شدید اور عظیم شجاعت کے مالک تھے۔ اپنے وقت کے عظیم ترین ادیب اور شجاع تھے۔ ان کے تین فرزند تھے اور تینوں ادیب تھے۔ (عمدة الطالب)

فضل اپنے بھائیوں میں فصیح متکلم حاضر جواب بالقویٰ اور شجاع تھے۔ خلفاء آپ کو عظمت کی نظر سے دیکھتے اور ”ابن الہاشمیہ“ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (مقرم صفحہ ۳۰۹) ان کی نسل تین بیٹوں سے چلی ان میں سے ہر ایک کی اولادیں تھیں جو قوم طبرستان میں پھیلی ہوئی تھیں اور جو اپنے اپنے وقت کے ادیب و شاعر تھے۔



ابوالعباس فضل بن محمد بن فضل بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار:

آپ کے والد محمد بن فضل اور دادا فضل بن حسن ہیں جو زبردست خطیب و شاعر گذرے ہیں۔ ان کے اشعار میں سے ایک مرثیہ ہے جو انھوں نے اپنے جد بزرگوار

حضرت عباسؓ کے متعلق کہا ہے۔ فضل صاحب اولاد ہیں۔ (حسن المقال صفحہ ۲۲۲)
مولانا سید آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

فضل بن محمد بن فضل بن حسن بن عبید اللہ بن عباسؓ بن علیؓ۔ پانچویں پشت کا تاثر یہ تھا۔ انی لا ذکر للعباس موقف بکربلا وہام القوم تختطف میں یاد دلاتا ہوں دشت کربلا میں حضرت عباسؓ کی (بلند) جگہ کو جب (اعداء دین کے) سروں کی بارش تھی یحییٰ الحسین و یحییہ علیٰ ظماء لایولی ولا یتثنیٰ فی ختلف وہ تشنہ لبی میں حسینؓ کی حمایت کر رہے تھے نہ انھوں نے دشمن کو پیٹھ دکھائی اور نہ اپنے حملوں میں کمزور ہوئے ولا اری مشہدا یوما کم مشہدہ مع الحسین علیہ الفضل والشرف (عباسؓ نے) امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہو کر جو فضل و شرف حاصل کیا وہ کسی شہادت میں اُن کی روز شہادت کا ایسا مجھے نظر نہ آیا۔ پانچ پشتوں میں کم و بیش ستر برس کا زمانہ گزرتا ہے اور دوسرے مصرعہ کا نتیجہ یہ ہے کہ سروں کی بارش اُسی وقت ممکن ہے جب وہ حضرت شمشیر بکف تسلیم کئے جائیں نیزوں سے سر نہیں کٹتے یہ مصرعہ رد ہے اُس کی جو کہتے ہیں کہ دست عباسؓ میں فقط نیزہ تھا۔

جعفر ابن فضل ابن حسن

ان کا لقب غریب تھا اور ان کی قبر شیراز میں ہے اور سید حاجی غریب کے نام سے مشہور ہیں۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۲۱۲)

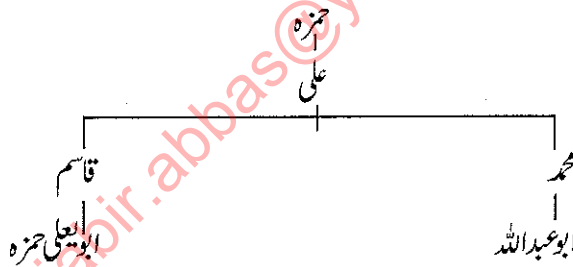
﴿۲﴾ حمزہ اکبر ابن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار:

حمزہ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور حضرت علیؓ کے ساتھ شہادت رکھتے تھے۔ اور یہ وہی ہیں کہ جن کے متعلق مامون رشید نے اپنے قلم سے لکھا کہ حمزہ بن حسن شہید امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ایک لاکھ درہم دیئے جائیں۔

بقول ”علامہ مقرر“ ان کی شادی جناب عبداللہ بن جعفر طیار کے فرزند علی بن عبداللہ کے بیٹے حسین کی دختر زینب سے ہوئی تھی۔ جن کے دادا کو لوگ علی زینی کے نام سے یاد کرتے تھے اور ان کی شہرت ان کی مادر گرامی جناب زینب کبریٰ کی وجہ سے تھی۔

علی بن حمزہ بن حسن:

صاحب خلاصہ نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے۔ نجاشی کے نزدیک ثقہ راوی حدیث ہیں۔ ایک نسخہ کتاب ان کے پاس تھا جس کی ساری احادیث امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کرتے تھے (کبریٰ احمر - ۲۸۱)



محمد بن علی بن حمزہ:

حمزہ ابن حسن ابن عبید اللہ کے پوتے ہیں۔ فاضل اجل اور بہترین شاعر تھے۔ شیخ نجاشی نے ان کو ثقہ کہا ہے اور صحیح الاعتقاد تھے۔

بصرہ میں قیام تھا۔ انھوں نے امام رضا علیہ السلام سے روایت حدیث کی ہے۔ وہ اپنے وقت کے معروف عالم اور شاعر تھے۔ ۲۸۶ ہجری میں وفات ہوئی۔ (عمدة الطالب)

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے راوی تھے۔ اُن کی

اولاد سمرقند اور طبرستان میں سکونت پذیر ہوئی۔ سب کے سب عظیم القدر اور اپنے علاقے کے قاضی گذرے ہیں۔ (کبریٰ تاحر)

ابوعبید اللہ بن محمد:

ابوعبید اللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ادیب اور شاعر اور عالم اور راوی اخبار تھے۔ اپنے والد محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار سے روایت کرتے ہیں۔ اپنے استاد کی وساطت سے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب خدا کسی مخلوق پر غضبناک ہوتا ہے اور ان کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا (مثلاً ہوا اور اس قسم کے دوسرے عذابوں کے ساتھ انھیں ہلاک کرتا کہ جن کے ساتھ اس نے بہت سی امتوں کو ہلاک کیا ہے) تو پھر ایسی مخلوق پیدا کر دیتا ہے جو خدا کو نہیں پہچانتی اور وہ انھیں عذاب کرتی ہے۔ (احسن المقال صفحہ ۲۲۴)

ابوعبید اللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن حضرت عباس علمدار علیہ السلام۔

آپ آلِ محمدؐ کے نزدیک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ جس وقت حکومت وقت کو یہ خبر ملی کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرزند امام مہدی عصرِ مظلم و جور کو تہس نہس کر دے گا تو حکومت کے جاسوس امام عصرؑ کے بیت الشرف میں آپ کی والدہ ماجدہ کی تلاش میں داخل ہوئے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادتِ عظمیٰ کا وقت قریب آپ پہنچا تھا۔ جناب زجسؑ خاتونِ حالتِ اضطراب میں باحال پریشان پانچ برس کے بیٹے حضرت امام عصرؑ کو گود میں لیے ہوئے خدمتِ امام حسن عسکریؑ میں حاضر تھیں۔

آپ گریہ فرما رہی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔ اے مرے سید و سردار اے مرے والی و وارث گھر کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے غمغریب میرے لال کو اور مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔
امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:-

نرجسؑ پریشان نہ ہو، دجلہ کے کنارے جاؤ ایک کشتی موجود ہے، اس پر میرے بیٹے کو لے کر بیٹھ جاؤ سرمن رائے کے ایک کوچے میں تمہیں ایک مکان ملے گا۔ اس مکان سے ایک بزرگ نکلیں گے جو ہمارے فرزند اور تمہاری حفاظت کریں گے۔
جناب نرجس خاتون نے فرمایا:-

”آقا! وہ کون بزرگ ہیں“

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:-

نرجس سنو! کربلا میں ہمارے چچا عباسؑ علمدار نے اپنی اولاد کو قسم دی تھی کہ جب تک دنیا میں رہنا میرے آقا حسین ابن علیؑ کی اولاد کی حفاظت کرتے رہنا، عباس ابن علیؑ کی اولاد ہر دور میں نسل حسینؑ کی حفاظت کرتی رہی ہے۔ چچا عباسؑ کی اولاد میں ایک بزرگ ابو عبید اللہؑ اس مکان میں تمہاری حفاظت کریں گے۔

فہرست نجاشی میں لکھا ہے کہ جناب ابو عبید اللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباسؑ علمدار نے جناب نرجس خاتون کو اپنے گھر میں چھپا دیا تاکہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس گھر میں نرجس خاتون سلام اللہ علیہا تشریف فرما ہوں گی اس گھر میں بہر حال امام عصر علیہ السلام کی آمد و رفت ہوگی، وہ گھر عزت و شرف کا حامل ہوگا۔

آپ نے آئمہ طاہرین علیہم السلام سے روایات نقل فرمائی ہیں۔ زبردست عالم و شاعر اور عوام میں قابل احترام شخصیت تھے۔

بنی حنظلہ میں سے ہیں ابو محمد قاسم بن حنظلہ الاکبر جو یمن میں بڑی عظمت کے مالک تھے اور وہ بہت خوبصورت اور وجیہ تھے اور زہد کی طرف چونکہ طبیعت بہت مائل تھی لہذا لوگ انھیں صوفی کہا کرتے تھے۔

ابو یعلیٰ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ:

بنی حمزہ میں سے ابویعلیٰ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار ہیں۔ ثقہ جلیل القدر ہیں کہ جن کا شیخ نجاشی اور دوسرے علما نے تذکرہ کیا ہے۔ آپ اپنے وقت کے عظیم ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔ تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں آپ کا دورِ حیات تھا جس کی وجہ سے آپ کلیتی (صاحبِ کافی) کے ہم عصر تھے۔ ان کی قبرِ محلّہ میں ہے۔ (احسن المقال ۲۲۶)

شیخ نجاشی نے نجم الثاقب میں بیان کیا ہے کہ غیبتِ کبریٰ میں حضرت امام صاحب العصرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابو یعلیٰ حمزہ، سید جلیل القدر ہیں چھ واسطوں سے آپ کا نسب حضرت ابو الفضل العباس تک پہنچتا ہے میرزا محمد علی اردو بادی نے آپ کی حیات و کارنامے پر ایک کتاب تالیف فرمائی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں،

”ابو یعلیٰ، علمائے اہل بیتؑ میں سے ہیں خاندانِ وحی اور

بوستان ہاشم کی نمایاں فرد ہیں، آپ کا شمار مشائخ روایت میں ہوتا

ہے آپ علماء اعلیٰ کے لیے علوم آل محمد کا مرجع تھے جن علمی شخصیتوں

نے آپ سے استفادے کئے ان میں حسب ذیل ہیں۔

ہے ۳۸۵ھ میں رحلت فرمائی۔

(ج) حسین بن ہاشم موذب،

(د) علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق اور حسین بن ہاشم یہ دونوں مشائخ شیخ

صدوق ابن بابویہ قمی ہیں۔

(ہ) علی بن محمد قلانی، عبد اللہ غضائری جو علم رجال کے ماہر تھے ان کے مشائخ میں

ہیں۔

(و) ابو عبد اللہ حسین بن علی خزاز قمی۔

حالات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب حمزہ زمانہ مرحوم کلینی میں تھے تیسری صدی کے
اواخر اور چوتھی صدی کے اوائل تک زندہ رہے اسی لیے آغا بزرگ تهرانی نے اپنی
کتاب ”نابغۃ الرواة فی رابع المئات“ میں جناب حمزہ کی بہت تعریف کی ہے۔

جناب حمزہ کے علمی آثار میں، کتاب التوحید، کتاب الزیارات، المناسک کتاب
الرد علی محمد بن جعفر اسدی، اور من روی عن جعفر بن محمد ہے۔ نجاشی و علامہ نے ان
کتابوں کی بہت تعریف کی ہے۔

آغا بزرگ تهرانی نے جناب حمزہ کو علماء رجال میں شمار کرتے ہوئے اپنی کتاب
رجال میں ذکر کیا ہے۔ (مصنفی المقال فی مصنفی علماء رجال)

نجاشی کی کتابوں کی سندیں ابن غضائری کے ذریعہ قلانی تک منتهی ہوتی ہیں اور
قلانی سے جناب حمزہ تک پہنچتی ہیں۔

مقتد میں و متاخرین سبھی علماء نے حمزہ کو موثق و معتبر قرار دیا ہے۔ مرحوم شیخ عباس قمی
نے انہیں ان علماء میں قرار دیا ہے جو صاحب اجازہ حدیث تھے اس لیے سبھی علماء
رجال نے آپ کو علم و تقویٰ سے متصف کیا ہے۔ (نجاشی، علامہ مجلسی، مامقانی، شیخ عباس قمی)

اگرچہ صاحب اجازہ حدیث ہونا جناب حمزہ کے لیے کوئی مرتبہ نہیں ہے کیوں کہ صاحب اجازہ حدیث ہونا نا شناختہ افراد کے لیے ہوا کرتا ہے جناب حمزہ تمام علماء رجال کے لیے معروف تھے جیسا کہ گذشتہ صفحے میں ذکر ہو چکا ہے، آپ کے مقبرہ سے جو کرامات ظاہر ہوئے ہیں وہ خود آپ کی عظمت کے گواہ ہیں، جناب حمزہ علمائے اہل بیت علیہم السلام کی نمایاں فرد ہیں ساری خصوصیتیں اور خصلتیں ان کی ذاتی ہیں آپ کسی کی توثیق و تائید کے محتاج نہیں ہیں خود بے شمار حدیثوں کا آپ سے نقل ہونا آپ کی بزرگی و منزلت کے لیے کافی ہے حضرات ائمہ طاہرینؑ نے فرمایا ہے:

ہمارے علماء کی قدر و منزلت کا انحصار ہماری روایت کے بقدر ہے، معصوم کا یہ ارشاد اس بات کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے کہ علمائے اہل بیتؑ کو زیادہ سے زیادہ احادیث ائمہ اطہار علیہم السلام میں وقت و کاوش کرنا چاہیے تاکہ آپ کے معارف عوام تک زیادہ سے زیادہ منتقل ہو سکیں۔ کیونکہ یہی چیزیں انسان کو خدا سے قریب کرتی ہیں۔

جناب حمزہ میں دونوں باتیں جمع تھیں وہ ایک طرف شجرہ طیبہ رسالت کی فرد تھے دوسری طرف احادیث ائمہ طاہرینؑ علیہم السلام کے مستند راوی۔

جناب حمزہ کے مشائخ روایت کی ایک فہرست ہے جو رجال و احادیث کی کتابوں سے جستجو کے بعد فراہم کی گئی ہے، مثلاً رجال شیخ، فہرست نجاشی، مکالم الدین شیخ صدوق وہ مشائخ یہ ہیں۔

(۱) سعد بن عبد اللہ اشعری (۲) حسن بن میثیل (۳) محمد بن اسماعیل بن زارویہ قمی (۴) علی بن عبد اللہ بن یحییٰ (۵) جعفر بن مالک، فزاری کوئی (۶) ابوالحسن علی بن جنید رازی (۷) اور ان مشائخ میں سب سے زیادہ جن سے جناب حمزہ نے استفادہ کیا وہ آپ کے چچا زاد بھائی ابو عبید اللہ ہیں، ابو عبید اللہ مذکور

آل محمدؐ کے نزدیک نمایاں مقام رکھتے تھے جس وقت حکومت وقت کو یہ خبر ملی کہ امام حسن عسکریؑ کا فرزند ظلم و جور کو تہس نہس کر دے گا تو حکومت کے جاسوس امام عصرؑ کے بیت الشرف میں آپ کی والدہ ماجدہ کی تلاش میں داخل ہوئے جناب ابو عبید اللہ نے جناب نرجس خاتون کو اپنے گھر میں چھپا دیا تاکہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔

(فہرست نجاشی)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس گھر میں نرجس خاتون سلام اللہ علیہا تشریف فرما ہوں گی اس گھر میں بہر حال امام عصرؑ کی آمد و رفت ہوگی، وہ گھر عزت و شرف کا حامل ہوگا۔

حضرت امام عصرؑ سے ابو عبید اللہ کے اس گھرے ارتباط کے بعد ان کے لیے پھر کسی تائید کی ضرورت نہیں، یہ ابو عبید اللہ جناب حمزہ کے مشائخ میں ہیں لہذا اب جناب حمزہ کے لیے بھی کسی توثیق کی ضرورت نہیں ہے۔

ابن عیینہ نے اپنی کتاب عمدہ، میں لکھا ہے کہ ابو عبید اللہ نے بصرہ میں سکونت کی حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور دوسرے ائمہ طاہرینؑ سے روایتیں نقل کیں ابو عبید اللہ نے بصرہ کے باہر بھی روایات ائمہ طاہرین علیہم السلام نقل فرمائی ہیں، عالم و شاعر اور عوام میں قابل احترام شخصیت تھے۔

نجاشی کا خیال ہے کہ ابو عبید اللہ نے امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکری علیہ السلام سے بھی حدیثیں نقل کی ہیں اور معصومؑ سے مکاتبات بھی تھے اور ایک کتاب بھی تالیف کی تھی جس کا نام مقاتل الطالبین تھا، جو ابوالفرج اصفہانی سے علیحدہ تھی۔

نجاشی اور دوسرے علماء نے بھی آپ کے جد علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ ابن حضرت عباسؑ علمدار کی وثاقت کی تائید کی ہے، جناب حمزہ کا مقبرہ حلہ میں آج بھی

”قریہ حمزہ“ میں مومنین کے لیے زیارت گاہ ہے آپ کے حرم سے کرامات بھی ظاہر ہوتے ہیں اور درو مند دلوں کی مرادیں بھی پوری ہوتی رہتی ہیں پہلے آپ کے لیے یہ کہا جاتا تھا کہ آپ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند ہیں لیکن بعد کے محققین نے یہ ثابت کیا کہ حمزہ فرزند امام ہفتم کی قبر شاہ عبدالعظیم کے پہلو میں ہے۔

حلّے میں حمزہ کا روضہ:

مرحوم فقیہ بزرگ مہدی قزوینی جس وقت تبلیغ کے سلسلہ سے حلّہ میں مقیم تھے بنی زید کی تبلیغ کے لیے مزار حمزہ سے گزرے لیکن زیارت نہیں کی، کسی موقع پر جب آپ وہاں سے دوبارہ گزرے تو اہل قریہ نے زیارت جناب حمزہ کی درخواست کی لیکن فقیہ قزوینی نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ جس کو پہچانتا نہیں اس کی زیارت کے لیے نہیں جاؤں گا، شب سید قزوینی نے اسی قریہ میں گزاری صبح کو دوسری بستی میں جانا تھا نماز شب پڑھی طلوع سحر کے انتظار میں جانا ز پر بیٹھے تھے کہ اسی بستی کے ایک سید جو متقی و پرہیزگار تھے جنہیں سید قزوینی پہلے سے جانتے تھے وارد ہوئے سلام کیا اور کہا: سید قزوینی آپ نے قبر حمزہ کی زیارت نہیں کی اور نہ اس کو اہمیت دی، سید قزوینی نے فرمایا: ہاں زیارت نہیں کی چونکہ میں انہیں نہیں جانتا ہوں۔

سید علوی نے سید قزوینی کے جواب میں کہا: کہ عوام میں مشہور ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند حمزہ کی قبر ہے۔ لیکن درحقیقت یہ قبر حمزہ بن قاسم کی ہے علمائے رجال نے آپ کی بہت مدح سرائی فرمائی ہے صاحب اجازہ حدیث ہیں، لیکن سید قزوینی نے ایک عام مومن تصور کرتے ہوئے سید علوی کے بیان پر کوئی توجہ نہیں دی، صبح صادق کی تشخیص کے لیے مصلے سے اٹھے وہ سید علوی بھی جدا ہو گئے نماز کے بعد سید قزوینی کے ہمراہ جو علم رجال کی کتابیں تھیں اس کو دیکھا تو جناب حمزہ کے لیے

حرف بحرف وہی پایا جس کی خبر صبح کو سید علوی نے دی تھی۔

صبح کے وقت جب مومنین آپ کی ملاقات کے لیے جمع ہوئے تو وہ سید بھی دکھائی دیئے جو نماز صبح کے قبل سید قزوینی سے ملے تھے سید نے انھیں بلایا اور پوچھا آپ نے جو صبح کو باتیں کہی تھیں اس کو کس کتاب میں دیکھا تھا ان سید نے قسم کے بعد کہا کہ وہ اصلاً شب میں اس بستی میں نہیں تھے۔

پھر سید قزوینی متوجہ ہوئے کہ! وہ سید علوی حضرت بقیۃ اللہ الاعظم تھے اس واقعہ کے بعد سید قزوینی رحمہ اللہ جناب حمزہ کی زیارت کے لیے چلے اور کہا کہ مجھے اب کوئی شک نہیں ہے، ان کے اس عمل کے بعد مومنین کی توجہ بھی زیادہ ہو گئی پھر بعد میں سید قزوینی نے ”فلک النجاہ“ میں اس کی تصدیق کی نتیجہ میں بعد کے علماء نے بھی آپ کی اتباع میں اس قبر کو حمزہ، فرزند قاسم کی قبر قرار دیا۔

حیدر المرجانی لکھتے ہیں:-

اسی طرح عبید اللہ اول فرزند حضرت عباس علیہ السلام کے ایک فرزند جن کا نام حمزہ تھا ان کا شجرہ یوں ہے۔ حمزۃ الغربی کنیت، ابو یعلیٰ علی بن قاسم ابن علی ابن حمزہ ابن حسن ابن عبید اللہ ابن عباس ہے چنانچہ بحر العلوم نے ”تحفۃ العالم“ میں رجال نجاشی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

ان کی قبر محلہ کے قریب۔ محلہ زیدیہ میں اب تک موجود ہے۔ چنانچہ کمونہ نے اپنی کتاب مشاہد العترت میں لکھا ہے۔ حمزہ غربی کے روضہ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

ان کے مقبرے کی عمارت ۱۳۳۹ھ جری میں سرنوقمیر کی گئی۔ وہاں کے تاجروں کے سرمائے سے قبہ کی تزئین کی گئی تھی۔ اخیر میں ۱۹۸۴ء مطابق ۱۳۹۴ھ جری میں عراق کے

صدر احسن الکبر (علیہ العتہ) کے دور حکومت میں دوبارہ بنایا گیا۔ احسن الکبر نے اپنی آنکھوں سے کرامات مشاہدہ کیا تھا۔ حمزہ ابن عبد اللہ کی خواب گاہ ابدی وہاں بہت مشہور ہے۔

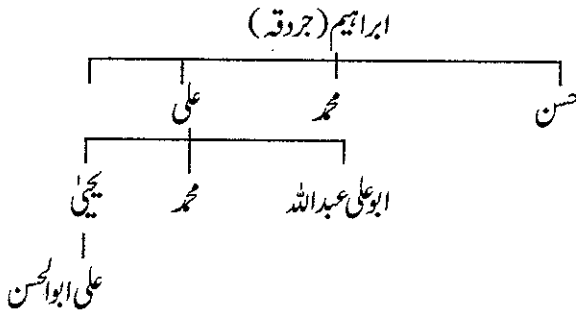
روضے کی زیارت:

راقم الحروف (ضمیر اختر نقوی) دو مرتبہ ہم کربلائے معلیٰ زیارت کے لیے گئے۔ دونوں مرتبہ حلقہ میں جناب حمزہ کے روضے پر حاضری دی۔ آپ کا روضہ آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ گرد و نواح کے عرب مرد و زن نہایت ہی عقیدت سے روضہ پر حاضری دیتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ مالک کائنات اولاد حضرت اُمّ البنینؑ اور نسل حضرت عباس علمدار کے اس جلیل القدر سید و عالم دین کے طفیل میں زائرین کی مرادوں کو پورا کرتا ہے اور اُن کے دامنِ تمنا کو گوہرِ مراد سے بھر دیتا ہے۔

میں جب دو مرتبہ زیارت کے لیے گیا اتفاق سے میرے ساتھ دونوں مرتبہ برادرِ مہر سید ناصر رضا رضوی، ہمشیرہ عزیزہ سیدہ نسرین فاطمہ اور میرے دونوں بھانجے سید حسین رضا سلمہ اور سید عباس رضا سلمہ اور بھانجیاں سیدہ سہیکہ رضا، سیدہ انسیرہ رضا، سیدہ سمانہ رضا بھی ساتھ تھے۔ دوسری مرتبہ کی زیارت میں ذاکر اہل بیتؑ سید ماجد رضا عابدی بھی ہمراہ تھے روضے پر ہم نے مجلس بھی منعقد کی اور نوحہ خوانی بھی ہوئی۔ اس وقت جناب حمزہ بن قاسم کی قبر پر حضرت عباسؑ کے روضے کی پرانی ضرتِ نسب کی گئی ہے۔

﴿۳﴾ ابراہیم (جردق) بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار:

ابراہیم جردق (روٹی تقسیم کرنے والا، سخی) یہ اپنے وقت کے زاہد، فقیہ اور ادیب تھے۔ ان کا شمار مشہور اديبوں میں تھا۔ ان کے تین فرزند تھے۔ حسن، محمد اور علی۔



علی بن ابراہیم:

اخیائے بنی ہاشم میں سے تھے اور صاحب عزت و وقار تھے۔ بڑے فیاض، سخی اور صاحب جاہ تھے۔ حشمت و جلالت کے مالک تھے۔ نہایت نرم دل۔ ۲۶۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے ۱۹ فرزند تھے ۱۹ میں سے کچھ بغداد میں رہے کچھ مصر اور بصرے چلے گئے۔

عبداللہ بن علی بن ابراہیم جردقہ:

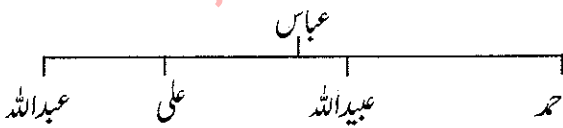
جن میں سے ایک عبداللہ بن علی بن ابراہیم جردقہ بغداد کے خطیب تھے اور ان کی کنیت ابوعلی تھی اور وہ اہل بغداد میں سے تھے۔ مصر میں جا کر وہیں سکونت اختیار کی اور ان کے پاس کچھ کتابیں ”مجموعہ جعفریہ“ کے نام کی تھیں جن میں فقہ اہل بیت ہے۔ اور انھیں شیعہ فقہ پر مشتمل بتایا جاتا ہے۔ ان کی وفات مصر میں ۳۱۲ھ میں ہوئی۔

(احسن المقال صفحہ ۲۲۶)

علی بن ابراہیم کے دوسرے فرزند محمد بن علی تھے جو بصرہ چلے گئے تھے۔ پائے کے عالم تھے یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی حدیثوں کے راوی بھی ہیں۔ بڑے فقیہ، زاہد اور شاعر بھی تھے۔

﴿۴﴾ عباس (خطیب فصیح) بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار:

عباس بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار کی کنیت ابو الفضل ہے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے ادیب تھے اُن کے کارنامے تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ فصاحت بیان و شعر میں بنی ہاشم میں نمایاں و بے نظیر تھے وہ خطیب فصیح اور شاعر بلوغ تھے صاف گو اور جری تھے۔ ہارون رشید کے ہاں صاحب عزت و احترام تھے۔ کوئی ہاشمی ان سے زیادہ تیز گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا گیا۔ مدینے میں آباد تھے ہارون رشید کے عہد میں بغداد آئے اور وہیں آباد ہو گئے۔ آپ کی جلالت و فضل و ادب کی وجہ سے بادشاہ آپ کو کنیت سے مخاطب کرتا تھا۔ ”حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے موقع پر دربار مامون رشید میں امام کی بارگاہ میں سب سے پہلے عباس ابن حسن (اولاد حضرت عباس علمدار علیہ السلام) نے قصیدہ تہنیت پڑھ کر سنایا۔ پھر عرب و عجم کے کثیر التعداد شعر نے اپنے اپنے قصیدے پیش کئے (تحفہ رضویہ از فوق بلگرامی صفحہ ۵۲۱) بعض نے ان کے دس فرزند بتائے ہیں۔ بعض نے چار بیٹے بیان کئے ہیں۔



عبداللہ ابن عباس بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار:

عبداللہ بن عباس بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار اپنے باپ کی طرح شاعر فصیح تھے والدہ کا نام افضیہ تھا۔ مامون بہت عزت کرتا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو مامون نے پایادہ جنازے میں شرکت کی مامون نے ان کو سردار ابن سردار کا لقب دیا تھا۔ ان کے فرزند حمزہ ہیں۔ حمزہ کی اولاد شام کے علاقے قسطنطنیہ میں ہے حمزہ کے

فرزند ابوطیب محمد بن حمزہ ہیں۔ (احسن المقال۔ ۲۲۷)

ابوطیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباس:

آپ کا شجرہ یہ ہے:- ابوطیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباس بن حسن بن عبید اللہ بن حضرت عباس علمدار،

آپ حمزہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ میں مروّت حد سے زیادہ تھی اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ رحم بہت کرتے تھے جس کی وجہ سے بہت عظمت و منزلت رکھتے تھے۔ اُردن کے علاقے طبریہ میں آپ کی بہت زیادہ جائداد تھی۔ شجاعت میں مشہور زمانہ تھے، حکومت قرامطہ کے دور میں اُن کو ظلم و زیادتی سے شہید کیا گیا۔ (حیدر المرجانی) طنج بن جف خرغانی نے حسد کی وجہ سے اپنے سپاہیوں کے ذریعے آپ کو قتل کر دیا۔ یہ حادثہ ۲۹۱ھ میں ہوا۔ شعرا نے آپ کی وفات پر مرثیے اور سو گنا مے کہے تھے (مقرم)

بنو شہید بن ابوطیب محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن عباس بن حسن:

معلوم نہیں کہ بنو شہید ابوطیب محمد کے بیٹے ہیں یا پوتے، بہر حال صاحب معجم الشعراء نے لکھا ہے کہ شاعر تھے اور اپنے بزرگوں کے کارناموں پر افتخار کرتے تھے۔ متوکل کے عہد کے بعد تک زندہ رہے۔ الغدیر میں علامہ امینی نے شعرائے غدیر میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ کتاب بحر الانساب میں بھی آپ کا ذکر ہے۔

﴿۵﴾ عبد اللہ (امیر مکہ) بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار:

عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس علمدار۔ یہ حرین کے قاضی القضاۃ تھے۔ آپ تمام بھائیوں میں سن کے لحاظ سے بڑے تھے۔ لوگ ان کو امیر کہہ کر پکارے تھے

کیونکہ وہ حکومت عباسی کے ابتدائی دور میں مکہ اور مدینہ کے امیر کے منصب پر فائز رہے۔ (طبری، احسن المقال۔ ۲۲۷)

آپ سے زیادہ بارعب اور بامروت شخص دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ مامون کے زمانے میں حرمین کے متولی اور قاضی شہر تھے۔

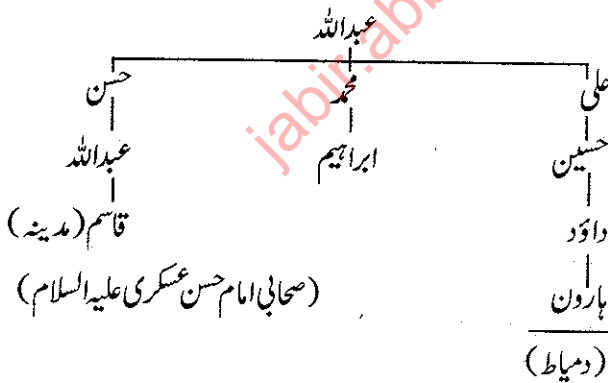
آپ کے لیے محمد بن یوسف جعفری کا بیان ہے:

”ہیت وحشمت و مروّت میں ان کے جیسا انسان نہیں دیکھا زمانہ مامون میں مدینہ و مکہ کے متولی اور انہیں دونوں شہروں کے قاضی بھی رہے۔ (طبری ج ۱ صفحہ ۳۵۵)

۲۰۴ھ اور ۲۰۶ھ میں مامون رشید نے امیر حج بھی معین کیا تھا مامون ہی کے زمانہ

میں بغداد میں وفات پائی۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۱۳)

عبداللہ بن حسن کے دو بیٹے تھے علی اور حسن



ابراہیم بن محمد:

ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؓ علمدار آپ قزوین میں

شہید کئے گئے۔ قبر بھی قزوین میں ہے۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۳۷۰)

علی بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباسؓ علمدار:
 علیؓ کی اولاد ”دُمیاط“ میں ساکن ہوئی اور بنو ہارون کے نام سے مشہور رہی
 اور جو مقام ”فسا“ میں آباد ہوئی۔ اس کو ”بنو ہد“ کہا جانے لگا،

حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ:
 حسن، جناب علیؓ کے بھائی آپ کے فرزند عبد اللہ ہیں۔
 عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ:
 عبد اللہ بن حسن، آپ کے گیارہ لڑکے ہوئے۔

قاسم بن عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن حسن بن عبید اللہ:
 قاسم، عبد اللہ کے بیٹے ہیں مکہ و مدینہ کے حاکم و قاضی تھے، مدینہ منورہ میں
 صاحب الرائے اور متکلم شمار ہوتے تھے۔ ”وہ محدث، فقیہ اور بڑی جماعت کے امیر
 تھے۔ آپ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب خاص میں تھے“
 (حیدر المرجانی)

فرزندان علی و جعفرؓ ”شاید امام علی نقی کے فرزند ہیں“ کے درمیان انس و محبت برقرار
 رکھی، جناب قاسم امام حسن عسکریؓ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ (عمدۃ الطالب)
 حضرت ابوالفضل العباسؓ کی پاکیزہ نسل ہر دور میں صاحبان فضل و کمال سے بھری
 رہی جن میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حمیدہ اور صفات حسنہ پائے جاتے رہے، ہمیشہ
 آثار سیادت و شرافت ظاہر رہا، رگ و پے میں علم و عمل عزت نفس بھری ہوئی تھی۔
 حضرت اُمّ البنینؓ کی نسل کے کچھ افراد ہندوستان بھی آئے تھے۔
 مولانا سید آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

اولاد کا باقی رہنا بھی ثمرہ شہادت ہے اور یہ مستقل موضوع ہے جس پر فاضل حنفی ظفر آبادی، نور الدین ملا محمد عوض کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے مشہور عالموں اور ریاضت کردہ فاضلان جو پور میں تھے اُن کے نسب کا سلسلہ حضرت عباس علمدار تک پہنچتا ہے وہ شیخ علی حزیں مشہور (ادیب و فقیہ) کے ہمعصر تھے اُن کے فرزند کا نام ملا فتح محمد تھا۔ اس سے واضح ہوا کہ اولاد علمبردار کے وجود سے ظلمت کدہ ہند بھی خالی نہیں۔

برٹش میوزیم (لندن) میں اولاد حضرت اُمّ البنینؓ پر کتاب:
مولانا سید آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

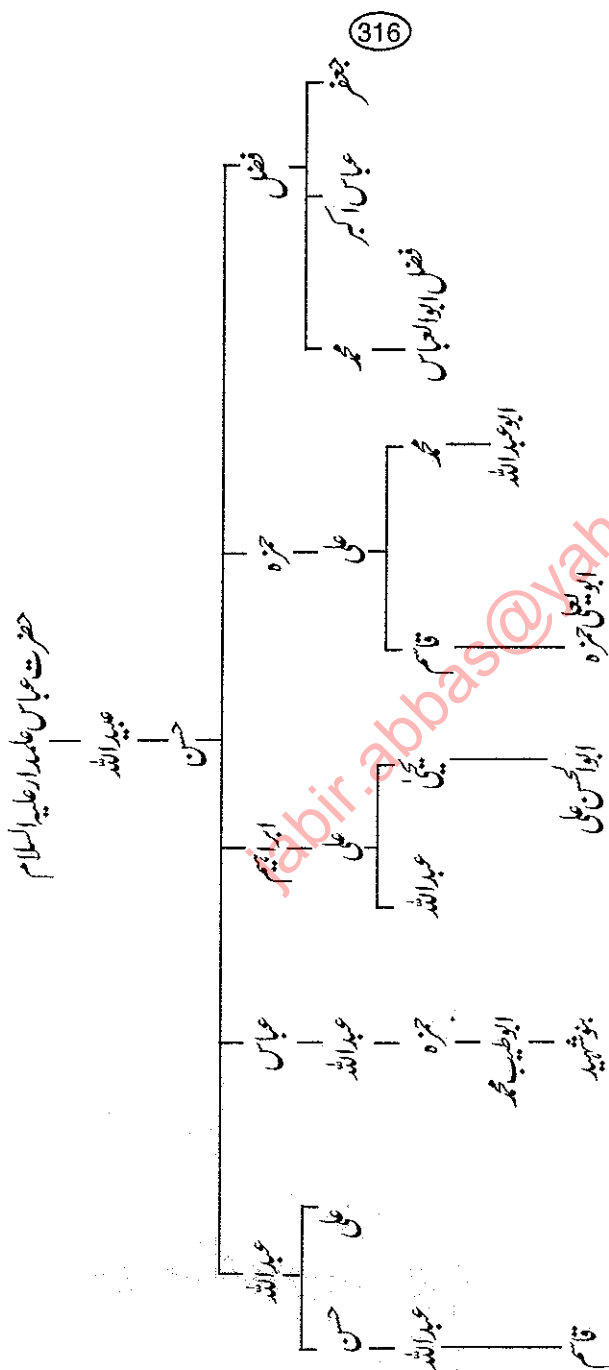
برٹش میوزیم کی فہرست مرتبہ ڈاکٹر چارلس صفحہ ۴۳۷ کے مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ بزرگان جناب رسالت مآب میں جناب عبداللہ ابوطالب کی اولاد پر ایک خصوصی تصنیف محمد بن عبداللہ حسینی سمرقندی کی تحفۃ الطالب نامی (مخطوطات) میں موجود ہے جس میں شرح و بسط سے اولاد محمد بن حنفیہ و حضرت عباس کی تفصیل ہے یہ کتاب محمد حسین بن عبدالکریم کے قلم کا شاہکار اور ۶ ماہ ذی الحجہ روز جمعہ وقت ظہر ۱۷۹۷ھ کا خطی نسخہ ہے یہ وہ جواہر پارے ہیں جو کچھ تو غدر ۱۸۵۷ء لکھنؤ کی لوٹ میں یورپ پہنچے اور کچھ صاحبان احتیاج نے اپنی تنگدستی کے سبب انگریزوں کے ہاتھ بیچے دو سو سات برس کا یہ صحیفہ متیقہ اگر آج سامنے ہوتا تو کیا کچھ نہ ملتا۔

حضرت عباس علمدار کی اولاد مصر، بغداد، قزوین، شیراز، طبرستان، اردن، دمیاط، قاین، سمرقند، بصرہ میں پھیلی۔

مذکورہ بالا حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ابوالفضل العباسؓ خود بھی بے بدل تھے کیونکہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ اور جناب زینبؓ عالیہ اور خصوصاً

حضرت علی علیہ السلام اور اپنی مادر گرامی حضرت اُمّ البنینؓ سے تعلیم حاصل فرمائی تھی۔
ان کی اولاد بھی جہاں جہاں رہی عالم، شاعر، ادیب، خطیب اور قاضی، امیر غرض کہ
سرکار ابوالفضل کی اولاد ہر زمانے میں ہر جگہ مسلمانوں کے لیے سبب فیض رہی یہ سرکار
ابوالفضل کی ذات بابرکات کا فیض ہے کہ آپ کی اولاد علم و فضل و راایت حدیث،
سخاوت، صلہ رحمی میں ممتاز رہی ہے۔

حضرت اُمّ البنینؓ جیسی عظیم ماں کی عظمتیں ان کی اولاد کی عظمتوں سے وابستہ ہو کر
زندہ جاوید ہو گئیں۔ جتنی اچھی ماں ہوگی ویسی ہی بہترین اولاد بھی پیدا ہوگی۔



باب ۱۷

حضرت اُمّ البنینؑ

حضرت امام حسینؑ کی عزادار

مدینے میں امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچنا اور

حضرت اُمّ البنینؑ کا قاصد سے واقعہ کر بلاسن کر گر یہ فرمانا:-

حضرت علیؑ کی ازواج میں جو شرف اور بزرگی بنت رسولؐ خدا فاطمہؑ زہرا اور بعد اُن کے جناب اُمّ البنینؑ زوجہ جناب مشکل کشا کو ملی ہے وہ دوسری ازواج کے حصے میں نہیں آئی:-

شرف ازل سے جو ازواج مرتضیٰؑ کو ملا کہاں یہ مرتبہ ناموس اوصیا کو ملا
جو کچھ شرف تھا وہ سب اشرف النساء کو ملا نہ ہاجرہ کو ملا اور نہ آسیا کو ملا

مگر یہ درجہ بھی حصے میں کس کے آیا ہے

جو بعد فاطمہؑ اُمّ البنینؑ نے پایا ہے

نہ کیوں بتولؑ کی ہو ہم نشیں وہ عرش وقار وہ ماں حسینؑ کی یہ مادرِ علمبردار

کہا حسینؑ کو اُمت پہ فاطمہؑ نے نثار حسینؑ پر کئے قربان اُس نے بیٹے چار

امام فاطمہ کے نورِ عین کو سمجھی

حسن کو پیشوا ، آقا حسین کو سمجھی

دمِ اخیر علی نے یہ اس کو دی تھی خبر کہ ہوں گے فدیہ شہید تیرے چار پسر

یہ اپنے بیٹوں کی تعظیم کرتی تھیں اکثر پسر جو پوچھتے کہتی تھیں ہوں فدا تم پر

نہ کیوں میں فخر کروں فخر والدین ہو تم

غلامِ فاطمہ ہو فدیہ حسین ہو تم

چنانچہ روایت ہے کہ جب تک سید الشہداء امام دوسرا مدینہ منورہ میں رونق افروز

رہے، حضرت ام البنین مثل فاطمہ زہرا امام مظلوم کی شیدا تھیں۔ اور جس وقت سے

آپ کو فدہ کی جانب روانہ ہوئے حضرت ام البنین نے بیمار صغرا کی خدمت اور تیمارداری

اپنے اوپر فرض کر لی اور ہمیشہ اس شہزادی کی خدمت گزاری میں مشغول رہتی تھیں۔

بنا کے ہاتھ سے اپنے اسے دوا دیتیں

دوا پلا کے شفا کی اسے دعا دیتیں

لیکن فراقِ فرزند رسول الثقلین پارہ جگر فاتحِ بدر و جنین میں ہمیشہ غمگین اور محروم

رہتی تھیں کیونکہ آپ کو جناب امام حسینؑ سے اپنے فرزندوں سے زیادہ محبت تھی اور:-

فراغِ خدمت صغرا سے پا کے وہ ذبیحہ ردا کو اوڑھ کے گھر سے نکلتیں شام و پگاہ

عصا کو تھام کے استادہ رہتی تھی سرِ راہ مسافروں سے یہ کہتی تھیں بافغان و آہ

پسر سے چھٹ کے کسی ماں کو چین آتا ہے

مسافرو کہو میرا حسین آتا ہے ؟

جو کوئی پوچھتا تم مادرِ حسینؑ ہو کیا تو رو کے کہتیں کہ آفت تو ماں سے بھی ہے سوا

جو پوچھو رتبہ تو ادنیٰ مقام ہے میرا وہ بادشاہ میں اس کی کنیز ہوں دکھیا

حسینؑ میرا ہے مختار ، دلربا بھی ہے

امام بھی ہے ، پسر بھی ہے، پیشوا بھی ہے

ہر چند کہ حضرت اُم البنینؑ ہر ایک مسافر سے اُس شاذادہ کو نین کا حال پوچھتی تھیں مگر اس سبب سے کہ یزید پلید نے ناکہ بندی کر دی تھی کہ کوئی مسافر یا قاصد کر بلا سے جانب مدینہ نہ جانے پائے۔ اس لیے اُن معظمہ کو امامؑ کی کچھ خبر نہ ملتی تھی۔ مگر امام حسینؑ کی محبت میں آپ کا معمول بدستور رہا۔ ہر روز جناب فاطمہؑ صغریٰ کو دوا پلا کر دروازہ پر آنا، اور ہر شام کو مایوس ہو کر گھر میں جانا۔ غرض اس طرف جناب اُم البنینؑ کو فراق امام حسینؑ کا غم تھا، ادھر کر بلا میں اُس مظلوم کے اہل بیتؑ اطہارِ تشنہ و گرسنہ خیموں میں بیتاب تھے۔ ہر ایک بچہ دل کباب تھا۔ تمام یار و انصار شہید ہو چکے تھے اور امامؑ یکہ و تنہا فوجِ اشقیاء میں کھڑے تھے۔

بھرے عزیزوں کے داغوں سے سینہٴ دل تھے حسینؑ ایک تھے اور چار لاکھ قاتل تھے آخر اشقیاء نے اُس غریب الوطن کو نیزہ و تلواروں سے چُور چُور کر کے شہید کیا۔ پھر لاش مبارک سُم اسپاں سے پامال کی اور بعد پانچواں لاش خیموں میں آگ لگا دی اور اہل حرم کو لوٹنا شروع کیا۔ اُس وقت جو ظلمِ اشقیاء نے اہل بیتؑ اطہار پر کیا، کس کی زبان میں طاقت ہے کہ بیان کرے۔

کسی کو نیزے کسی کو طمانچے مارتے تھے حرم حسینؑ کے سب یا علیؑ پکارتے تھے غرض کہ عصر سے تا وقتِ شام واویلا لعین لوٹ رہے تھے خیامِ آلِ عبا حرم کو لاکھ نظر بند ظالموں نے کیا خوشی کی نوبتیں بجاتی تھیں فوج میں ہر جا

مگر یہ آتی تھی آوازِ شادیانے سے

ہزار حیف اٹھے بچتے زمانے سے

شہید ہو گئے جب رن میں سید والا تو لٹ کے قافلہ بیوؤں کا بلوہ میں آیا
 بلا کے منشیوں کو ابن سعد نے یہ کہا کہ فتح نامے روانہ ہوں ہر طرف ہر جا
 حقیقت اپنی جدال و قتال کی لکھو
 شکست فاتح خیبر کے لال کی لکھو

مدینہ و یمن و چین و مصر و روم و حلب ہوں ملک ملک میں ارسال فتح نامے اب
 ہر ایک نامے میں ہوں مندرج یہی مطلب حسین قتل ہوئے بے ردا ہوئی زینبؑ
 نگوں امامت سرور کا تخت و تاج ہوا
 جو پوچھو تخت کا مالک یزید آج ہوا

مری طرف سے لکھو عرض داشت بہر یزید کہ لے ہوئے ترے اقبال سے حسین شہیدؑ
 میں نذر فتح کی دوں گا سر امام سعیدؑ ہیں چند عورتیں اور لڑکیاں بقید شدید
 نہ ہم نے ہے علی اصغر کو بھی اماں بخشی
 پہ تیرے ہاتھ سے سیدانیوں کو جاں بخشی

جدا عریضہ لکھو اک برائے ابن زیاد کہ نام بختن پاک کر دیا برباد
 جو مجھ سے وعدے کئے ہیں انہیں بھی رکھیو یاد کیا ہے خوش تجھے میں نے تو کر میرا دل شاد
 نہ لایا دھیان میں خیر النساء کے رونے کو
 نہالِ فاطمہؑ کاٹے نہال ہونے کو

پسر سعد نے یزید پلید کے خط میں لکھا، قبل از جنگ مجھ کو خوف تھا کہ یہ بنی ہاشم بہادر
 اور جرار ازیلی ہیں اولاد علیؑ ہیں جنہوں نے اثر در کو چیرا، اور خیبر کو اکھاڑا۔ مرحب کو
 پچھاڑا، حنین و خندق میں فتح پائی۔ جنوں کو اُن کے مقابلے کی تاب نہ آئی۔ لہذا ایسے
 جراروں سے لڑنے میں معرکہ حرب و ضرب کئی مہینے رہے گا۔

مگر ہوئی جو لڑائی بروز عاشورا سحر تھی جمعہ کی دن عشرہ محرم کا
 نہ دو مہینے لگے اور نہ ایک دن گذرا اخیر لشکرِ شبیرؑ دوپہر میں ہوا
 تمام ظہر تک شہ کے نورعین ہوئے

شہید چار گھڑی دن رہے حسینؑ ہوئے
 نماز عصر پڑھی کاٹ کر سرِ شبیرؑ حرم کو لوٹ کے مغرب کی پھر کبھی تکبیر
 ہماری فوج میں سیدانیاں ہیں ساری اسیر خدا کے شیر کا پوتا ہے بستہ زنجیر
 مدد کو اہل حرم کی نبیؑ نہیں آتے
 پکارتے ہیں علیؑ کو علیؑ نہیں آتے

پھر کاتب کو حکم دیا کہ حاکمِ مدینہ کے خط میں یہ بھی لکھ دینا کہ اب بے خوف و خطر
 خطبہ یزید منبرِ نبیؑ پر پڑھنا۔ خاندانِ رسولؐ مختار میں اب کوئی بجز عابدِ بیمار کے باقی نہیں
 ہے اور وہ بھی طوق وزنجیر میں اسیر ہے:-

غرض کہ نامے کے مشیوں نے سب ترقیم لفافہ رکھے گئے پیش ابنِ سعد لئیم
 بوقت صبح کئے قاصدوں کو وہ تقسیم ہوئے روانہ ہر اک سمت کر کے سب تسلیم

خطِ مدینہ لیے اک شتر سوار چلا
 مگر حسینؑ کے ماتم میں اشک بار چلا
 الغرض قاصدِ مدینہ رخصت ہو کر چلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا:-

کلس رواقِ نبیؑ کا نمود ہونے لگا

اُتر کے ناتے سے ناتہ سوار رونے لگا

گیا مدینہ کی مسجد میں قاصدِ ناچار وطن میں آمدِ قاصد کا غل ہوا اک بار
 گھروں سے جانبِ مسجد چلے صغار و کبار زباں سے کہتا تھا ہے ہے حسینؑ قاصد زار

نبیؐ کے روضہ کا گنبد تمام ہلتا تھا

ستون مسجد خیر الانام ہلتا تھا

یہ ایک لڑکی نے صغرا کو دی خبر آ کر مبارک آپ کے پردیسوں کی آئی خبر

ابھی ابھی چلا آتا ہے ایک نامہ بزر رسولؐ پاک کی مسجد میں کھوتا ہے کمر

خدا نے چاہا تو اکبرؑ بھی یونہی آتے ہیں

خبر حسینؑ کی سب پوچھنے کو جاتے ہیں

یہ خبر سن کر حضرت صغرا بستر بیماری سے اٹھ بیٹھیں اور حضرت ام البنینؑ سے کہنے

لگیں کہ اے دادی جان سنتی ہوں کہ کوئی قاصد آیا ہے جو مسجد نبویؐ میں جو پیغام لایا ہے

سنائے گا۔ آپ چلے تو اس سے بابا کا، ماور کا، اکبر و اصغر کا اور اپنی بہن سکینہؑ کا حال

پوچھ آؤں۔ اللہ اللہ کیا اشتیاق تھا حضرت فاطمہ صغرا کو۔ یہ سن کر جناب ام البنینؑ نے

فرمایا:-

وہ بولی واری بھلا تم میں اتنی طاقت ہے

میں پوچھے آتی ہوں بابا ترا سلامت ہے

یہ کہہ کے اوڑھ لی چادر اٹھایا اپنا عصا رواں ہوئیں طرف مسجد رسولؐ خدا

زنان ہاشمیہ ساتھ تھی پیادہ پا قریب پہنچیں جو مسجد کے دیکھتی ہیں کیا

وہ کون شخص ہے جس کا کہ حال غیر نہیں

پکاری خیر ہو پردیسوں کی خیر نہیں

ابھی وہ خط لیے منبر پہ نامہ بر تھا گیا پڑھا تھا ایک ہی فقرہ کہ حشر تھا برپا

کہ ناگہاں در مسجد سے غلغلہ یہ ہوا عزیزو راہ دو آتی ہے ثانی زہرا

زنان ہاشمیہ نے جو اہتمام کیا

تو نامہ بر نے بھی تعظیم سے سلام کیا
 عصا پہ ماتھے کو رکھ کر کھڑی ہوئیں وہ آہ کہا کہ بھائی یہ خط پیچھے پڑھو خاطر خواہ
 زباں سے پہلے یہ کہہ دے کہ خیر سے تو ہیں شاہ وہ روکے کہنے لگا لا اِلهَ اِلَّا اللہ
 بہت حسینؑ کی عاشق ہو اور شیدا ہو
 مگر جہان میں اب تم بجائے زہرا ہو
 پکاری وہ کہ بھلا میں کہاں بتول کہاں میں خادمہ ہوں وہ مخدومہ زمین و زمان
 وہ بولا اسم شریف آپ کا وہ بولی ہاں علیؑ کی زوجہ ہوں عباسؑ نامدار کی ماں
 ابھی نہ ماں ہوں میں اس کی نہ وہ پسر میرا
 جو کچھ حسینؑ کے کام آیا تو جگر میرا
 ہے بات کرنا بھی نامحرموں سے مجھ کو عار علیؑ کی لونڈیوں کا یہ چلن نہیں زہار
 مگر حسینؑ کی الفت نے کر دیا ناچار نکل پڑی میں ردا اوڑھ کر سربازار
 خبر حسینؑ کی کہہ آرزو میں ہوں جس کی
 کینز ہوں تو میں اُس کی جو ماں ہوں تو اس کی
 میں ہول کھاتی ہوں بھائی تو ہے گریباں چاک بشکل ماتمیاں سر پہ اپنے ڈالے خاک
 وہ بولا کم ہے جو کچھ غم کروں میں اے غمناک ہوئی حسینؑ پہ بیدا و لشکرِ سفاک
 جگر ہو سنگ کا فولاد کی زباں ہووے
 تو ایک پیاس کا اس پیاسے کی بیاں ہووے
 الغرض اُس قاصد نے حال شہدائے کربلا اس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ اے اُم
 البنینؑ حسینؑ کی کون سی مصیبت تم کو سناؤں۔ اُس طرف کئی لاکھ خنجر خونخوار، ادھر ایک
 حسینؑ بے دیار۔ چاروں طرف سے فوج جفا کار نیزہ و تلوار کے دار کر رہے تھے، اور

ایک قطرہ پانی کا نہ دیتے تھے حتیٰ کہ سوار ہونے کے وقت کوئی رکاب تھامنے والا نہ تھا کہ حضرت زینبؓ نے خیمہ سے نکل کر رکاب تھامی اور بھائی کو سوار کرایا تھا۔

عدو کی فوج میں اس وقت رو دیا سب نے

جب اپنے بھائی کی تھامی رکاب زینبؓ نے

یہ سن کر حضرت اُم البنین غصہ سے کاٹنے لگیں اور فرمایا کہ عباسؓ کو کیا ہوا تھا رکاب تھامنے کو عار سمجھا۔ وہ تو ہمیشہ نعلین حسینؓ اٹھایا کرتا تھا۔

غرور کی تو مرے لال کو نہ عادت تھی

رکاب تھامنا تو فخر تھا ، سعادت تھی

پکارنی سوئے نجف مژ کے یا علیؓ فریاد لو خوب آپ کے عباسؓ نے کیا دل شاد

اسی کو اہل وفا آپ کرتے تھے ارشاد حقوق پالنے والی کے کر دیئے برباد

کچھ آپ سنتے ہیں یہ نامہ بر جو کہتا ہے

غلام خدمت آقا میں یونہی رہتا ہے

جب یہ شکایت حضرت اُم البنینؓ کی نامہ بر نے سنی تو اُس وقت کہنے لگا کہ اے مادر

عباسؓ خدا گواہ ہے کہ عباسؓ سا باوفا نہ دیکھا نہ سنا یہ جو میں نے عرض کیا، حال دو پہر کا

تھا۔ اور بوقت صبح جب امام حسینؓ سوار ہونے لگے، بھانجے بھتیجے یار و انصار مع عباسؓ علم

بردار جلو میں موجود تھے اور عباسؓ جرار نے رکاب تھام کر حضرتؓ کو سوار کیا تھا۔ قاسمؓ سر

مبارک امامؓ پر رومال ہلاتے تھے۔ اکبرؓ جرار عنان کو تھامے تھے مگر یہ حال تو دو پہر کا تھا

جو میں نے عرض کیا۔ اس وقت اُن جراروں میں سے کوئی بھی باقی نہ تھا۔ اس وقت :-

وداع ہو کے نبیؐ زادیوں سے وہ بولا کھڑے تھے خیمہ کی ڈیوڑھی پہ سید والا

رکاب تھامنے کو تھا نہ کوئی واویلا حسینؓ دیکھتے تھے سوئے مقتل و دریا

بلا تے تھے علی اکبر کو اور روتے تھے

پکارتے تھے برادر کو اور روتے تھے

نہ کر تو شکوہ عباسؑ اے حمیدہ صفات رکاب تھامے وہ کیونکر کئے ہوں جس کے ہاتھ

پڑا تھا بے کفن و گور وہ کنارِ فرات صدایہ لاش سے آتی تھی اے شہِ خوش ذات

اگر رضا ہو یہ مظلوم کر بلائی کی

رکاب تھاموں کٹے ہاتھ سے میں بھائی کی

اے معظمہ حضرت عباسؑ کو وفاداری کا حال تو بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ساتویں

تاریخ محرم سے حرم پر پانی بند ہوا تو آپ کے بیٹے نے چار کنوئیں کھودنے اور دسویں

تاریخ کو سکینہ کا سقہ بنا۔ مگر اُس پیاسی کی قسمت میں پانی نہ تھا کہ شانے کٹا کر دریا پر

شہید ہو گیا۔ ہر چند شمر نے عباسؑ کو اپنی فوج کی سپہ سالاری کا پیغام دیا، مگر اُس وفادار

نے حسینؑ کی کفش برداری کو ترک نہیں کیا۔ یہ سن کر جناب اُم البنین:-

سجودِ شکر بجالائی پھر تو وہ بے آس کہا میں خوش ہوئی عباسؑ آفریں عباسؑ

لحد میں چین سے اب سوؤ ہو کے بے دسواس غذا ہو میوہ طوبی تو کھلے ہو ویں لباس

بہشت میں غم محشر سے بے ہراس رہو

غلامِ سبطِ نبیؐ ہو انہی کے پاس رہو

میں سُرخ رو ہوئی شبیرؑ کے تُو کام آیا جو کچھ کہ تجھ پہ میرا حق تھا میں نے پھر پایا

ہزار شکر یہ مژدہ خدا نے سنوایا علیؑ کی پوتی کا سقہ بنا مرا جایا

خدا گواہ کہ تو نے مجھے نہال کیا

لے اپنا دودھ بھی میں نے تجھے حلال کیا

پھر قاصد سے جناب امام حسینؑ کو دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ابھی اپنے اور تین

بیٹوں کا حال بھی سن لیجئے کہ عبداللہ اور عون اور جعفر نے بھی اپنی جانیں حسینؑ پر نثار کیں۔ یہ سن کے آپ نے قاصد سے عتاب آمیز لہجہ میں فرمایا:-

میں پوچھتی ہوں تو کہتا ہے اور ہی کچھ حال تو ہوش میں ہے کہ بیہوش کس طرف ہے خیال میں پہلے کہہ چکی تھیں میرا کوئی لال حسینؑ ایک پسر ہے جیسے صدوسی سال سوا حسینؑ کے فرزند نور عین نہیں

پسر تو کیا کوئی میرا بجز حسینؑ نہیں

اے قاصد میں تجھ سے شہنشاہ کو نین کا حال پوچھتی ہوں اور تو غلاموں کا حال بیان کرتا ہے۔ مجھے حسینؑ کے حال سے آگاہ کر۔ یہ سن کر:-

جگر پہ مار کے ہاتھ اپنا نامہ بر نے کہا جو حال سننا ہے بی بی حسینؑ بے کس کا لو اب کھڑی نہ رہو بیٹھ جاؤ رکھ دو عصا زنان ہاشمیہ کو بٹھا لو گرد ذرا کلیجہ تھام لو تم اپنا دونوں ہاتھوں سے کہ غش نہ آئے کہیں تم کو میری باتوں سے پھر نامہ بر نے سر پیٹ کر باگریہ وزاری بیان کرنا شروع کیا:-

اڑا کے خاک کہا اے ضعیف ہو آگاہ ہزار روئے صد و پنجاہ زخم، اک تن شاہ اور ایک حلق پہ ہفتاد ضرب فخر آہ چڑھا حسینؑ کے سینہ پہ قاتل بد خواہ سر حسینؑ تو اُس بد گمان نے کاٹا

غضب ہے ہاتھوں کو پھر ساربان نے کاٹا

یہ سن کے غش ہوئی اُم البنینؑ عالی جاہ اٹھا یہ شور کہ فریاد یا رسول اللہ ہوا جو غش سے افاقہ علیؑ کی زوجہ کو آہ تو پوچھا حال سے زینبؑ کے بھی تو کرا آگاہ

وہ ساتھ مر گئی بھائی کے یا اسیر ہوئی

لحد پہ سید والا کے یا فقیر ہوئی
 سراپنا پیٹ کے پھر نامہ بر یہ چلایا حسینؑ نے تو کفن بھی ابھی نہیں پایا
 رسولؐ زاد یوں پر سخت حادثہ آیا برہنہ سر ہیں اٹھا جب سے شاہ کا سایہ
 گلے میں طوق ہے عابد کے شدت تپ میں
 ہیں زخم نیزوں کی نوکوں کے پشت زینبؑ میں
 یہ حال سن کر حضرت اُم البنینؑ نے چادر سر سے پھینک دی، اور سینہ دوسرے پیٹ کر
 ہمراہی عورتوں سے فرمایا:-

بناؤ شکل مری سو گواروں کی لوگو میں بال کھولتی ہوں خاک چہرے پر مل دو
 پکارو کہہ کے پسر مردہ آج سے مجھ کو مٹا نشانِ نبیؐ نام حیدرؑ خوش خو
 مری نگاہوں میں دنیا یہ اب سیاہ ہوئی
 مرے حسینؑ کا پُرسا دو میں تباہ ہوئی
 اس طرف تو یہ حال تھا، وہاں انتظار میں حضرت فاطمہؑ کے ہونٹوں پر جان تھی۔
 جناب اُم البنینؑ سے ساتھ کی عورتوں نے جناب صغراؑ کی بے قراری بیان کی کہ:-

پڑی ہے ڈیوڑھی پہ بے ہوش فاطمہؑ یہ سن کے گھر کو چلی خاک اُڑاتی وہ دکھیا
 سراپنا پیٹنا قاصد بھی ساتھ ساتھ چلا یہاں مریض کی آنکھیں تھیں سوئے مسجد وا
 سفید چہرہ تھا دہشت سے تھر تھراتی تھی
 کبھی کھڑی کبھی در پر وہ بیٹھ جاتی تھی

یہ دیکھا دور سے صغراؑ نے اتنے میں ناگاہ کہ روتی آتی ہیں اُم البنینؑ عالی جاہ
 جہیں پہ خاک ملے ایک شخص ہے ہمراہ ہوا یہ غل کہ یہی قاصد حسینؑ ہے آہ
 خبر حسینؑ کے مرنے کی لے کے آیا ہے

سانی سبط پیبر کی لے کے آیا ہے

وہ قاصد آتا تھا منہ پر لگائے خاکِ عزا کہ نوجوانوں کا مجمع نظر پڑا اک جا

وہاں ٹھہر کے یہ دی قاصد حزیں نے صدا سنو جوانو پیامِ اخیر اکبر کا

وطن میں طور ہو جس نوجواں کی شادی کا

قلق کرے علی اکبر کی نامرادی کا

پکاری فاطمہ صغرا بتاؤ دادی جاں ہیں خیر سے مرے پردیسی باپ و بھائی جاں

وہ بولی خیر کہاں گھر کا گھر ہوا دیراں سفر میں مٹ گیا بالکل علی کا نام و نشان

تو چھوٹی باپ سے اور میں پسر سے چھوٹ گئی

ہماری اور تری آس آج ٹوٹ گئی

قریب آن کے قاصد نے بھی کیا مجرا اٹھا کے لایا تھا جو خاکِ مقتل شہدا

لہو کے مثل تھی وہ خاک سرخ واویلا وہ دے کے فاطمہ صغرا کو نامہ بر بولا

لگاؤ آنکھوں سے یہ مٹی پاک ہے بی بی

ابو تراب کے بیٹے کی خاک ہے بی بی

یہ ہے عزیزوں کا تحفہ شہیدوں کی سوغات تمام کنبہ ترا قتل ہو گیا ہیبتا

ترے لیے سرا کبر تر پتا ہے دن رات بندھے ہیں عابد بیمار کے رسن سے ہاتھ

یہ خاکِ مقتل شاہ شہید لایا ہوں

میں قید میں ترے کنبہ کو چھوڑ آیا ہوں

میں کر بلا سے چلا جب ادھر کو اے صغریٰ تو قیدیوں میں سے اک لڑکی نے یہ روکے کہا

بہن سے کہو کہ زخمی ہوا ہے کان مرا جو تم سے ہو سکے کچھ بھیج دو دوا بھینا

مریضہ بولی وہ میری بہن سیکٹہ ہے

اُسی کی باتوں کا واللہ یہ قرینہ ہے
 وہ خاک سونگھی جو صغرا نے آئی بوئے حسینؑ سر اپنا خاک پہ دے پٹکا ہو کے تب بے چین
 منہ اپنا ڈھانپ کے گرتے سے کرتی تھی یہ بین اور آس پاس تھیں ہجولیاں بشیون و شین
 زنان ہاشمیہ رو رہی تھیں چلا کے
 بپا قیامت کبریٰ تھی گھر میں صغریٰ کے
 یہ نوحہ کرتی تھی رو رو کے فاطمہ صغریٰ میں کس کے آنے کے اب دن گنوں گی اے بابا
 میں کس کی پوچھوں گی اب خیر و عافیت آقا مجھے بھی پاس بلا لو سیکنہ کا صدقہ
 مریضہ بیٹی سے کس طرح منہ کو موڑ گئے
 گئے تو چھوڑ کے اور آس آہ توڑ گئے
 یہ کیا ستم ہے کہ اب تک تمہیں کفن نہ ملا تمہارا لاشہ اور اس قابل آہ واویلا
 بدن تمہارا ہے رن میں سناں پہ سر ہے چڑھا تمہاری لاش کے صدقے تمہارے سر کے فدا
 تمہارے حلق پہ شمشیر بے دریغ چلی
 میں اُس گلے کے تصدق کہ جس پہ تیغ چلی
 بہن سیکنہ ترے قید پر بہن قرباں جب ہنسی سا لگرہ کی پہناتی تھیں اماں
 تو بار بار گلا چومتے تھے بابا جاں رن کے بندھنے کی مشکل خدا کرے آساں
 گلا رین میں بندھا زندگی و بال ہوئی
 یہ تیری سا لگرہ آہ چوتھے سال ہوئی
 جوانا مرگ برادر مرے علی اکبرؑ تمہاری مرگ جوانی کے صدقے یہ خواہر
 صغیر بھائی مرے بے زباں علی اصغرؑ بہن ثار ہونٹھے سے تیرے لاشہ پر
 کہاں سے ڈھونڈ کے ماں جائے تم کو لاؤں میں

کہ دے کے لوریاں گہوارے میں سلاؤں میں

یہ بین کرتے ہی وحشت ہوئی جو اس کو سوا سر اپنا پیٹتی باہر کو دوڑی ننگے پا
لپٹ کے دادی پکاری کدھر کدھر صغراً وہ بولی جاتی ہوں میں آج سوئے کرب و بلا

نہ روکو صاحبو جنگل کی خاک اڑانے دو

پدر کی لاش پہ جاؤں گی مجھ کو جانے دو

میں جا کے دیکھوں گی لاش امام نیک خصال سنا ہے خاک پہ صغراً پڑے ہیں خوں میں نڈھال

اسیر کنبہ کا پوچھوں گی قید میں احوال

میں چھوٹے بھائی کے سلجھاؤں گی جھنڈولے بال

نہ جب تلک شہِ مظلوم دفن ہوویں گے ہم اپنے باپ کے لاشہ پہ یونہی روویں گے

الغرض جناب ام البنین اور تمام عورات بنی ہاشم نے جناب صغراً کو تشفی اور دلاسا دیا

مگر رونے والو جب کسی کا کوئی عزیز مر جاتا ہے تو لا کھ تسلی و تشفی دی جاتی ہے لیکن صبر

نہیں آتا۔ زبان اگر نالہ و فریاد سے رک جاتی ہے تو آنسو نہیں تھمتے۔ آنکھوں سے

اشکوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ ہائے صغریٰ کا تو سارا کنبہ عالم غربت میں تباہ ہو گیا،

سارا گھراؤ جڑ گیا، بیمار کو کیونکر چین آئے۔ وہ بیمار ہر وقت اپنے باپ اور بھائیوں کو یاد کر

کے رویا کرتی تھی۔ (بحوالہ ذائقہ ماتم (چہل مجلس) تالیف از سید وزیر حسین رضوی رائے بریلی)

امام حسین علیہ السلام سے حضرت ام البنین کی والہانہ عقیدت:

جب بشیر یہ شعر پڑھتا ہوا مدینے میں داخل ہوا کہ

”یا اهل الیثرب لا مقام لکم بہا“۔۔۔۔۔ الی آخر

اور اس وقت جب آپ اس مجمع میں تشریف لائیں تو فرمایا۔

”مجھے حسین کے بارے میں بتا“

اس نے آپ کے فرزندوں کی جانثاری کا تذکرہ کیا تو اسے روک کے کہا۔
”وہ میری اولاد تھے۔ اپنے آقا و مولا پر فدا ہوئے۔ مجھے اباعبد اللہ
الحسینؑ کے بارے میں خبر دے۔“

(اُمّ البنین علیہا السلام۔ محمد رضا عبدالامیر انصاری۔ ص ۲۸)

حضرت اُمّ سلمیٰ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

جب شیشہ خون ہو گیا۔

جب روز عاشور جناب ام سلمیٰؓ نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس
شیشہ میں کربلا کی خاک دے گئے تھے اس سے خون ابل رہا ہے۔ تو بلند آواز سے
دہائی دی۔ ”وا حسیناہ“

یہ سن کر جناب ام البنینؑ نے نوحہ کیا۔

”یا ریحانة قلب البتول ویا قرة عین الرسولؐ“

جسے سن کر بنی ہاشم کی خواتین نے آپ کی تاسی میں گریہ و ماتم کیا۔

(اُمّ البنین علیہا السلام۔ محمد رضا عبدالامیر انصاری۔ ص ۲۶)

باب ۱۸.....

حضرت اُمّ البنینؓ

پر واقعہ کربلا کے اثرات

شہادت کی خبر:

ایک سال تک قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد قافلہ حرم کو رہائی نصیب ہوئی۔ اور یہ لٹا ہوا قافلہ کربلا ہوتا ہوا مدینہ کے لیے روانہ ہوا۔ ایک مدت کے بعد ”مدینہ والے“ مدینہ واپس آئے تو اس عالم میں کہ جناب اُمّ کلثومؓ نے مدینہ کو دیکھتے ہی آواز دی۔ ”نانا کے مدینے ہمارے آنے کو قبول نہ کرنا، ہم حسرتیں لے کر آئے ہیں۔“ مدینے! ہم تجھ سے رخصت ہوئے تھے تو بھرا گھر ہمارے ساتھ تھا اور واپس آئے ہیں تو نہ بچے ہیں اور نہ والی و وارث۔“

بیرون مدینہ قافلہ ٹھہرا امام زین العابدینؑ نے نعمان بن بشیر بن جزم کو حکم دیا کہ مدینہ والوں کو ہماری آمد کی اطلاع کر دے۔ ”بشیر“ حکم پا کر چلا۔ شہر میں داخل ہو کر

یا اهل یثرب لا مقام لکم بها

قتل الحسین فادمعی مددار

الجسم منه بکربلاء مضر ج

والراس منه علی القنائة یدار

(ترجمہ) ”مدینہ والو! مدینہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ حسینؑ

مارے گئے۔ دیکھو میرے آنسو برابر بہہ رہے ہیں۔ مدینہ والو

قیامت ہے کہ حسینؑ کا جسم خاک و خون میں آغشته زمین کر بلا پر رہا

اور ان کے سر کو نوک نیزہ پر دیار بدیار پھرایا گیا۔“

اس آواز کا سنا تھا کہ سارا مدینہ بیتاب ہو کر نکل پڑا۔ شہر میں ایک کہرام برپا تھا۔

بشیر محلہ بنی ہاشم میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ ایک معظّمہ ”با حالت تاه“ اُس منزل کی طرف

دوڑتی چلی جا رہی ہیں جہاں قافلہ ٹھہرا ہوا ہے۔ زبان پر وا حسینا وا حسینا کے نعرے ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ جناب اُمّ البنینؑ مادرِ حضرت عباسؑ ہیں جنھیں اپنا ”شہزادہ“ یاد آ رہا

ہے اور اُس کے غم میں اپنے فرزند کے غم کو بھلا دیا ہے۔ (ناخ التوارخ، صفحہ ۶۷۲)

اس عالم میں ایک بچہ پر بھی نظر پڑی جو سر راہ کھڑا ہوا تھا۔ بشیر قریب پہنچا۔ بچہ

نے بڑھ کے راستہ روکا اور کہا بشیر مولّا تو شہید ہو گئے۔ یہ بتا میرے بابا آئے ہیں یا

نہیں؟ بابا آئے ہوں تو میں اچھے کپڑے پہن کر آؤں ورنہ سیاہ لباس پہن لوں۔“

بشیر نے پوچھا۔ ”فرزند! تمھارا بابا کون ہے اور تم کس کے انتظار میں ہو۔“

عبید اللہ بن عباسؑ نے کہا۔ ”میرا بابا عباسؑ علمدار ہے۔“

بشیر کا دل تڑپ گیا۔ سر جھکا کر بولا۔ ”بیٹا! اب ماتمی لباس پہن لو۔“

تمھارے بابا کر بلا کے میدان میں شہید ہو گئے۔ (ریاض القدس، صفحہ ۱۵۸)

حضرت اُمّ البنینؓ نے جب یہ خبر پائی کہ عباسؓ کے بازو قلم ہوئے۔

جب یہ خبر سنی تو فرمایا۔

”الحمد لله الذي جعل ولدي فداء لابن بنت رسول الله صل الله عليه وآله وسلم“

”ساری تعریف اس پروردگار کے لئے جس نے میرے بیٹے کو دلیدر بتولؓ کا فدیہ

قرار دیا“ (ام البنین علیہا السلام۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔ ص ۲۹)

مخدرات عصمت کا مدینہ میں ورود

اور جناب اُمّ البنینؓ کا اضطراب

تاریخ کامل میں ہے کہ نعمان بن بشیر نے اہل بیت کو ایک برس کی قید کے بعد مدینہ پہنچا دیا۔ کتاب مائتین و تاریخ التواريخ میں ہے کہ یہ حضرات مدینہ سے باہر ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب اہل مدینہ کو آمد کی خبر ملی۔ تو چھوٹے بڑے سب استقبال کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ اور اُمّ سلمیٰؓ ایک ہاتھ میں وہ شیش جس میں کربلا کی مٹی خون ہو گئی تھی اور دوسرے سے فاطمہ صغراؓ کا ہاتھ تھامے تشریف لائیں۔

امام ابواسحاق اسفرائنی تحریر فرماتے ہیں کہ جناب اُمّ سلمیٰؓ نے مخدرات عصمت سے ملاقات کے بعد اس خون کو جو پیغمبر اسلامؐ کی دی ہوئی کربلا کی مٹی سے یوم عاشورا ہوا تھا۔ اپنے منہ پر لیا اور فریاد کرنے لگیں۔ (نور العین صفحہ ۱۰۸) بعدہ مخدرات عصمت روضہ رسولؐ پر تشریف لے گئیں اور فریاد و فغاں کرتی رہیں۔ علامہ سپہر کا شانی لکھتے ہیں کہ سنانی سنتے ہی حضرت اُمّ البنینؓ جو فاطمہ صغریٰؓ کی تیمارداری کی وجہ سے کربلا نہ گئی تھیں۔ اس مقام کی طرف دوڑیں۔ جہاں یہ قافلہ ٹھہرا اور اتنا ہی آہستہ آہستہ اضطراب

کے عالم میں امام حسین علیہ السلام سے والہانہ محبت کے ماتحت صرف امام حسینؑ ہی کو
پکارتی رہیں۔ آپ کو اس وقت حضرت عباس وغیرہ کا خیال تک نہ آیا۔

(ناخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۷۴)

مرزا دبیر نے مدینے میں الحرم کا داخلہ اور حضرت اُمّ البنینؑ کے ماتم و گریہ پر
نہایت پُر اثر مرثیے تصنیف کئے ہیں، ایک منظر یہ بھی ہے:-



اب مدینہ کا سنو حال تم اے اہلِ عزا
تھی گرفتار غم ہجر پدر جو صغرا
یہ الم میں شہ یکس کے وہ کہتی تھی صدا
ہے یقین مجھ کو نہ ہوئے گی کسی طرح شفا

باپ کے ہجر سے ہو گیا نہ جینا میرا
مژدہ اے مرگ کہ غافل ہے مسجا میرا



ایک دن غل یہ ہوا شہر مدینہ میں پنا
کربلا میں سر شبیرؑ تو خنجر سے کٹا
قافلہ لوٹا ہوا لے کے پھرے زین عبا
سن کے یہ مادر عباسؑ کا دل کانپ گیا

گھر سے باہر جو وہ بانالہؑ جائگاہ چلی
سر کھلے فاطمہؑ بیمار بھی ہمراہ چلی



گھر سے باہر جو وہ نکلی تو یہ دیکھا ناگاہ

غل ہے ہنگامہ ہے اک شور ہے اور نالہ و آہ
 غور سے فاطمہ بیار نے کی جبکہ نگاہ
 دیکھا آئے ہیں حرم پہنے ہوئے رخت سیاہ
 سر کھلے نعرہ زنان ہیں سبھی شیدائے حسینؑ
 ہائے وارث کوئی کہتا ہے کوئی ہائے حسینؑ

﴿۴﴾

ناگہاں آیا قریں رخس جناب شبیرؑ
 دیکھا صغراؑ نے کہ گھوڑے کے لگے ہیں کئی تیر
 خانہ زیں پہ ہے عمامہ شاہِ دلگیر
 ہو گیا دل پہ یقین مٹ گئی شبہ کی تصویر
 دل میں بولی کہ کوئی اپنا بجز یاس نہیں
 علی اکبرؑ نہیں قاسمؑ نہیں عباسؑ نہیں

﴿۵﴾

ناگہاں قبر محمدؐ پہ چلے اہلِ حرم
 اُن کے ہمراہ ہوئی روتی ہوئی وہ صاحبِ غم
 بولی یہ مادرِ عباسؑ سے صغراؑ اُس دم
 کربلا میں ہوئے مقتول امامِ عالم
 سر کھلے اہلِ حرم سارے نظر آتے ہیں
 قبر احمدؑ پہ وہ رونے کے لیے جاتے ہیں

﴿۶﴾

جبکہ یہ مادرِ عباسؑ سے صغراؑ نے کہا

(337)

قبر احمدؑ پہ چلی وہ بھی بہ فریاد و بکا
ساتھ دادی کے چلی روتی ہوئی وہاں صغرا
پہنچی جب روضۂ اقدس پہ یہ ساماں دیکھا
زینبؑ خستہ جگر رو رو کے چلاتی ہے
قبر سے ہائے حسینا کی صدا آتی ہے

﴿۶﴾

کیا زینبؑ سے عباسؑ کی مادر نے بیاں
چلیے اب گھر کو نہیں طاقت فریاد و نفاں
غم سے شبیرؑ کے ہو جائے نہ صغراؑ بے جاں
چشم پر آب سے خوں ہے، عوض اشک رواں
جب تک جیتے ہیں اس غم سے سدا روئیں گے
ایسے وارث تو فراموش نہیں ہوئیں گے

﴿۷﴾

الغرض وہاں سے اٹھی خواہر فرزند علیؑ
گھر میں داخل ہوئی اولاد رسولِ عربیؐ
بات یہ مادر عباسؑ نے زینبؑ سے کہی
مجھ سے فرمائیے حالت تو میرے دلبر کی
آگے شبیرؑ کے میدان میں کچھ کام کیا
میرے عباسؑ نے کہیے کہ مرا نام کیا

﴿۸﴾

بنت حیدرؑ نے یہ فرمایا کہ دیکھا نہ سنا

(338)

بھائی عباسؑ پہ سو جان سے زینبؑ ہے فدا
 خاتمہ اُن پہ وفاداری و الفت کا ہوا
 کی علمداری و سقائی شاہ شہدا
 شاہ بیکس ہوئے جس وقت کہ وہ چھوٹ گیا
 اُن کا دم اُن کا ادھر بند کمر ٹوٹ گیا

﴿۹﴾

بولی تب مادر عباسؑ میں اُس کے قرباں
 مجھ سے صد شکر ہوئی روح محمدؐ شاداں
 صدقہ ہوتا نہ شہ دین پہ جو وہ راحت جاں
 واسطے اس کے میں واللہ نہ ہوتی گریاں
 کیا کہوں تم سے جو اس وقت تھا وسواس مجھے
 سرخرو پیش نبیؐ کر گیا عباسؑ مجھے

﴿۱۰﴾

کہہ کے یہ بولی کہ اے بیویو شاہد رہنا
 حق مرے دودھ کا عباسؑ کے اوپر جو تھا
 میں نے بخشا اُسے اور میرے خدا نے بخشا
 دل پھٹا جاتا ہے اب میری تسلی کیجے
 مجھ کو عباسؑ علمدار کا پُرسا دیجے
 (مرزا دبیر)

عبید اللہ ابن عباسؑ کا حضرت عباسؑ کے بارے میں سوال:

علامہ قزوینی فرماتے ہیں کہ نعمان بن بشیر ابن جزم جو نہی شہداء کے کربلا کی سانی

کے سلسلہ میں یا اہل یثرب لا مقام لکم ... پڑھتا ہوا داخل شہر مدینہ ہوا تو عبید اللہ ابن عباسؓ نے آگے بڑھ کر پوچھا اے قیامت خیز سنانی سنانے والے یہ تو بتا۔ کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے ہمراہ میرے پدر بزرگوار عباسؓ ابن علیؓ بھی آئے ہیں یا نہیں۔ اس نے جواب دیا بیٹا وہ تو نہر عقیلمہ پر دونوں ہاتھ کٹا کر شہید ہو گئے ہیں۔ اب تم لباس سیاہ پہنو اور نوحہ و ماتم کرو۔ کہ ”پدر نہ داری“ کہ تمہارے والد بزرگوار دین اسلام پر قربان ہو گئے ہیں۔ اور اب تم بلا باپ کے ہو۔

(ریاض القدس جلد ۵۸ صفحہ ۱۵۸ طبع ایران)

مدینہ میں مجلسوں کا انعقاد:

مدینہ منورہ میں مخدرات عصمت کے پہنچنے کے بعد مجلس غم کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلی مجلس جناب ام البنینؓ مادر عباسؓ کے گھر منعقد ہوئی۔ پھر دوسری مجلس فاطمہ صغریٰ کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر تیسری مجلس امام حسنؓ کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر محمد حنفیہ کے گھر مجلس منعقد ہوئی۔ پھر روضہ رسولؐ پر مجلس منعقد کی گئی اور وہاں جو نوحہ پڑھا گیا اس کا پہلا شعر یہ تھا:-

الایار رسول اللہ یا خیر مرسل حسینک مقتول ونسلک ضائع
اے پیغمبر اسلام! اے اللہ کے رسول، اے بہترین مرسل۔ آپ کے حسینؓ کر بلا میں قتل کر دیئے گئے اور آپ کی نسل ضائع و برباد کی گئی۔

پیغمبر اسلام کے روضے پر نوحہ و ماتم کرنے کے بعد سارا مجمع حضرت فاطمہ اور امام حسنؓ کے روضہ انور پر آیا اور قیامت خیز نوحہ و ماتم کرتا رہا۔ اس وقت جو نوحہ پڑھا گیا اس کا پہلا شعر یہ ہے:-

الانوحوا وضحوا بالکبا

على السبط الشهيد بكر بلاء

اے لوگو! نوحہ کرو اور روؤ اس قاتلِ عطش پر جو کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا۔ (ریاض القدس جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

علامہ کثوری لکھتے ہیں کہ نوحہ و ماتم کا سلسلہ پندرہ شبانہ روز مسلسل جاری رہا اور کئی روز بنی ہاشم کے گھر میں آگ روشن نہیں کی گئی۔ (ماہنامہ صفحہ ۸۰۰)

اُمّ البنینؑ اور حسینؑ کی مجالس:

حضرت زینب سلام اللہ علیہا، حضرت اُمّ البنینؑ کا خاص احترام کرتی تھیں جیسا کہ شہید اول لکھتے ہیں:-

حضرت اُمّ البنینؑ کی عظمت اور شخصیت کی وجہ سے زینبؑ سلام اللہ علیہا کربلا سے مدینے واپس آئیں اور حضرت اُمّ البنینؑ کے پاس پر سے کے لیے تشریف لے گئیں۔

حسینؑ کی عزاداری ان کے گھر میں برپا ہوتی تھی۔ (ریاض الاحزان صفحہ ۶۰)

اس عزاداری میں بنی ہاشم کی خواتین جمع ہو کر حسین علیہ السلام کے مظلوم خاندان پر گریہ کرتیں۔ مجلس پڑھنے والوں میں کبھی اُمّ سلمہ ہوتیں جو اس طرح بین کرتیں: خدا ظالموں کی قبروں کو اپنے غضب کی آگ سے جلانے۔ (ادب اللف ۷۱-۷۲)

خدا یا ان پر لعنت بھیج اور انہیں خوار و ذلیل کر اور انہیں ہلاک کر جنہوں نے اہل بیت کو قتل کیا۔ (کشف الغمہ ۵۸۲)

اُمّ لقمان بنت عقیل بن ابی طالب نے اس طرح سے مرثیہ پڑھا:

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم

ماذا فعلتم وانتم آخر الامم

بعترتی وباهلی بعد منقلبی

منهم اساری ومنهم ضر جوا بدمی

تم اس وقت کیا جواب دو گے اگر رسول تم سے پوچھے کہ یہ تم نے کیا کیا جبکہ تم آخری امت میں سے تھے؟ یہ تم نے میری عزت اور خاندان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ ان میں سے بعض کو اسیر اور بعض کو شہید کر دیا کیا میری نصیحتوں کا صلہ یہ تھا کہ میرے اہل بیت کے ساتھ برا سلوک کرو؟

حضرت زینبؓ ام البنینؓ کو تسلی دیتی ہوئی ان کی اولاد کی شجاعت کے قصے سناتیں کہ کیسے انہوں نے میدان کر بلا میں مقابلہ کیا۔ فرماتی ہیں:

جب عباسؓ نے دیکھا کہ سب شہید ہو رہے ہیں تو اپنے بھائیوں سے کہا: مولا کی حمایت میں جام شہادت نوش کرو۔ یہ سن کر عبد اللہ آگے بڑھے اور یہ رجز پڑھا:

انا ابن ذی النجدة والافضال ذاك على الخير
ذوالفعال۔

میں دلیر اور جود و کرم کرنے والے کافر زندہ ہوں وہ علی علیہ السلام جو برتر اور نیک کردار ہیں۔ (کشف الغمہ ۶۸۰۲)

پھر جعفر نے رجز پڑھ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ (مقاتل الطالبین ۸۱)
اس کے بعد عمران نے بھی اپنا تعارف رجز پڑھ کر کیا اور خولی ملعون کے تیر سے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور بنی آبان کے ایک شخص نے ان کے سر کو تن سے جدا کیا اور آخر کار عباسؓ کی باری آئی اور پھر ان کی شجاعت کے قصے سنائے۔ (بحار الانوار ۳۷/۲۵)

علامہ سپہر کا شانی لکھتے ہیں۔ کہ جب عون و محمدؓ کی خبر شہادت عبد اللہ ابن جعفر طیار کو

پہنچی تو آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہا اور آبدیدہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر آپ کا ایک غلام مسمیٰ ابوالسلاسل بولا۔ ہذا مالقینا من الحسین ابن علی۔ حضور! یہ مصیبت تو ہمیں حسین ابن علی کی وجہ سے نصیب ہوئی۔ یہ سننا تھا کہ عبد اللہ نے ابوالسلاسل کو نعلین سے مارنا شروع کیا۔ اور کہا خدا کا شکر ہے کہ میرے بچے حسینؑ کے کام آگئے۔ مجھے رنج ہے کہ میں کیوں نہ جاسکا۔ میں وہاں ہوتا تو ضرور شرف شہادت حاصل کرتا۔ (ناخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۳۶ طبع بمبئی)

حضرت زینبؑ کا جناب اُمّ البنینؑ کے گھر عید کے دن جانا:

اچھ نزولِ آیہ تطہیر کے وقت اہل بیتؑ کے گھر انے میں ٹل اتنے افراد تھے کہ بس ایک چادر میں آگئے تھے، لیکن قدرت چاہتی تھی کہ ہمارے محبوب کا گھر انا پھولے پھلے لہذا وقت گذرا اور فاطمہؑ زہرا کے گھر میں بہاریں آنا شروع ہو گئیں اس بہار پر شباب آیا کہ ۵۰ھ کے بعد کہ اب اہل بیتؑ کے گھر میں ہر طرف خوبصورت پھول کھلے نظر آتے تھے اولادِ عقیلؑ، اولادِ جعفرؑ، اولادِ علیؑ۔ اس گھر میں جناب زینبؑ کو ثانی فاطمہؑ زہراؑ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ چنانچہ جناب زینبؑ ہر گھر کی خبر گیری رکھتی تھیں۔ خصوصیت سے تاریخ نے محفوظ کیا کہ جناب زینبؑ ہر سال عید پر جناب اُمّ البنینؑ کے گھر ضرور جاتی تھیں۔ آپؑ جناب اُمّ البنینؑ کا خاص احترام کرتی تھیں۔ جناب اُمّ البنینؑ کے چار بیٹے جناب عباسؑ، جناب عبد اللہؑ، جناب جعفرؑ اور جناب عمرانؑ، حضرت اُمّ البنینؑ کے چاند اور ستارے تھے۔ ۶۰ھ تک اس گھر میں جناب عباسؑ کے صاحبزادے اور امکان ہے کہ باقی تین صاحبزادگان اُمّ البنینؑ کی بھی اولادیں ضرور ہو گئی۔

جناب زینبؑ ہر عید پر جب اپنے ان بھائیوں کے گھر پر آتی ہو گئی تو جناب اُمّ البنینؑ اور ان کے چاروں صاحبزادوں کی خوشی تو ایک طرف لیکن خود جناب زینبؑ

اپنے شیردل بھائیوں کو دیکھ کے کتنا خوش ہوتی ہوں گی کہ یہ ہمارے پردے کے محافظ ہیں۔ یہ ہمارے دلوں کی قوت ہیں، یہ ہمارے ارادوں کا استحکام ہیں، یہی ہمارا عزم و حوصلہ ہیں، یہی ہمارا فخر ہیں، یہی ہماری قوت ہیں۔ جب جناب زینبؓ بیتِ اُمّ البنینؓ میں داخل ہوتی تھیں تو خود جناب اُمّ البنینؓ اور اُن کی اولادیں جناب زینبؓ کے استقبال اور احترام میں کھڑے ہو جاتے اور نہایت عزت و تکریم کے ساتھ نشست پیش کی جاتی۔ جناب اُمّ البنینؓ کے صاحبزادے جناب زینبؓ کا ماں کی طرح احترام کرتے تھے۔ وہ گھر عباسؓ، عبداللہؓ، جعفرؓ اور عمرانؓ کے انوار سے جگمگا رہا تھا، ان کی اور ان کی اولادوں کی خوشبوؤں سے مہکا ہوا تھا۔ لیکن ہر سال کی طرح جب بعدِ کر بلا پہلی عید آئی تو حسبِ دستور جناب زینبؓ، بیتِ اُمّ البنینؓ میں داخل ہوئی ہوگی تو اس دن کیا کیا نہ یاد آیا ہوگا وہ شیرجیسے بھائی اور اُن کے جگمگاتے حجرے جب ویران نظر آئے ہونگے تو کیا جناب زینبؓ نے ایک ایک بھائی کا نام لے کر یاد نہ کیا ہوگا۔ تو جناب اُمّ البنینؓ جناب زینبؓ سے لپٹ کر روئیں اور بانالہ وآہ اپنے فرزندوں کو یاد کیا۔ جناب اُمّ البنینؓ نے جناب زینبؓ سے پوچھا کہ بی بی بتائیں میرے عباسؓ نے حق و فاکس طرح ادا کیا جناب زینبؓ نے اپنے بھائی عباسؓ علمدار کے وفاؤں اور شجاعتوں کا ذکر کیا کہ کس طرح عباسؓ نے حسینؓ اور ان کے بچوں کی تادمِ زیست حفاظت کی اور جنگ کرتے کرتے کس طرح اپنی جان دے دی جناب اُمّ البنینؓ نے پوچھا بی بی میرا بیٹا عباسؓ کس طرح گھوڑے سے گرا کیا گھوڑے سے گرنے سے پہلے میرے عباسؓ کے ہاتھ کٹ چکے تھے؟ جناب زینبؓ نے سر پیٹ لیا اور کہا کہ ہر شہید جب گھوڑے سے گرا تو اپنے ہاتھوں کا سہارا لے کر زمین پر آیا لیکن ہائے عباسؓ کا گرنا کیا بتاؤں میرے بھائی عباسؓ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے میرا بھائی سر کے بل زمین پر گرا۔ گھر میں

ایک کہرام بپا ہو گیا۔ جناب اُمّ البنینؓ انھیں اور عباسؓ علمدار کے بیٹے عبید اللہؓ کو بلا کر سینے سے لگایا اور کہا میرے لعل تم نے اپنے بابا کی وفا کا ذکر سنا تو اب میں تم کو بھی وہی وصیت کرتی ہوں جو میں نے عباسؓ سے کی تھی۔ اے عبید اللہؓ! اب فاطمہ زہراؓ کے گھر کی ایک نشانی بچی ہے جس طرح عباسؓ نے تادم آخر حسینؓ کی حفاظت کی تم بھی جب تک زندگی ہے حسینؓ کے لعل سید سجادؓ کی حفاظت میں اپنی زندگی وقف کر دو۔

دن کی دھوپ، رات کی اوس:

امام حسینؓ کی شہادت کے بعد پانچ بیبیاں سائے میں نہیں بیٹھیں حضرت زینبؓ، حضرت اُمّ البنینؓ، حضرت اُمّ فروہؓ، حضرت اُمّ لیلیٰؓ، حضرت اُمّ ربابؓ، دن کی دھوپ اور رات کی اوس میں کھلے آسمان کے نیچے یہ خواتین بیٹھ کر گریہ کرتی رہیں یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

باب ۱۹.....

حضرت اُمّ البنینؓ کے مرثیے

حضرت عباسؓ کے متعلق

عربی ادب میں مرثیہ:

واضح ہو کہ مرثیہ خوانی عربی ادب میں مشہور ہے جسے انسان کی وجدانی اور جذبات کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اور شاعر کا عقیدہ جو اس کے دل میں راسخ ہے۔ اور محبت کا اندازہ جو محبوب سے متعلق دل میں موجود ہے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مرثیہ گوئی اسلام سے پہلے عربوں کے درمیان بہت محدود تھی۔ اگر کوئی مر جائے تو اس کے صفات اور جھوٹی باتوں پر مشتمل اشعار پڑھتے تھے جس سے زندوں کے لیے فائدہ نہیں ہوتا تھا۔

فن شاعری کے لحاظ سے جس قدر غزل گوئی۔ مدح و منقبت و فخر و مباہات۔ غیرت و سخاوت اور شجاعت سے متعلق اشعار کا دائرہ وسیع ہے نسبتاً ایک مرنے والے کی صفات پر مشتمل اشعار بہت محدود ہوتے ہیں اور دائرہ بھی محدود اور تنگ ہوتا ہے۔

میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ اور ہر شاعر کا انداز بیان اور شاعری کا اسلوب دوسرے سے جدا ہو گیا۔ چونکہ موضوع شاعری ایک ٹھانٹھیں مارنے والا سمندر کی طرح گہرا اور موجزن تھا اس لیے ہر شاعر اپنا اسلوب مرثیہ گوئی میں جداگانہ حیثیت رکھتا تھا۔ اس لیے کہ شہدائے کربلا کے موضوعات اور اوصاف محدود نہیں تھے وہ شہدائے اولین و آخرین کا مجموعہ تھے ہماری زندگی کے لیے نور ہدایت اور طاغوتی قوتوں سے مقابلے کے لیے بہترین نمونہ اور ضرورت کے وقت دین کے لیے قربانی پیش کرنے کا اعلیٰ ترین اسوۂ حسنہ تھے۔

اس لیے ہم عاشورا ۱۰ھ کے بعد اس درس گاہ فداکاری کا سبق حاصل کرتے ہیں۔ جس کی مثال نہ اولین سے مل سکتی ہے نہ آنے والے دور میں۔ چنانچہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

عَظَمَ الْفَدَىٰ وَتَضَحِيَّتَكَ أَعْظَمَ
فِيهِمْ يَفْتَتِحُ الْجِهَادَ وَيَخْتَتِمُ

تیری فداکاری اور قربانی عظیم ہے۔ جہاد کا افتتاح یہیں سے ہوتا ہے اور اختتام بھی۔

یہ شاندار فصیح و بلیغ مرثیہ حضرت اُمّ البنینؓ سلام اللہ علیہا نے اپنے چار بیٹوں جو کربلا میں شہید ہو گئے کے بارے میں فرمایا ہے۔

لَا تَدْعُونَنِي وَيَا أُمَّ الْبَنِيْنَ
تَذَكِّرْنِي بِبَلِيُوْثِ الْعَرِيْنِ

(آج کے بعد) مجھے اُمّ البنینؓ (بیٹوں کی ماں) کہہ کر مت پکارو، اس پکار سے تم مجھے اپنے دلیر شیروں کی یاد دلاتے ہو۔

كَانَتْ بَنُونَ لِي أُلْعَىٰ بِهِمْ
وَالْيَوْمَ أَصْبَحْتُ وَلَا مِنْ بَيْنَيْنِ

میرے چار بیٹے زندہ تھے اس لیے سب مجھے اُمّ النین کے نام سے پکارتے تھے۔
آج میں نے صبح اس حالت میں گزاردی میرے کوئی فرزند نہیں۔

أَرْبَعَةٌ مِّثْلُ نُسُودِ الرَّبِّي
قَدْ وَاصَلُوا الْمَوْتَ بِقَطْعِي الْوَتَيْنِ

میرے چار بیٹے کو ہمارے عقاب جیسے تھے۔ موت نے ان کی شرگ تمام کاٹ
دی ہے۔

تَنَازَعَ الْحَزْحَانُ أَشْلَاءَهُمْ
فَكُلُّهُمْ أَمْسَىٰ حَرِيْقًا طَعِيْنِ

ان کے جسموں پر اس قدر نیزے پڑے کہ۔ سب کے سب نیزوں کے نوک سے
شہید ہو گئے۔

يَا أَيُّكَ شَعْرِي كَمَا أَخْبَرُوا
بِأَنَّ عَبَّاسًا قَطَّيْعُ الْوَتَيْنِ

اے کاش مجھے یہ معلوم ہوتا جیسا کہ مجھ نے خبر سنائی کہ۔ کیا میرے عباس کے
ہاتھ بدن سے جدا کئے گئے ہیں۔

یہ دسویں مرثیہ جناب اُمّ النین نے گریہ وزاری کے ساتھ پڑھا چونکہ اولاد سے
جدائی کا داغ والدین کے قلب و جگر پر لگتا ہے۔ چنانچہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَوْلَادُنَا الْكِبَادُنَا فَاِنْ عَاشَوْا فَتَنُونَا وَاِنْ مَاتُوا

اَحْزَنُونَا۔

ہماری اولاد ہمارے جگر ہیں۔ اگر زندہ رہے ہمیں آزمائشوں میں مبتلا کر دیتے ہیں اور مر گئے تو غم و فکر سے دوچار کر دیتے ہیں۔

محبت کا جذبہ اولاد کے بارے میں جس قدر ماں کے دل میں موجود ہوتا ہے باپ کے دل میں نہیں ہوتا۔ ماں اپنی جان قربان کر دیتی ہے لیکن اولاد پر معمولی سی ضرر قابل برداشت نہیں سمجھتی ہے۔ (حیدر المرجانی)

جناب اُم البنینؑ جنت البقیع میں:

جب کربلا کا سنگین واقعہ عالم وقوع میں آچکا۔ اور اس کی خبر جناب اُم البنینؑ مادر گرامی حضرت عباس علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے اسی دن سے بقیع میں آکر فلک شکاف نالے شروع کر دیئے۔ آپ کی آواز میں وہ درد تھا کہ درود یوار گریہ کن نظر آنے لگے تھے۔ کیا دوست کیا دشمن سب رو پڑے تھے۔ سب کو جانے دیجئے۔ مروان شقی علیہ اللعن جو شقاوت دلی اور قساوت قلبی میں اپنی نظیر آپ تھا وہ بھی آپ کے درد بھرے کلمات درد آگین لہجہ سے سُن کر رو پڑتا تھا۔

قد کانت تخرج الی البقیع کل یوم ترثیہ و تحمل

ولده عبید اللہ فیجتمع یسماع رثائہا اهل المدینة

وفیہم مردان ابن الحکم فیبکون لثجی الندبة الخ

(ابصار العین صفحہ ۳۱ طبع نجف اشرف۔ تحفہ حسینہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۸۔ اسرار الشہادت صفحہ ۲۲۳۔

ناخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۹۱ طبع بمبئی جلاء العیون صفحہ ۲۰۸۔ مناقب الجنان صفحہ ۵۵۰۔ مجالس المتقین

صفحہ ۲۷ طبع ایران۔ مقتل عوالم صفحہ ۹۲ طبع ایران۔ (دعوتہ الساکبہ صفحہ ۳۳۷)

جناب اُم البنینؑ حضرت عباس علیہ السلام کے بیٹے عبید اللہ کو

لے کر روزانہ بقیع میں جا کر مرثیہ کی حیثیت سے اس بے تابی سے

گرمہ کرتی تھیں کہ تمام اہل مدینہ اس کے سننے کے لئے جمع ہو کر

پناہ گریہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مروان بن حکم بھی درد بھرے
نوحے سن کر رو دیتا تھا۔

سچ ہے ماں کا دل نہایت ہی نرم اور نازک ہوا کرتا ہے۔ جناب اُمّ البنینؓ جس قدر
بھی گریہ کرتیں کم تھا۔ ایک تو امام حسینؑ کی مصیبت۔ دوسرے اپنے چار بیٹوں کی بے
وردانہ شہادت وہ بیٹے بھی ایسے کہ جن کی نظیر ناممکن۔ کوئی وفا کا بادشاہ۔ کوئی شجاعت
میں بے نظیر۔ کوئی بہادری میں بے مثل کوئی فرمانبرداری میں لا جواب۔ یہ وہ اسباب
تھے۔ جو جناب اُمّ البنینؓ کو خون کے آنسو مدتوں رلاتے رہے۔

اخلاقی دنیا کا عظیم ترین فرض اور نفسیاتِ انسانی کا اہم ترین مظہر مرثیہ ہے۔ مرثیہ
اُن جذباتِ دلی کے اظہار کا نام ہے جو کسی انسان کے غم میں ابھرا کرتے ہیں اور
وابستگان کے قلوب کو بریاں کرتے ہیں۔ ہیئت اور تکنیک سے قطع نظر مرثیہ صرف
جذباتِ غم کا اظہار ہے اور بس یہ اور بات ہے کہ اس سے ضمنی طور پر مرنے والے کے
کردار اور اُس کی شخصیت و حیثیت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ جذبہ کا تعلق ایک
خصوصیت اور امتیاز پیدا کرتا ہے اور مرثیہ کی حقیقت اُس کے بغیر نامتام رہ جاتی ہے۔

قصیدہ اور مرثیہ کا بنیادی امتیاز یہی ہے کہ قصیدہ اُن جذبات کے اظہار کا نام ہے جو
کسی صاحبِ کمال کے کمال سے متعلق ہوتے ہیں اور مرثیہ اُن جذبات کے اظہار کا
نام ہے جو صاحبِ کمال کے غم و الم سے پیدا ہوتے ہیں۔

مرثیہ کی تاریخ انسانی نفسیات کی تاریخ ہے اور مرثیہ کا وجود انسانی جذبات کی
پیداوار ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ صاحبِ کمال انسان دنیا سے اُٹھ جائے اور اُس کے
وابستگان اُس کا مرثیہ نہ پڑھیں۔ یہ اور بات ہے کہ یہ مرثیہ کبھی نثر میں ہوتا ہے اور کبھی
نظم میں۔

اصطلاحی طور پر نثر میں اظہارِ غم کو مرثیہ نہیں کہا جاتا۔ لیکن یہ مفہوم مرثیہ کا قصور نہیں ہے۔ یہ صرف عربی مزاج کا تقاضا تھا کہ عرب فطری طور پر شاعر ہوا کرتے تھے۔ وہ اپنے مافی الضمیر کو اجتماعی طور پر نظم ہی میں ظاہر کیا کرتے تھے۔ اُن کا رجز۔ اُن کی مدح۔ ان کی ہجو سب عام طور پر نظم ہی سے متعلق ہوا کرتی تھی۔ مرثیہ بھی انھیں اصنافِ اظہار میں ایک صنف کا نام تھا اس لیے اُس کا بھی نظم میں ہونا ناگزیر تھا۔

دھیرے دھیرے اُس کے اصول و قوانین مرتب ہونے لگے اور اُردو شاعری میں مرثیہ قصیدہ سے بالکل الگ ایک صنف بن گیا۔

عربی شاعری میں اس قسم کے امتیاز کا کوئی وجود نہیں تھا۔ وہاں قصیدہ اور مرثیہ کا فرق صرف جذبات سے متعلق تھا۔ بیت اور تکیلک سے اُس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اُردو زبان میں دونوں کا فرق مادہ اور بیت دونوں سے متعلق ہو گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب مرثیہ پڑھنا ایک اخلاقی فرض اور جذباتی مطالبہ ہے تو جس قدر مرنے والا صاحبِ اوصاف و کمالات ہوگا اتنا ہی مرثیہ جامع اور ہمہ گیر ہوگا اور جس قدر تاثر شدید ہوگا اُسی قدر مرثیہ کی اثر انگیزی بھی زیادہ ہوگی۔

جناب عباسؑ کی شخصیت بھی ایک عظیم ترین شخصیت ہے۔ آپ کے کمالات بے حد جامع اور ہمہ گیر تھے اس لیے آپ کے مرثیہ کا انداز عام افراد سے مختلف ہونا ہی چاہیے تھا۔

یہی وجہ تھی کہ جب بقیع میں جناب اُمّ البنینؑ آپ کا مرثیہ پڑھا کرتی تھیں تو مروان جیسا دشمنِ اہل بیتؑ بھی چند لمحہ ٹھہر کر آنسو بہایا کرتا تھا اور آپ کے بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

حضرت عباسؓ کے متعلق اُم البنینؓ کے مرثیے:

عام طور پر مشہور یہی ہے کہ سب سے پہلے جناب عباسؓ کا مرثیہ آپ ہی نے پڑھا ہے۔ لیکن تاریخی اعتبار سے اس سے پہلے بھی مرثیہ کا وجود ملتا ہے اور تاریخِ کربلا کے بیان کے مطابق سب سے پہلے آپ کا مرثیہ امام حسینؓ نے پڑھا ہے۔

لاشِ علمدار کے سر ہانے پہنچ کر امام حسینؓ نے جن جذبات کا مظاہرہ کیا ہے وہ یہ ہیں:-

اخی یا نور عینی یا شقیقی
فلّی قد کنت کالوکن الوثیق
ایا ابن ابی نصحت اُخاک حتی
سقاک اللہ کاشاً من وحیق
ایا قمرأ منیراً کُنت عوبی
علی کل النوائب فی المضیق
فبعدک لاتطیب لنا حیلہ
سنجمع فی الغدۃ علی الحقیق
الاللہ شکوای و صبری
وما القاه من ظمًا و ضیق
(اسرار الشہادت)

حضرت عباسؓ علیہ السلام کی ماں جناب اُم البنینؓ نے خبر شہادت پانے کے بعد حسب ذیل اشعار جن کو ابو الحسن انخفش نے بھی شرح کامل میں لکھا ہے۔ بطور مرثیہ

يامن راى العباس كر

على جماهير النقد

اے وہ شخص جس نے میرے بیٹے عباس کو منتخب اور چیدہ (ٹڈی دل) جماعتوں پر حملہ آور دیکھا۔

وراه من ابنائ حيدر

كل ليـث ذى لبـد

اور ان کے علاوہ شیر خدا کے ایسے بیٹوں کو (حملہ کرتے دیکھا ہے) جو شیر پیشہ شجاعت ہے۔

اتبئت ان ابنى اصيب

براسه مقطوع يد

(ذرا ہتا تو سہی) مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ میری رگ جان سے زیادہ عزیز تر فرزند عباس کا سر دونوں ہاتھوں سمیت کاٹا گیا ہے (ہائے کیا یہ سچ ہے)۔

ويلى على شبلى اما

ل براسه ضرب العمـد

آہ! آہ! میرے شیر کا سر گرز آہنی کی ضرب سے جھک گیا تھا۔

لوكان سيفك فى يد

يك لـمـا دنـا منك اـحـد

اے میرے بہادر بیٹے (خدا کی قسم) مجھے یقین ہے کہ اگر تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تیرے نزدیک کوئی پھٹک نہیں سکتا تھا۔

(ابصار العین فی انصار الحسین صفحہ ۳۱ طبع نجف اشرف ۱۳۴۱ھ متابع الجہاں صفحہ ۵۵۰ طبع ایران ۱۳۵۲ھ۔ منہاج الدموع صفحہ ۴۰۹ طبع قم ۱۳۴۱ھ)

مرثیہ ثانیہ:

لا تدعونی ویک ام البنین
تذکرینی بلیوٹ العرین
ہائے اے سرزمین مدینہ کی رہنے والیو (خدا کے لیے) مجھے اُم البنین کہہ کر نہ
پکارو۔ اس لیے کہ میرے شیر دل (شہید شدہ نوجوان بیٹے) یاد آ جاتے ہیں۔
کانت بنون لی ادعی بہم
والیوم اصبحت ولا من بنین
ارے جب میرے بیٹے تھے تب میں اس نام سے پکارے جانے کی مستحق تھی۔ مگر
افسوس کہ آج میرے کوئی فرزند نہیں ہے۔
اربعة مثل نسور الربی
قد واصلوا الموت بقطع الوتین
(در اصل) میرے چار جلیل الشان بیٹے تھے، جو (جماعت امام حسینؑ میں) رگ
گردن کٹا کر آغوش موت سے ہمکنار ہو گئے۔
تنزع الخرصان اشلائهم
فکلهم امسی صریعا طعین
ان بیٹوں کی اس طرح شہادت ہو گئی کہ بھوک اور پیاس سے ان کے جوڑ بند خشک
ہو گئے تھے۔

یالیت شعری ألما اخبروا

بان عباساً قطع الیمین

کے کاش مجھے کوئی صحیح بتا دیتا۔ کیا سچ مچ (ہمارے پیارے بیٹے) عباسؑ کے

ہاتھ شمشیر ظلم سے کاٹے گئے ہیں۔ (ابصار العین صفحہ ۳۲ و مفتاح الجنان صفحہ ۵۵۰)

حضرت عباسؓ پر جناب اُمّ البین کے پوتے فضل بن حسن کا مرثیہ:

علامہ مرزا عبدالحسین الامینی اپنی کتاب الغدیر جلد ۳ صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے پوتے فضل ابن حسن بن عبید اللہ بن عباسؓ بن علی ابن ابی طالب نے اپنے چچا زاد ار حضرت عباس علیہ السلام کا مرثیہ ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

احق الناس ان يبكى عليه

فتى ابكى الحسين بكربلاء

اخوه وابن والده على

ابوالفضل المضرغ بالدماء

متى واساه لا يثنيه شيء

وجادله على عطش بماء

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس پر رویا جائے۔ جس نے امام حسین علیہ السلام جیسے صابر کو کربلا میں زلا دیا۔ وہ کون تھے۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے بھائی تھے اور ان کی امداد میں خون میں نہائے ہوئے دنیا سے گئے۔ انہوں نے پوری مواسات کی اور ان کے لیے حالت عطش میں جنگ کی اور پیا سے دنیا سے سدھارے۔

ایضاح: اشرف علی مورخ ہندی نے اپنی کتاب روض الجنان میں مذکورہ اشعار کو فضل بن حسن کی طرف اور ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں ایک شاعر کی طرف اور علامہ عبد اللہ شبیر نے اپنی کتاب جلاء العیون عربی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔

اہل نسب اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس دن حضرت حسین علیہ السلام عراق جانے کے قصد سے مدینہ چھوڑ رہے تھے اس وقت اُمّ البنینؓ زندہ تھیں۔ اور واقعہ کربلا کے بعد بھی آپ جنت البقیع جا کر وہاں اپنے چار بیٹوں کی شہادت پر مرثیہ پڑھتی اور گریہ کرتی تھیں۔ عقیدۃ القریش حضرت زینبؓ سلام اللہ علیہا ان کے گھر جا کر زیارت کرتی تھیں اور خیریت پوچھا کرتی تھیں۔

طبری اپنی تاریخی کتاب میں اور ابوالفرج اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ حضرت اُمّ البنینؓ روزانہ مزار البقیع جاتی تھیں اپنے شہدا پر مرثیہ پڑھتی اور گریہ کرتی تھیں۔ سننے والوں پر گریہ طاری ہو جاتا اور وہاں سے گزرنے والے سخت متاثر ہوتے تھے، مروان ایک دفعہ وہاں سے گزر رہا تھا۔ اُمّ البنینؓ کا گریہ اور مرثیہ سن کر خود اور ساتھی رونے لگے۔ یاد رکھئے مروان دشمن اہل بیت علیہم السلام اور پتھر دل ہوتے ہوئے بھی رونے لگا۔ اس سے مصیبت آل محمد علیہا السلام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر بنت الشاطی نے اپنی کتاب ”سکینہ بنت الحسین“ میں لکھا ہے کہ حضرت اُمّ رباب سکینہ بنت حسینؓ کی شہادت سے دن رات گریہ فرماتی تھیں۔ یہاں تک اسی حالت میں رحلت فرما گئیں اسی طرح اُمّ البنینؓ زوجہ حضرت علیؓ علیہ السلام روزانہ البقیع جا کر اپنے چاروں بیٹوں پر گریہ کرتی تھیں آخر کار رحمت الہی سے پیوستہ ہو گئیں، کتاب زینبؓ کبریٰ میں نقدی نے اور مقتل الحسین نامی کتاب میں عاملی نے لکھا ہے کہ حضرت اُمّ البنینؓ حضرت عباسؓ کے چھوٹے فرزند عبید اللہ کو اپنے ساتھ لے کر جنت البقیع تشریف لے جاتی تھیں اور مرثیہ جو درج ذیل ہے پڑھتی تھیں۔

لَا تَدْعُونِي وَيَا اُمَّ الْبَنِينَ تَذَكِّرُنِي بِلُيُوثِ الْعَرِينِ
اُمّ البنینؓ کہہ کے پکارے نہ اب کوئی آئے ہیں یاد مجھ کو وہ شیرانِ حیدری

كَانَتْ بَنُونَ لَہ اُدْعٰی بہم
 جب تک تھے میرے لال میں اُم البنین تھی
 وَالْيَوْمَ اَصْبَحْتُ وَلَا مِنْ بَنِي
 اجڑی ہے ایسی کوکھ کہ اب کچھ نہیں رہی
 اَرْبَعَةٌ مِثْلُ نُسُورِ الرَّبِّ
 وہ میرے چار شیر نیتان مرتضیٰ
 قَدْ وَاَصَلُوا الْمَوْتَ بِقَطْعِ الْوَتِينِ
 سردے کے سو گئے جو سر خاک کر بلا
 فَكُلُّهُمْ اَمْسٰی صَرِيعًا طَعِينًا
 وہ جنگ کی زمیں پہ برسے لگا لہو
 يَا لَيْتَ شِعْرِي اَكْمَا اَخْبَرُوا
 اے کاش کوئی آ کے مجھے دیتا یہ خبر
 کیا واقعاً تھا دست بریدہ مرا پسر
 اس کے علاوہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت اُم البنین فاطمہ مٹی کی چار قبریں
 سامنے بنا کر ان کے درمیان میں خود بیٹھ کر مرثیہ خوانی کرتی تھیں۔

يٰ اَمَنْ رَاى الْعَبَّاسَ
 دیکھا ہے جس نے حملہ عباس نامور
 وَوَرَاهُ مِنْ اَبْنَاءِ حَيْدَرٍ
 تھے جس کے ساتھ اور بھی کرار کے پسر
 اَنْبِئْتُ اَنْ اِبْنِيْ اُصِيبَ
 سنتی ہوں ہاتھ کٹنے پہ زخمی ہوا تھا سر
 وَيَلِيْ عَلٰى شِبْلِيْ اَمَالٍ
 یارب گرا تھا لال مرا کیسے خاک پر
 لَوْ كُنَّا سَيْفُكَ فِى يَدَيْكَ
 ہوتی جو تیغ پاس نہ آتا کوئی نظر

حضرت یعقوبؑ اپنے فرزند یوسف کے لقمہ گرگ ہو جانے کے شک پر روئے اُم
البنینؑ نے سرِ حسینؑ کے آنے کے بعد یقین پر صف ماتم بچھائی۔ جس ماں کے ایسے چار
بیٹے ہوں اور وہ چاروں ایک ساتھ قتل ہو جائیں اُس کے تاثرات قلم کی زبان سے
کہاں ادا ہو سکتے ہیں شرح کامل میں ابوالحسن اخفش عرب کے بہت بڑے ادیب کی
زبانی یہ روایت درج ہے کہ اُم البنینؑ واقعہ کربلا کی اطلاع پانے کے بعد سے برابر
روزانہ بقیع کی طرف چلی جاتی تھیں اور جناب عباسؑ کے بچہ عبید اللہ کو اپنے ساتھ لے
جاتی تھیں اور عباسؑ کا مرثیہ پڑھتی تھیں یہ نوحہ اتنا دردناک ہوتا تھا کہ مدینہ کے لوگ
اُس کو سننے جمع ہوتے تھے اور مروان بن الحکم ایسا دشمن بھی اکثر وہاں چلا جاتا تھا اور پُر
درد اشعار کوسن کر لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے ذرا ان اشعار کا مضمون
سنئے دیکھئے تو وہ کیا ہیں؟ اُن میں فقط درد ہی نہیں بلکہ وہ قوتِ نفس بھی ہے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ عباسؑ ایسے شیر کی ماں کے دل سے نکلے ہوئے ہیں۔ کہاں ہیں
دیکھنے والے میرے شیر عباسؑ کے جب وہ حملہ آور تھا بھینروں کے گلہ پر اور اُس کے
پیچھے تھے حیدرِ صفدر کی اولاد کے کئی شیر مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے فرزند کے سر پر گرز لگا
اُس وقت جب اُس کے ہاتھ کٹ چکے تھے ہائے افسوس میرے بچے کے سر کو گرز نے
شگافہ کر دیا اے عباسؑ مجھے یقین ہے کہ اگر تیری تلوار تیرے ہاتھ میں رہتی تو کسی کو
ہمت نہ ہوتی کہ تیرے قریب آ سکے۔ انتہی

یہ اشعار بھی جناب اُم البنینؑ کے ایک خاص اثر کے حامل ہیں ”اے لوگو اب مجھے“
اُم البنینؑ (فرزندوں کی ماں) نہ کہو اس سے تو مجھے میرے شیر یاد آ جاتے ہیں۔ تھے
کبھی میرے کئی بیٹے جن کے نام سے میں پکاری جاتی تھی اب تو میرے بیٹے ہی نہیں
رہ گئے چار وہ جیسے باز ہائے شکاری سب موت کے گلے میں باہیں ڈال چکے نیزوں

نے اُن کے جسم کے ٹکڑے کئے اور سب زمین پر بے جان ہو کر گر گئے۔ ارے کیا یہ صحیح ہے لوگ کہتے ہیں کہ عباسؓ کے ہاتھ بھی قطع ہو گئے تھے۔

باب الاسماء میں اس نوحہ پر بحث ہو چکی ہے۔ اور لفظ بلفظ تشریح سے خوفِ طول میں ہم قاصر ہیں اصل مرثیہ یہ ہے۔

یامن راوی العباس کز
 علی جماہیر النفد
 دوراہ من انباء حید
 رککل لیث ذی لبلاہ
 انبئت ان النبی احیب براسہ مقطوع ید
 ویلی علی علی شبللی ام
 ل براسہ ضرب العمود
 لوکان سید فک فی ید
 بک لمارنا منہ احد

پہلے شعر میں مکرر جملہ کا ذکر ہے جو حدیثِ خیرِ کرداراً غیرِ فواراً سے ماخوذ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے شعر میں محترمہ نے کسی اُس جملہ کا ذکر کیا ہے جس میں سب بھائی شریک تھے ظاہر ہے کہ بی بی نے براہِ راست زینبؓ و ام کلثومؓ شاہزادیوں سے حالات پوچھے ہیں اور چشم دید کیفیت کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دے کر تاثراتِ سلکِ نظم میں آئے شبلی کی لفظ محترمہ ام البنینؓ نے جنابِ معصومہ عالمِ فاطمہؓ زہراؓ کے منظوم کلام سے حاصل کی ہے جو سورۃ دہر کی شانِ نزول میں استعمال ہو چکی ہے۔

اسواجیاعاً وہم اشبالی (ابوالحسن) بچوں نے میرے یوں شام کی ہے کہ وہ

بھوکے ہیں مگر وہ شیر کے بچے ہیں۔ دوسرا مرثیہ یہ ہے۔

لَا تَدْعُونِي وَبِكَ وَأُمِّ الْبَنِينَ

تَذْكِرَتِي بَلِيُوثِ الْعَرِينِ

كَانَتْ بَنُونَ لِي ادْعَى بِهِمْ

وَالْيَوْمَ اصْبَحْتَ وَلَا مَنَ نَبِيْنِ

اربعة مثل نور الربى

قد وصلوا الميت يقطع الوتين

تنازعا الخرصان اشلائهم

فكاهم امى صريعاً طعبن

يا ليت شعري اكما اخبروا

بان عباساً قطع اليمين

دوسری نظم سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ چاروں بھائیوں کو دشمن کے نیزوں کا زیادہ سامنا ہوا یہ دلیل شجاعت ہے کہ دشمن اُن پر دور سے حملہ آور تھے۔

حضرت اُم البنینؓ حضرت عباسؓ کے ماتم میں:

مقاتل کی کتابوں میں حضرت عباسؓ کی فضیلت اور بلند مقام کے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سید الساجدینؓ نے فرمایا کہ خداوند بزرگ و برتر میرے چچا عباسؓ پر رحمت نازل فرمائے، انھوں نے بڑا اِثار کیا اور اپنی جان اسلام کی نصرت میں اپنے بھائی پر قربان کر دی یہاں تک کہ اپنے بھائی کی یاوری میں ان کے دونوں ہاتھ قطع کر دیئے گئے اور حق تعالیٰ نے دو ہاتھوں کے عوض ان کو دوسری عنایت فرمائے اور ان پر وہی سے فرشتوں کے ساتھ بہشت میں مانند حضرت جعفر بن

ابی طالب پرواز کرتے ہیں اور خداوند کریم کے نزدیک وہ بلند مرتبہ ہے جس پر قیامت کے دن تمام شہداء رشک کریں گے۔

حضرت اُم البنینؓ نے جب حضرت عباسؓ اور ان کے بھائیوں کی شہادت کی خبر سنی تو اس قدر دل سوز گریہ فرمایا کہ اہل مدینہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور چونکہ شہر میں آپ کی گریہ وزاری سے ہمسائیوں کو تکلیف ہوتی تھی لہذا ”بلقج“ کے قبرستان میں آپ نے ایک حجرہ بنالیا جہاں آپ صبح کو جاتی تھیں اور شام تک نالہ و فریاد کرتی تھیں اور اس محبت کی وجہ سے جو آپ کو حضرت عباسؓ سے تھی جب تک زندہ رہیں روتی رہیں اور جو شخص ان کے پاس سے گذرتا تھا وہ بھی ان کے بین سن کر رونے لگتا تھا حتیٰ کہ دشمن اور سنگ دل لوگ بھی رونے لگتے تھے۔ ایک روز مروان بن حکم جو کہ خاندان نبوت کا سب سے بڑا دشمن تھا حضرت اُم البنینؓ کے پاس سے گذرا اور ان کا نوحہ سن کر رونے لگا۔

حضرت اُم البنینؓ نے اپنے بیٹوں کے غم میں بہت سے مریضے لکھے۔ وہ صاحب علم اور فصیح و بلیغ شاعرہ اور بڑی زاہدہ تھیں۔

حسب ذیل اشعار جو انھوں نے حضرت عباسؓ اور ان کے بھائیوں کے غم میں نظم فرمائے ہیں بہت مشہور ہیں:-

يَا مَنْ رَأَى الْعَبَّاسَ كَرَّ عَلَى جَمَاهِيرِ النَّقْدِ

اے وہ شخص جس نے عباسؓ کو منتخب بہادروں کے ہجوم پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا۔

وَوَزَاةٍ مِنْ أَنْبَاءِ حَيْدَرٍ كُلِّ لَيْثٍ ذِي لَبِيدٍ

جبکہ عباسؓ کے پیچھے حیدر کی اولاد تھی جس میں ہر شخص ایک بہادر شیر کی طرح تھا۔

أَنْبَتَتْ أَنَّ ابْنِي أَصِيبَ بِرَأْسِهِ مَقْطُوعَ يَدٍ

مجھ کو اطلاع ملی ہے کہ میرے بیٹے کے سر پر اس وقت گرز مارا گیا جبکہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے۔

وَيْلِي عَلَى شَيْئِي أَمَالَ بِرَاسِهِ ضَرْبُ الْعَمَدِ
مجھ کو افسوس ہے کہ میرے جوان شیر کے سر پر گرز لگا۔

لَوْ كَانَ سَيْفُكَ فِي يَدَيْكَ لَمَادَنِي مِنْهُ أَحَدٌ
اے عباس! کاش تیرے ہاتھوں میں تلوار ہوتی تو کوئی حملہ آور قریب نہ آتا۔

لَا تَدْعُونِي وَيَا أُمَّ الْبَنِينَ
ارے اب مجھے اُم البنین کہہ کر نہ پکارو

تَذَكَّرِيْنِي بِأَيُّوْتِ الْعَرِيْنِ
کہ تم مجھے یاد دلاتی ہو ان بیشہ وعا کے شیروں کی

كَأَنْتَ بَنُوْنٌ لِّىْ اُدْعِىْ بِهِمْ
تھے میرے بیٹے جنکی طرف منسوب کر کے مجھے پکارا جاتا تھا

وَالْيَوْمَ أَضْحَكَ وَلَا مِثْلَ بَنِينَ
اب تو میں اس عالم میں ہوں کہ اب میرے بیٹے نہیں رہ گئے ہیں

أَرْبَعَةٌ مِّثْلُ نُسُورِ الرَّبِّىْ
وہ چار جو مثل شہبازوں کے تھے

قَدْوَا صَلُّوْا الْمَوْتَ بِقَطْعِ الْوَتِيْنِ
جنھوں نے موت سے رشتہ قائم کیا اپنی رگہائے گردن کو کٹا کر

تَنَازَعَ الْجِرَاضَانِ أَشْلَاءُ
نیوزوں کی انیاں متواتر ان کے جسم پر پڑیں

(362)

فَكُلُّهُمْ أُمْسَىٰ صَرِيحاً طِينٌ

جس سے وہ بے جان ہو کر زمین پر گر گئے

يَا لَيْتَ شَعْرِي أَكْمَأَخْبَرُوا

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سچ ہے

بِأَنَّ عَبَّاساً قَطِيعُ الْيَمِينِ

کہ عباسؑ کے ہاتھ بھی قطع ہو گئے

jabir.abbas@yahoo.com

باب ﴿..... ۲۰

وفات حضرت اُمّ البنینؓ

بعد واقعہ کر بلا حضرت اُمّ البنینؓ ایسی ضعیف و ناتواں ہو گئیں کہ ہمیشہ بہ سبب درد سر کے سرِ اطہر پر ایک رومال بندھا رہتا تھا اور چشمِ انور سے ہر وقت متصل اشک جاری اور ہائے حسینؑ، ہائے عباسؑ، ہائے جعفرؑ، ہائے عبداللہؑ زبانِ اقدس پر جاری تھا اور ہمیشہ قبرستانِ جنت البقیع جا کر نوحہ اور بین کرتی تھیں اور ایک ایک فرزندِ نوجوان کا نام لے کر رویا کرتی تھیں۔ جب تک زندہ رہیں اسی طرح روتی رہیں۔ یہاں تک مغموم و محزون دنیا سے رحلت کر گئیں۔ (بحر المصاب صفحہ ۴۶۰)

وفات کا سن اور تاریخ:

۱۳ جمادی الثانی یومِ جمعہ ۶۴ ہجری میں اس دنیا سے رحلت فرما گئیں (یعنی حادثہ کر بلا کے بعد تین سال پانچ مہینے اور تین دن زندہ رہیں) لیکن مشہور خواتین جو عالم اسلام میں گزر چکی ہیں ان میں سے اکثر کی تاریخِ ولادت و وفات کتابوں میں ذکر نہیں۔

میں تاریخی اور انساب کی کتابوں میں انتہا جستجو کے بعد تاریخِ وفات اور دنِ تلاش

کرنے میں کامیاب ہوا۔ اتفاق سے علامہ بیر جندی کی کتاب معروف ”وقائع الشہور والایام“ میں لکھا تھا کہ جناب فاطمہ اُمّ البنینؑ کلابیہ مادر عباسؑ نے ۶۴ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت اُمّ البنینؑ کا سن اس وقت ۵۸ برس تھا۔ (حیدر المرحانی)

اس کے علاوہ اعمش نے اپنی کتاب ”اختیارات“ میں لکھا ہے کہ ایک دن میں امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا اور اس دن کی تاریخ ۱۳ جمادی الثانی اور جمعہ کا دن تھا اتنے میں فضل ابن عباسؑ امیر المؤمنین داخل ہوئے۔ وَهُوَ بِأَكْ حَزِينٍ يَقُولُ لَقَدْ مَاتَكَ جِدَّتِي أُمُّ الْبَنِينَ فَضْلٌ غَمَّكِينَ حَالَتٍ مِثْلِي رَوْرٍ هَيْ تَحْتِ اور عرض کیا میری جدہ اُمّ البنینؑ اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔

علامہ شیخ ہادی آل کاشف العطاءؒ اپنی کتاب ”المقبولة الحسنية“ میں تحریر فرماتے ہیں جناب اُمّ البنینؑ کی ذات نادر الوجود خواتین میں شمار ہوتی ہے۔ ان کی عظمت و جلالت اہل سیرت و بصیرت کی نگاہ سے مخفی نہیں۔

سید محمد باقر قراباغی ہمدانی نے اپنی کتاب کنز المطالب (خطی) میں ص ۸۷ پر

اور

بیر جندی نے وقائع الشہور والایام میں ص ۱۰۷ پر

اور

سید مہدی سوتج الخطیب نے اُمّ البنینؑ سیدۃ النساء العرب میں ص ۸۵ پر ۱۳ جمادی الثانی بروز جمعہ ۶۴ھ تحریر کی ہے۔

اور یہ بھی درج کیا ہے کہ

”اس روز فضل بن عباس علمدار علیہ السلام روتے ہوئے امام زین العابدینؑ

علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا میری دادی اُمّ البنینؑ نے رحلت پائی“

اگرچہ اس موقع پر ہمارے پاس زیادہ روایات نہیں کہ جو واقعیت کو آشکار کر سکیں
لیکن ظاہر ہے یہ سارے قرائن خود اس بات پر دلالت کرتے ہیں نماز جنازہ امام زین
العابدین علیہ السلام نے ہی پڑھائی ہوگی اور امام وقت اور معصوم کا آپکی نماز جنازہ
پڑھانا خود آپ کی عظمت پر شاہد ہے۔

(ام البنین علیہا السلام۔۔ شیخ نعمۃ ہادی الساعدی۔۔ ص ۷۷ تا ۸۱)

مدفن حضرت ام البنینؑ:

حضرت ام البنینؑ قرب جناب فاطمہ زہراؑ میں مدفون ہیں، جنت البقیع (مدینہ
رسولؐ) میں دروازے کے قریب آپ کی قبر ہے۔ مومنین جب باریاب ہوں آپ کی
زیارت ضرور پڑھیں۔

باب ۲۱

بابِ اُمِّ البَیِّنِیْنِ

کربلائے معلیٰ (عراق) میں حضرت عباسؓ علمدار کے روضہ مبارک میں سنہرے حروف سے ایک دروازے پر لکھا ہے ”بابِ اُمِّ البَیِّنِیْنِ“۔ دروازے پر ایک موٹی سی زنجیر لگی ہے۔ زائرین اس زنجیر کو پکڑ کر بے تابی سے گریہ کرتے ہیں۔

زیارتِ قبرِ حسینؓ اور اُمِّ البَیِّنِیْنِؓ:

کربلائے معلیٰ میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت اُمِّ البَیِّنِیْنِؓ امام حسینؓ کے قبر کی زیارت کے لیے مدینے سے تشریف لائی تھیں۔ جب جوان فرزند عباسؓ علمدار کی قبر پر زیارت کے لیے چلیں تو اس مقام پر غش آگیا۔ قبر عباسؓ تک پہنچتے پہنچتے حالت غیر ہو گئی۔ جس جگہ آپ غش کھا کر گری تھیں وہاں اب ”بابِ اُمِّ البَیِّنِیْنِؓ“ بطور یادگار قائم ہے۔ اور یہی دروازہ حضرت عباسؓ کی اصل قبر تہہ خانے تک لے جاتا ہے جو ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔

ماجد رضا عابدی نے کیا خوب شعر کہا ہے:-

اک درِ اُمِّ البَیِّنِیْنِؓ ہے روضہ عباسؓ میں

سُنتی ہیں بیٹے سے پہلے عزایاں اُمِّ البَیِّنِیْنِؓ

باب ۲۲.....

عظمتِ حضرت اُمّ البنینؓ

تاریخ نے جو کچھ حضرت اُمّ البنینؓ کے بارے میں ذکر کیا ہے وہ آپ کی عظمت کے پیش نظر بہت کم ہے۔

(ام البنین علیہا السلام۔۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ ص ۹)

حضرت اُمّ البنینؓ ۵ ہجری میں پیدا ہوئیں۔ شادی ۲۰ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت آپ کا سن مبارک ۱۵ برس تھا۔ ۲۲ ہجری میں حضرت عباسؓ کی ولادت ہوئی اس وقت حضرت اُمّ البنینؓ کا سن مبارک ۱۷ برس کا تھا۔ جب حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی حضرت اُمّ البنینؓ کا سن مبارک ۳۴ برس تھا۔ واقعہ کربلا کے وقت حضرت اُمّ البنینؓ کا سن مبارک ۵۵ برس اور وقتِ وفات ۵۸ برس کا سن تھا۔

حضرت زینبؓ کی ولادت کا سن ۶ ہجری سے ۹ ہجری کے درمیان لکھا جاتا ہے۔ حضرت زینبؓ، حضرت اُمّ البنینؓ سے دو یا تین سال چھوٹی تھیں۔ لیکن حضرت زینبؓ کی شادی ۱۷ ہجری میں ہو چکی تھی جب حضرت اُمّ البنینؓ بیاہ کر خانہ علیؓ میں تشریف لائیں۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عبداللہ دونوں بھائیوں میں

۸ برس کا فرق ہے۔ ان آٹھ برسوں کے درمیان حضرت اُمّ البنینؓ کی صاحبزادی حضرت خدیجہ بنت علیؓ کی ولادت ہے۔ زیارت اُمّ البنینؓ میں آپ کی صاحبزادی حضرت خدیجہ پر بھی سلام ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ۴۰ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت حضرت عباسؓ ۱۹ برس کے تھے۔ خدیجہ بنت علیؓ ۷ برس کی تھیں، حضرت عبداللہ بن علیؓ ۱۱ برس کے تھے، حضرت عمران بن علیؓ ۹ برس کے تھے۔ حضرت جعفر بن علیؓ ۷ برس کے تھے۔

کربلا میں وقت شہادت حضرت عباس علمدار ۳۸ برس کے تھے، حضرت عبداللہ بن علی ۳۰ برس کے تھے۔ حضرت عمران بن علی ۲۸ برس کے تھے۔ حضرت جعفر بن علی ۲۶ برس کے تھے۔ حضرت خدیجہ بنت علی ۳۶ برس کی تھیں۔

حضرت اُمّ البنینؓ کی شادی، حضرت فاطمہ زہراؓ، اُمّامہ بنت ابی العاصؓ، خولہ بنت جعفرؓ، اسماء بنت عمیسؓ، صہبا خاتون (عرف اُمّ حبیب) کے بعد ہوئی ہے۔ حضرت اُمّ البنینؓ خاتون ششم ہیں جو خانہ امیر المومنینؓ حضرت علیؓ میں بیاہ کر آئی ہیں۔

تاریخ انبیاء اور حضرت اُمّ البنینؓ

حضرت آدمؑ اور حضرت اُمّ البنینؓ

حضرت آدمؑ کا گریہ و بکا مشہور ہے۔ حضرت اُمّ البنینؓ بعد کربلا تاحیات گریہ و بکا میں مصروف رہیں۔ حضرت آدمؑ ایک فرزند کی شہادت پر روئے لیکن اُمّ البنینؓ اپنے چار فرزندوں پر اور فرزند زہراؓ امام حسینؓ اور اپنے پوتوں کے غم میں روتی رہیں۔

حضرت نوحؑ اور حضرت اُمّ البنینؓ:

کے غم میں نوحہ کیا اور مرثیہ پڑھا۔ حضرت نوح کے بھی چار بیٹے تھے تین بیٹے فرماں بردار اور ایک اُن کے اہل سے نہ تھا وہ باغی اور سرکش تھا۔ حضرت اُمّ البنینؑ کے بھی چار بیٹے تھے اور چاروں منتخب روزگار، سعادت مند اور فرماں بردار تھے۔ اس طرح اُمّ البنینؑ کا مرتبہ حضرت نوح سے افضل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت ابراہیمؑ نے ایک بیٹا راہ خدا میں فدا کیا لیکن وہ بچ گیا۔ اُمّ البنینؑ نے چار بیٹے راہ خدا میں قربان کئے اور چاروں شہید ہو گئے اور چاروں کی شہادت مقبول بارگاہِ الہی ہوئی۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو نصیحت کی مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ بنی امیہ کا فرعون مروان جو ظالم ترین شخص تھا۔ حضرت اُمّ البنینؑ کے مرچھے سُن کر رونے لگتا تھا۔

حضرت یعقوبؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت یعقوب کے ۱۲ بیٹے تھے۔ (۱) حضرت یوسف Joseph (۲) روبن Reuben (۳) شمعون Simeon (۴) لاوی Levi (۵) یہوداہ Judah (۶) اشکار Issachar (۷) زبولن Zebulun (۸) جد Gad (۹) آشّر Asher (۱۰) دان Dawn (۱۱) نفتالی Nephtali (۱۲) بن یمن Benjamin ایک بیٹی تھی دینہ Dinah

حضرت یعقوب کے ۱۲ بیٹوں میں سے صرف ایک حضرت یوسف اپنے باپ یعقوب سے جدا ہو گئے۔ یعقوب اتنا روئے کہ دیدے بہہ گئے، آنکھیں سفید ہو گئیں،

آنکھوں کا نور چلا گیا، اللہ نے قرآن میں کہا کہ
 ”میرے بندے یعقوب نے صبر جمیل کیا“

حضرت اُمّ البنینؓ کے چار بیٹے خود اُن کے لطنِ مبارک سے تھے لیکن وہ علیؑ کے
 سب بیٹوں کی ماں تھیں وہ امام حسینؑ کو اپنا سگایا سمجھتی تھیں۔ کربلا میں اُمّ البنینؓ کے
 بارہ بیٹے تین دن کے بھوکے پیاسے کربلا میں قتل کر دیئے گئے۔ اللہ رے اُمّ البنینؓ کا
 صبر کیا یعقوب سے افضل ہیں اُمّ البنینؓ اور قرآنی آیات کی مصداق ہیں۔ اُمّ البنینؓ
 کے بیٹے:

(۱) حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ (۲) حضرت عباسؑ ابن علیؑ (۳) حضرت عبداللہ
 ابن علیؑ (۴) حضرت عمران ابن علیؑ (۵) حضرت جعفر ابن علیؑ (۶) حضرت محمد ابن
 علیؑ (۷) حضرت عبداللہ ابن علیؑ (۸) حضرت ابراہیم ابن علیؑ (۹) حضرت عباس
 اصغر ابن علیؑ (۱۰) حضرت محمد اوسط ابن علیؑ (۱۱) حضرت عون ابن علیؑ (۱۲) حضرت
 عمیر ابن علیؑ

حضرت یوسفؑ اور حضرت اُمّ البنینؓ:

حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا کہ چاند، سورج اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر
 رہے ہیں۔ یوسفؑ کے خواب کی تعبیر یہ تھی کہ انھیں مصر کی حکومت ملی اور اُن کے بھائی
 ماں اور باپ اُن سے آکر ملے۔

حضرت اُمّ البنینؓ نے خواب دیکھا کہ اُن کی گود میں چاند اور تین ستارے آکر
 گرے ہیں۔ حضرت علیؑ نے خواب کی تعبیر بتائی کہ تمہارا ایک بیٹا عباسؑ ہوگا جو قمر بنی
 ہاشم ہوگا اور تین بیٹے مثل ستاروں کے ہوں گے جو تمہاری گود میں پرورش پائیں گے۔
 اُمّ البنینؓ کے چاروں بیٹے اُن کی سلطنت تھے۔ اُن کی سلطنت کے بارے میں تاریخ ہوگی

اس کا صلہ اللہ نے کیا عطا کیا ہے یہی نہ کہ عباسؑ جب محشر کے میدان میں آئیں گے انبیاء اُن پر غبطہ (رشک) کریں گے۔ وہ جنت میں زمرد کے دو پروں سے پرواز کرتے ہیں۔

ازواج انبیاء اور حضرت اُمّ البنینؑ

حضرت حواؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت حواؑ نے ہاتیل کی شہادت پر ماتم و گریہ کیا۔ ایک فرزند کا غم انھیں دیکھنا پڑا لیکن حضرت اُمّ البنینؑ نے چار بیٹوں کا غم کیا اور تاحیات گریہ کرتی رہیں۔ حضرت حواؑ کی نسل جناب شیث سے پوری دنیا میں پھیل گئی۔ حضرت اُمّ البنینؑ کے پوتے حضرت عبید اللہ ابن عباسؓ علمدار سے نسل پوری دنیا میں پھیل گئی اور سب کے سب منتخب روزگار تھے۔

حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت ہاجرہؑ کا ایک بیٹا کچھ دیر کے لیے پیاس سے تڑپا تو وہ بے قرار ہو گئیں اور پانی کی تلاش میں دوڑنے لگیں۔ حضرت اُمّ البنینؑ کے چار بیٹے تین دن کے پیاسے قتل کر دیئے گئے اور انھوں نے صبر کیا۔ حضرت ہاجرہؑ حضرت اسمعیلؑ کی قربانی کا حال سُن کر صدمے سے چند دن علیل رہ کر انتقال کر گئیں۔ حضرت اُمّ البنینؑ نے اپنے چار بیٹوں کی خبر شہادت سُن کر شکر کا سجدہ کیا۔

حضرت اُمّ موسیٰؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت موسیٰؑ کی والدہ یوکید سے حضرت موسیٰؑ جدا ہوئے تو اللہ کہتا ہے قریب تھا کہ غم

ہے اُن کا کلیجہ پھٹ جاتا، ہم نے اُن کو صبر و قرار عطا کیا اور جلد ہی ماں کو بچے سے ملا دیا۔

(372)

مگر حضرت اُمّ البنینؓ کے چار کڑیل جوان بیٹے ۲۸/۲۹ جب ۶۰ھ کو ماں سے جدا ہوئے تو پھر کبھی ملاقات نہ ہو سکی اور اُن کی شہادت کی خبر آئی۔ اللہ نے حضرت اُمّ البنینؓ کو صبر و قناعت عطا کیا۔

حضرت آسیہؓ اور حضرت اُمّ البنینؓ:

حضرت آسیہؓ نے اللہ سے دعا کی ”پروردگار میرے لیے جنت میں ایک مکان بنادے“
 اِنْ قَالَتْ رَبِّ اُبْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ (سورہ تحریم آیت ۱۱)
 اللہ نے آسیہؓ کو جنت میں گھر عطا کر دیا۔

حضرت اُمّ البنینؓ جنت البقیع میں جا کر اپنے چاروں بیٹوں کی قبریں بناتی تھیں۔
 لیکن اُن قبروں کو مٹا کر ایک قبر حسینؓ کی بناتی تھیں اور کہتی تھیں جب تک زندہ ہوں
 حسینؓ کو روؤں گی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے اُمّ البنینؓ کو اُس نے جنت میں بلند ترین قصر
 عطا کیا ہوگا۔ اس لیے کہ خدا کی بارگاہ میں اُمّ البنینؓ کا درجہ بہت بلند ہے۔

حضرت مریمؓ اور حضرت اُمّ البنینؓ:

حضرت مریمؓ کو اللہ نے ایسا فرزند حضرت عیسیٰؑ عطا کیا جو بیماروں کو شفا عطا کرتا
 تھا۔ اُن کا لقب مسیح تھا۔ حضرت اُمّ البنینؓ کو اللہ نے عباسؓ جیسا بیٹا دیا جو ”باب
 الحوائج“ ہے۔ عباسؓ بھی بیماروں کو شفا عطا کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا فیض ختم ہو گیا۔
 حضرت عباسؓ کا فیض اب تک جاری ہے۔

شمشاد و خیابانِ ارم ہے وہ بہشتی تاج سرِ اربابِ ہُم ہے وہ بہشتی
 سقائے یتیمانِ حرم ہے وہ بہشتی پیاسا ہے مگر بحرِ کرم ہے وہ بہشتی
 شرمندہ ہے نیساں شہِ مرداں کے پسر سے

گودور ہیں پر اپنے غلاموں کا ہے کیا پاس جس وقت کہ ہوتا ہے ہجومِ الم و یاس
 آتی ہے صدا دل سے کہ یا حضرت عباسؑ ہو جاتا ہے وہ امر کبھی جس کی نہ ہو اس
 مانا کہ امامت سے وہ ممتاز نہیں ہے

بتلاؤ یہ پھر کیا ہے جو اعجاز نہیں ہے
 دو ہاتھ جو قربان کئے، حصے میں آئی دیں پروری و داد رسی عقدہ کشائی
 کوثر تو ہے قبضے میں تصرف میں ترائی ہر بند سے دیتے ہیں یہ بندوں کو رہائی
 بے دست ہیں لیکن سپر پیر و جواں ہیں

کیا تیغ کی حاجت ہے کہ خود سیفِ زباں ہیں
 تھراتا ہے خورشیدِ جلال و حشمِ ایسا لاکھوں سے بھی ہٹتا نہیں ثابت قدم ایسا
 نام ایسا دل ایسا شرف ایسا کرم ایسا جھک جاتی ہے شاخِ سر طوبیٰ علم ایسا
 قطرے کے عوض لعل و گہر دیتے ہیں عباسؑ
 دامنِ دُرِ مقصود سے بھر دیتے ہیں عباسؑ

کیا فیض ہے کیا اسمِ مبارک میں اثر ہے ہنگامِ مرضِ تقویٰ قلب و جگر ہے
 کیسی ہی مہم سخت ہواک آن میں سر ہے بازو پہ جو باندھے تو سرِ دست ظفر ہے
 کام آتا ہے یہ نام مصیبت میں بلا میں

آفت میں سپر ہے تو سرو ہی ہے و غام میں
 اللہ نے بخشی ہے عجب نام کو تاثیر شیعوں کی پناہ اور عدو کے لیے شمشیر
 وہ مشکلِ لائل جو نہ حل ہو کسی تدبیر یا حضرت عباسؑ کہا پھر نہیں تاخیر

اعجاز و کرامت اسے کہیے تو بجا ہے
 بے دست ہے اور مثلِ علیؑ عقدہ کشا ہے

محبان اہلبیتؑ کا زیارت حضرت اُم البنینؑ میں یہ کہنا کہ :-

”اَنْتَ مِنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ“

”بے شک آپ اولیاء خدا میں سے ہیں“

اسکے حق ہونے میں کوئی بات مانع نہیں۔

(ام البنین علیہا السلام۔۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ ص ۲۱)

حضرت اُم البنینؑ کی کرامات:

آپ کی کرامات کثیر ہیں۔ آپ بھی باب الحوائج ہیں۔

نجف اشرف اور مومنین کی اور بستیوں میں آپ کی کرامات کو شہرت ہے۔

اہل نجف میں واقعہ بہت مشہور ہے۔ کہ اس وقت عراقی حجاج کی عقلیں حیران ہو گئیں جب اہل نجف نے بعد حج مدینہ کو رجوع کیا اور ایک ولیمہ جناب اُم البنینؑ (علیہا السلام) کے دسترخوان کے نام سے منعقد کیا اور سارا اسباب خورد و نوش جس جگہ رکھا وہ سعودیوں میں سے ایک شخص المدعو بن جمیزان کے گھر کے دروازے کے بالکل قریب تھا۔ وہ اپنا دروازہ کھول کر باہر آیا اور ان سب چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمان حجاج ہیں، ہم نے اس دسترخوان کا اہتمام کیا ہے، کہ ہم حجاج میں کھانا تقسیم کریں اور یہ ہمارا دستور ہے کہ ہم ان دنوں میں زوجہ امیر المومنین، جناب ام البنینؑ (علیہم السلام) کے نام پر کھانا کھلاتے ہیں۔ اس نے غصہ اور تلخ کلامی کی اور بلند آواز سے بدوی لہجے میں اہلبیتؑ پر سب کیا۔ اور کہتا تھا کون ام البنینؑ۔۔۔ (نعوذ باللہ من ذالک) پھر اسباب طعام کی طرف بڑھا اور دیکھیں اور رکابیاں الٹ دیں۔ سب کھانا زمین پر گر گیا۔

یہ دیکھ کر مومنین نے جناب مادر ابو الفضلؑ سے توسل کیا اور پکار کر کہا۔

”اے ام البنین! اگر آپ ام البنین ہیں تو اپنی کرامت دکھائیے“

ابھی تو سہل تمام نہ ہوا تھا کہ وہ شخص اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کے زمین پر گر کر اور لوٹنے لگا اور اپنے پیٹ اور آنتوں میں تکلیف کی شکایت کرتا تھا۔ اٹھا کر اسپتال لے جایا گیا لیکن جانبر نہ ہوا۔ کچھ ہی دیر میں موت کی خبر آگئی جسکے بعد اسکے گھر والوں نے مونین سے معذرت کی۔ (ام البنین علیہا السلام۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔ ص ۴۸)

مونین میں آپ کے نام پر دسترخوان اور لوگوں کو کھانا کھلانے کا رواج ہے اور یہ یقیناً مقبول عمل ہے جو آل رسول علیہم السلام کے سرور کا سبب ہے۔ آپ کے دسترخوان پر مراد آتی ہے اور منت پوری ہوتی ہے اور خصوصیت سے مرض میں شفاء اور بے اولاد کے لئے اولاد آپ کی عنایات خاصہ میں سے ہے

(ام البنین علیہا السلام۔ محمد رضا عبد الامیر انصاری۔ ص ۴۳)

(ام البنین علیہا السلام۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔ ص ۲۳)

خواص کے درمیان اس بات کی شہرت ہے کہ اگر کسی کی کوئی شے کھو جائے یا کسی شے کی آرزو ہو تو ایک بار سورہ حمد کی تلاوت کر کے روح گرامی جناب ام البنین کو نذر کیا جائے تو فوراً مراد آئے گی اور وہ شے مل جائے گی۔

(ام البنین علیہا السلام۔ محمد رضا عبد الامیر انصاری۔ ص ۳۶)

(ام البنین علیہا السلام۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔ ص ۲۲)

آپ کی ذات جلیلہ کے بارے میں قلوب میں یہ اعتقاد پایا جاتا ہے کہ عند اللہ آپ کی شان بلند اور آپ کا رتبہ عظیم ہے۔ اور لوگ اپنے کرب میں آپ کے واسطے خدا سے التجاء کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ قرار دیتے ہیں تو غم و الم کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور آپ کی ذات سے لو لگاتے ہیں اور پکارتے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے کہ عند اللہ آپ صاحبۃ المنزلۃ الکریمۃ ہیں۔ یقیناً آپ نے راہ خدا میں

اپنے جگر پاروں کو قربان کر کے یہ عظمت پائی ہے۔

(العباس ابن علیؑ رائد الکرامۃ والفضلاء فی الاسلام۔۔ باقر شریف القرشی)

گمشدہ حقیقتیں:

۱۔ آپ شاعرہ تھیں اور آپ کے کہے ہوئے مرثیے وارد ہوئے ہیں جنہیں ہم پڑھتے ہیں اور کتب ادب (جیسے ادب الطف) میں روایت ہوئے ہیں۔ لیکن ہم نہیں پڑھتے کسی کتاب میں کوئی ایک بیت بھی جو امیر المومنینؑ کی شہادت پر آپؑ نے کہی ہو۔ کیوں؟ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس بارے میں قاری کی فکر سوال کرتی ہے۔ اور اسکی وجہ صرف یہی بیان کی جاسکتی ہے آپؑ نے تو شعر کہے لیکن تاریخ میں محفوظ نہ ہو سکے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے وہ بھی مدون نہیں ہے اور بعید نہیں کہ کثیر رثائی سرمایہ وہ ہے جو ضائع ہوا ہے۔

۲۔ خواص و عوام میں اسکی شہرت ہے کہ آپؑ ایک فاضلہ و عارفہ و صاحب یقین خاتون آپؑ کی حیات کا خاصہ حصہ مولائے کائناتؑ کے ساتھ بسر ہوا جو خزانہ علم بھی تھے اور معنی و بیان کے بحر بے کنار بھی تھے۔ مگر ہم نہیں پاتے کہ آپؑ سے کوئی روایت ہوئی ہو یا حکایت یا حدیث یا آپؑ نے کبھی کہا ہو کہ میں نے امیر المومنینؑ سے یہ سنا۔ کیوں؟ یہ وہ حقیقت ہے جو ہم پر مخفی ہے شاید اسکا سبب یہ ہو کہ کس کے امکان میں تھا کہ اسے مدون کرے کہ خانہ علیؑ میں کیا بیان ہوا ہے؟ لیکن یہ کافی ہے کہ آپؑ نے اپنے بیٹوں کو اسی چھاؤں میں پروان چڑھایا جو امیر المومنینؑ سے حاصل کی تھی۔ تو گویا بیانیہ روایات عمل میں ڈھل کر ظاہر ہو گئیں۔

۳۔ آپؑ اور مستورات بنی ہاشم کی طرح کر بلا نہیں گئیں۔ کیوں نہیں گئیں؟ آپؑ مدینے میں کیوں رہ گئیں؟ کیا اسکا کوئی سبب ہے یا علیل تھیں۔ یا کبر سنی کی وجہ سے یا

امام حسینؑ نے اس سلسلے میں کچھ ارشاد کیا تھا۔ بات یہ نہیں تھی۔ وہ مدینے میں رہیں تھیں تاکہ ذریت عباسؑ کا تحفظ ہو سکے۔

۴۔ (یہ صورت فرضی ہے) اگر آپؐ کر بلا چلی جاتیں۔ اور آپؐ کی اولاد قتل ہوتی اور آپؐ بھی اسیروں میں ہوتیں تو کیا آپؐ کی قوم خاموش رہتی اور کیا اس واقعہ پر آپؐ کے قبیلے والے سکوت اختیار کرتے نہیں بلکہ آپؐ کی رہائی کا مطالبہ کرتے ابن زیاد (ملعون) سے۔ اور ظاہر ہے کہ انہیں اپنے عزیزوں سے تعلق ہوتا نہ کہ سارے اسیران اہلبیت علیہم السلام سے۔ آپؐ نے اس صورتحال پر مدینے میں رہنے کو ترجیح دی اور اسیں ذریت عباسؑ کا تحفظ شامل تھا۔

۵۔ کیا آپؐ کے لئے کتب زیارات و ادعیہ میں زیارت وارد ہوئی ہے اور یا کوئی حدیث جس سے اخذ کیا جائے یا اس پر اعتماد کیا جائے؟ اس عنوان پر سند صحیح سے کچھ وارد نہیں ہوا۔ پس جب ہم آپؐ کی زیارت کرنا چاہیں تو ہم کیا کہیں اور کن لفظوں میں آپؐ کو مخاطب کریں؟

ہمیں آپؐ کی زیارت کرنا چاہیے (قریب و دور سے) اور آپؐ کا حق ہے کہ آپؐ کو اس عبارت سے یاد کیا جائے کہ ”اے مومنہ صالحہ“ اور اس محبت کے سبب جو اباء عبد اللہ الحسینؑ سے تھی۔ ہم آپؐ کو پکاریں۔

”اے ام الحسینؑ، اے زندہ جاوید کی مادر گرامی کہ روز حشر معیت فاطمہ زہرا سلاما اللہ علیہا میں آئیں گیں خدا آپؐ سے راضی ہے۔ اور بارگاہ قدسیت میں آپؐ کی کاوشوں پر آپؐ کے لئے بہترین صلہ ہے“

ہم ”ساعدی“ کی کاوشوں اور عقیدت کی قدر کرتے ہیں لیکن ہمیں اس پر حیرت ہے کہ وہ کیسے بے خبر رہے جناب ام البنین علیہا السلام کی اس زیارت سے جسے

متاخرین میں محمد رضا عبدالامیر انصاری نے اپنی کتاب ”امّ البنین“، ص ۵۰ پر نقل کیا ہے اور محمد الصالح جوہری نے ضیاء الصالحین میں ص ۶۰۶ پر درج کیا ہے۔
جناب امّ البنین اور عہد جدید:

اسوقت دنیا انٹرنیٹ پر سمٹ کر آ گئی ہے۔ اور مذہب اور عقائد بھی اپنی آب و تاب کے ساتھ اس برقی صفحہ پر جگمگا رہے ہیں۔ جہاں اور دوسرے ناموں سے دینِ حق کے معارف مختلف اداروں کے طرف سے انٹرنیٹ پر موجود ہیں وہاں ایک سائٹ اس نام سے بھی ہے عربی زبان میں۔

اس کا نام عربی میں ”موقع امّ البنین علیہا السلام“ ہے۔

اور انگریزی میں www.banin.org ہے۔

یہ کاوش ”قطر“ میں آہاموئین کی ہے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔

یہ کاوش خود اہل ایمان کے دلوں میں مادر ابو الفضل علیہا السلام کے لئے جو

عقیدت ہے اس پر شاہد ہے۔

باب ۲۳

زیارت اُم البنینؑ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ
سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ السَّلَامُ عَلَى
الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدَيِ شَبَابِ

أَهْلِ الْجَنَّةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا زَوْجَةَ
 وَصِيِّ رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
 عَزِيزَةَ الزَّهْرَاءِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أُمَّ
 الْبَدُورِ السَّوَاطِعِ فَاطِمَةَ بِنْتَ
 حِرَامِ الْكَلَابِيَّةِ الْمَلَقَبَةِ بِأُمِّ الْبَنِينَ
 وَبَابِ الْحَوَائِجِ أَشْهَدُ اللَّهَ
 وَرَسُولَهُ أَنَّكَ جَاهَدَتْ فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ إِذْ ضَحَّيْتَ بِأَوْلَادِكَ دُونَ
 الْحُسَيْنِ بْنِ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ
 وَعَبَدْتَ اللَّهَ مُخْلِصَةً لَهُ الدِّينَ
 بِوَلَائِكَ لِلْإِئِمَّةِ الْمَعْصُومِينَ
 وَصَبَرْتَ عَلَى تِلْكَ الرَّزِيَّةِ الْعُظِيمَةِ

وَاحْتَسَبْتَ ذَاكَ عِنْدَ اللَّهِ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ وَأَزَرْتَ الْإِمَامَ عَلِيًّا فِي
 الْمَحَنِّ وَالشَّدَائِدِ وَالْمَصَائِبِ
 وَكُنْتَ فِي قِمَّةِ الطَّاعَةِ وَالْوَفَاءِ
 وَإِنَّكَ أَحْسَنْتَ الْكِفَالََةَ وَأَدَيْتَ
 الْأَمَانَةَ الْكُبْرَى فِي حِفْظِ وَدِيعَتِي
 الزَّهْرَاءَ الْبَتُولَ (الْحَسَنَ
 وَالْحُسَيْنَ) وَبَالَغْتَ وَآثَرْتَ
 وَرَعَيْتَ حُجَجَ اللَّهِ الْمَيَامِينَ
 وَرَغَبْتَ فِي صَلَةِ أَبْنَاءِ رَسُولِ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ عَارِفَةً بِحَقِّهِمْ مُؤْمِنَةً
 بِصِدْقِهِمْ مُشْفَقَةً عَلَيْهِمْ مُؤَثَّرَةً

هَوَاهُمْ وَحُبُّهُمْ عَلَى أَوْلَادِكَ
 السُّعْدَاءِ فَسَلَامٌ اللَّهُ عَلَيْكَ يَا
 سَيِّدَتِي يَا أُمَّ الْبَنِينَ مَا دَجَى اللَّيْلُ
 وَغَسَقَ وَأَضَاءَ النَّهَارِ وَاشْرَقَ
 وَسَقَاكَ اللَّهُ مِنْ رُحِيقِ مَخْتُومٍ
 يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَبَنُونَ فَصَرَتْ
 قُدُوةً لِلْمُؤْمِنَاتِ الصَّالِحَاتِ لَانِكَ
 كَرِيمَةُ الْخَلَائِقِ عَالِمَةٌ مُعَلَّمَةٌ تَقِيَّةٌ
 زَكِيَّةٌ فَرَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ وَأَرْضَاكَ
 وَلَقَدْ أَعْطَاكَ اللَّهُ مِنَ الْكَرَامَاتِ
 الْبَاهِرَاتِ حَتَّى أَصْبَحْتَ بِطَاعَتِكَ
 لِلَّهِ وَلِوَصِيِّ الْأَوْصِيَاءِ وَحُبُّكَ

لِسَيِّدَةِ النِّسَاءِ "الزُّهْرَاءِ" وَفِدَائِكَ
 أَوْلَادِكَ الْأَرْبَعَةَ لِسَيِّدِ الشُّهَدَاءِ أَبَا
 الْحَوَائِجِ فَاشْفَعِي لِي عِنْدَ اللَّهِ
 شَانَاً وَجَاهاً مَحْمُوداً وَالسَّلَامُ
 عَلَى أَوْلَادِكَ الشُّهَدَاءِ الْعَبَّاسِ قَمَرُ
 بَنِي هَاشِمٍ وَبَابِ الْحَوَائِجِ
 وَعَبْدُ اللَّهِ وَعِمْرَانُ وَجَعْفَرُ الَّذِينَ
 اسْتَشْهَدُوا فِي نَصْرَةِ الْحُسَيْنِ
 بِكَرْبَلَاءِ وَالسَّلَامُ عَلَى ابْنَتِكَ
 الدُّرَّةِ الزَّاهِرَةِ الطَّاهِرَةِ الرَّضِيَّةِ
 خَدِيجَةَ فَجَزَاكِ وَأَجْزَاهُمُ اللَّهُ
 "جَنَاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ"

خَالِدِينَ فِيهَا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ -

ترجمہ :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی سزاوار عبادت نہیں ہے بجز
اللہ کے جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی
دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے
اور رسول ہیں۔

آپ پر سلام ہواے اللہ کے رسولؐ۔ آپ پر سلام ہواے
امیر المومنین (علیہ السلام) آپ پر سلام ہواے خواتین
عالم کی سیدہ و سردار فاطمۃ الزہراءؑ۔

سلام ہوا امام حسنؑ و امام حسینؑ پر کہ وہ جوانان جنت کے
سردار ہیں سلام ہوا آپ پر اے وصی رسولؐ کی زوجہ گرامی
سلام ہوا آپ پر کہ آپ عزیز ہیں دختر رسولؐ معصومہ کونین
کی سلام ہوا آپ پر فاطمۃ بنت حزام کلابیہ کہ آپ کے
لیے زیبا ہے اُمّ البنینؑ اور مادر باب الحوائج ہونا کہ آپ

کے فرزند ماہ کامل و درخشنده ہیں۔

اللہ اور اس کا رسولؐ گواہ ہے کہ آپؐ نے اپنی اولاد کی قربانی کے ذریعے راہ خدا میں کاوش اور گرانقدر جدوجہد کی اور آپؐ نے بصد اخلاص خدا کے متعین کردہ طریق پر اس کی عبادت کی۔ آئمہ معصومین کی محبت کے ساتھ اور ہولناک اور دل ہلا دینے والی آزمائش کی گھڑی اور اس عظیم ابتلا میں اپنے پروردگار کے حضور ماجور ہوئیں اور آپؐ نے امام عالی کی غنحواری کی مصیبت اور رنج و محن کی شدتوں میں اور آپؐ اطاعت و وفا کی بلندی پر رہیں خوب کفالت کی آپؐ نے (ان کی جنھیں امام وقت پر قربان کیا) اور فاطمہ زہراؑ کی ودیعت کردہ اور سپرد کردہ امانت کبریٰ کی بہترین حفاظت کی۔ آپؐ نے اللہ کی پناہ دینے والی حجتوں کو پالیا۔ ان کی حفاظت کی اور ان کی رعایت کی اور انہیں ترجیح دی اور مائل ہو گئیں پروردگار عالم کے رسولؐ کے بیٹوں کی ولایت میں۔ اس عالم میں کہ آپؐ ان کے حق کو پہچانتی تھیں اور اپنے ایمان سے اس کی تصدیق کرنے والی تھیں اور آپؐ ان پر شفیق تھیں

اور ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز تھیں اور اپنی
سعادت مند اولاد پر ان کی محبت کو ترجیح دیتی تھیں۔

پس آپ پر سلام ہو اللہ کا اے ہماری سیدہ اے اُمّ المؤمنینؓ
جب تک کہ رات چھائے اور دن اپنی روشنی پھیلانے اور
اللہ آپ کو مہربانہ لب کا سہ خنک سے کوثر کے سیراب
کرے۔ اس روز کہ جب نہ مال نفع بخش ہوگا نہ اولاد۔
بس آپ صالح مومنات کی سیدہ و سردار ہو گئیں۔ اس
لیے کہ آپ کے اخلاق کریم ہیں اور عالمہ ہیں۔ معلمہ
ہیں۔ تقیہ ہیں، زکیہ ہیں۔

تو اللہ آپ سے راضی ہے اور آپ سے متعلق ہر امر سے
اور اللہ نے روشن کرامتیں آپ کو عطا کیں یہاں تک کہ
آپ نے طاعت الہی کے سجادہ پر صبح کی، اور اوصیاء خدا
کی وصیت اور سیدہ عالم کی محبت اور موڈت میں آپ نے
اپنے چار فرزند سید الشہداءؑ پر قربان کئے کہ ان میں ایک
حوائج کا دروازہ بھی ہیں پس میری شفاعت کیجئے حضور
الہی میں کہ آپ کی عظمت و جاہ اور مرتبہ بلند ہے اور خدا
کی طرف سے پسندیدہ ہے۔

سلام ہو آپ کے فرزند ان گرامی پر کہ وہ شہید ہیں۔ یعنی
 عباسؑ قبر بنی ہاشم باب الحوائج اور عبد اللہ و عمران و جعفرؑ پر
 کہ ان سب نے زمین کر بلا پر نصرت حسینؑ میں اپنی
 جان نچھاور کی اور سلام ہو آپ کی دختر پر کہ جو درمکنون
 صدف طرارت ہے اور رضیہ ہیں اور نام ان کا خدیجہ ہے
 اللہ جزا دے آپ لو اور ان سب کو ایسی جنتیں کہ جن میں
 نہریں جاری ہیں اور اس میں رہنے والے ہمیشہ رہیں
 گے۔

درود و رحمت نازل کر پروردگار محمدؐ و آل محمدؑ پر

مآخذ

- ۱۔ اُمّ البنین رائدۃ الجہاد فی الاسلام
الشیخ نعمۃ ہادی الساعدی ... ۱۴۲۴ھ... ایران
- ۲۔ اُمّ البنین سیدۃ نساء العرب
سید مہدی الیوسف الخلیب ... ۱۳۷۳ھ... قم۔ ایران
- ۳۔ العباس بن علی من الولادة إلی الشهادة
احمد علی ذخیل ... ۱۴۲۴ھ... بیروت۔ لبنان
- ۴۔ اُمّات المعصومین
آیت اللہ السید محمد الحسینی الشیرازی ... ۱۴۲۵ھ... بیروت۔ لبنان
- ۵۔ أعجب القصص فی کرامات العباس
السید محمد حسن صادق آل طمعة ... ۱۴۲۶ھ... بیروت۔ لبنان
- ۶۔ الخصائص العباسیہ
آیت اللہ الحاج محمد ابراہیم الکلباسی ... ۱۴۲۵ھ... بیروت۔ لبنان
- ۷۔ اُمّ البنین۔ اُمّ ابی الفضل العباس بن علی
حیدر المراجانی ... ۱۹۹۰ء... نجف
- ۸۔ اشقیائے فرات

۹۔ البصار العین فی انصار الحسینؑ

(تالیف) علامہ شیخ محمد بن طاہر (ترجمہ) تصدیق حسین کثوری مکتبۃ العلوم - کراچی

۱۰۔ العبد الصالح

مولانا سید آغا مہدی..... خدام عزاء - کراچی

۱۱۔ ذکر العباسؑ

مولانا سید نجم الحسن..... ۱۹۵۶ء..... لاہور

۱۲۔ صحیفہ وفا - حضرت ابوالفضل العباسؑ

علامہ عبدالرزاق المقرم / ترجمہ: سید حسین مہدی ۱۹۹۸ء انصاریان - قم ایران

۱۳۔ قمر بنی ہاشمؑ

علامہ ذیشان حیدر جوادی..... ۱۹۸۰ء..... مذہبی دنیا - الہ آباد (انڈیا)

۱۴۔ نسب بنی ہاشمؑ

جمیل ابراہیم حبیب..... ۱۹۸۷ء..... بغداد

۱۵۔ مائتین فی مقتل الحسینؑ

علامہ سید غلام حسنین کثوری..... مطبع الانوار لکھنؤ

میر خلیق

عباسؑ کی مادر نے بچھائی صفِ ماتم

ہجرِ شہِ والا میں سدا روتی تھی صغراً ۱ منھ آنسوؤں سے شام و سحر دھوتی تھی صغراً
 بے چین تھی بے خواب تھی جی کھوتی تھی صغراً ۲ دن رات میں دم بھرنہ ذرا سوتی تھی صغراً
 چلاتی تھی دیدار دکھاؤ علی اکبر
 مرتی ہوں اب آنا ہے تو آؤ علی اکبر
 لے جاؤ مجھے آن کے مر جاؤں گی بھائی ۳ بے وصل پدر جی سے گزر جاؤں گی بھائی
 لے جانے کی ٹھہری تو ٹھہر جاؤں گی بھائی ۴ ورنہ میں سفرِ خلق سے کر جاؤں گی بھائی
 یارا مجھے اب صبر و تحمل کا نہیں ہے
 جلد آؤ کہ یہ وقت تغافل کا نہیں ہے
 بھیا نظر آتا نہیں جینے کا قرینہ ۵ فرقت کی حرارت سے جلا جاتا ہے سینہ
 گذرا مجھے دن گنتے محرم کا مہینا ۶ ویران ہے آباد کرو آ کے مدینہ
 ہمراہ بنے تو شہِ والا کو بھی لاؤ
 اماں کو بھی لاؤ مرے بابا کو بھی لاؤ

دیر آنے میں گران کے ہو تو تم نہ کرو دیر ۴ غم کھایا ہے اتنا کہ بہن جینے سے ہے سیر
ہے سر پہ جدائی میری کھینچے ہوئے شمشیر آہوں کے دھویں سے ہے جہاں آنکھوں میں اندھیر

تہائی کا جینا مجھے اب جبر ہے بھائی
معلوم یہ ہوتا ہے کہ گھر قبر ہے بھائی
فرقت میں ہے بیمار کو جینے کا مزا تلخ ۵ ہر چیز ہے یاد لب شیریں کے سوا تلخ
غم کھانے سے منہ تلخ دوا تلخ غذا تلخ ۵ ان روزوں میری زیست بسر ہوتی ہے کیا تلخ
نیند آنکھوں میں اب تو کوئی پل بھی نہیں آتی
تم کیا نہیں آتے کہ اجل بھی نہیں آتی

اے بھائی رے وقت میں کام آؤ ہمارے ۶ دُوری سے ہے بیمار بہن گور کنارے
جیتی ہوں فقط آپ کے وعدے کے سہارے تم ماں کے بھی ہولا ڈلے بابا کے بھی پیارے

ہمراہ سفر میں ہیں سبھی ، پر نہیں صغرا
اماں کی کنیزوں کے برابر نہیں صغرا
ہجولیوں سے اپنی کہا کرتی ہوں اکثر ۷ اب آئیں گے لینے ہمیں بھیا علی اکبر
واں جائیں گے ہم بھی ہے جہاں بابا کا لشکر ۷ لے جائیں گے بھیا ہمیں محل میں چڑھا کر
جی جائیں گے جب اپنے میچا سے ملیں گے
بھیا کی بدولت شہ والا سے ملیں گے

اب دیر جو ہوتی ہے تو شرماتی ہوں بھائی ۸ جو آتی ہے آنکھ اُس سے چرا جاتی ہوں بھائی
ہر بات میں سر زانو پہ بیٹھوڑاتی ہوں بھائی مایوسی سے اشک آنکھوں میں بھراتی ہوں بھائی
کچھ آپ کے آنے کی نہ صورت ہوئی افسوس
ہجولیوں سے مجھ کو خجالت ہوئی افسوس

اب بھی اگر آؤ مجھے لینے تو ہے بہتر ۹ رہ جائے مری بات بہن صدقہ ہوتم پر
ورنہ میں دوچاران سے نہیں ہونے کی اکبر ہجولیاں اک روز کہیں گی یہ مقرر

سب پیارے ہیں تم باپ کہ یاری نہیں صغرا

اکبر کو بھی کچھ چاہ تمھاری نہیں صغرا

جس دن مجھے یہ لڑکیوں نے بات سنائی ۱۰ سن لچو کہ مر جاؤں گی اس روز میں بھائی
کلتے ہیں تڑپتے مجھے ایام جدائی آپ آئے نہ اور آہ ہماری اجل آئی

امید یہی ہے کہ اب آتے ہو سفر سے

تا شام کھڑی رہتی ہوں چوکھٹ پہ سحر سے

بستر پہ بھی آنکھیں سوئے در رہتی ہیں ہر آن ۱۱ جس راہ سے آؤ گے میں اس راہ کے قربان
ڈر ہے کہ نہ گھبرا کے نکل جائے مری جان پھر قبر میں لے جائیں ملاقات کا ارمان

دیکھو گے مجھے آن کے جب جانو گے بھائی

یہ زار ہوئی ہوں کہ نہ پہچانو گے بھائی

بے چین ہوں میں چین سے ہے سارا زمانا ۱۲ آہیں کبھی بھرنا ہے کبھی اشک بہانا
تبرید ہے موقوف ہوئی چھٹ گیا کھانا ہم جی سے چلے اور نہ تمھارا ہوا آنا

سب کہتے ہیں دنیا سے گذر جائے گی صغرا

تم کو نہ خیال آیا کہ مر جائے گی صغرا

اماں یہ نہ سمجھیں کہ کسے چھوڑا ہے گھر میں ۱۳ بابا کو بھی اللہ یہ غفلت ہے سفر میں
وہ بھولے ہیں اور مرتے ہیں ہم یاد پدر میں نشتر سی کھلتی ہے ہر اک سانس جگر میں

جو عارضے میں چھوڑ کے جاتا ہے کسی کو

حیران ہوں کس طرح قرار آتا ہے جی کو

ایسا مجھے بھولے کہ کسی نے نہ کیا یاد ۱۴ بے بس ہوں پہنچتی نہیں تم تک مری فریاد
جو ہم پہ بنی خیر خدا سب کو رکھے شاد پر حیف یہ بیمار بہن ہو گئی برباد
اب زیست کا صغرا کے سہارا نہیں کوئی
کہنے کو تو سب ہیں پہ ہمارا نہیں کوئی
مرتے ہوئے جی اٹھتی ہوں تم اب بھی جو چاہو ۱۵ اقرار جو کچھ کر گئے ہو اُس کو نباہو
تسکین تصور کی ملاقات سے کیا ہو تم دلبرِ فرزندِ شبِ عقدہ کشا ہو
اس خواہرِ دل خستہ پہ احساں کرو بھائی
آکر مری مشکل کو اب آساں کرو بھائی
دادا نے تمہارے تو ہے مُردوں کو چلایا ۱۶ صحت دی شفا کا کوئی طالب اگر آیا
دُکھ درد میں فیض ان سے ہر اک شخص نے پایا بچے سے اجل کے ہمیں تم نے نہ چھڑایا
جلد آن کے دیدار تو اے بھائی دکھا دو
تم بھی ہمیں اعجازِ مسیحائی دکھا دو
دن بھر تو بہن روتی ہے منہ پر لیے آنچل ۱۷ اور چار پہر رات یہ دل رہتا ہے بے کل
باشندوں سے آبادی تھی گھر ہو گیا جنگل تنہائی میں رہتا ہے تصور یہی ہر پل
پردیسی پھریں گے میرا دل شاد بھی ہوگا؟
دیران یہ گھر پھر کبھی آباد بھی ہوگا؟
اس گھر میں بچے گی کبھی پھر مسندِ شبیر؟ پھر ماں سے ملائے گا کبھی مالکِ تقدیر؟
کبڑا کبھی پھر ہوئے گی صغرا سے بغل گیر؟ ۱۸ پھر کھیلے گی ساتھ آ کے سیکھ میری ہمیشہ؟
کب ہاتھ مجھے دیکھ کے پھیلائیں گے اصغر؟
گودی میں ہمک کر مری کب آئیں گے اصغر؟

ہے ان دنوں حالت مری آگے سے بھی بدتر دیکھوں مجھے پہچانتے ہیں یا نہیں اصغرؑ
بہنا کی طرف سے تمھی بھیا علی اکبرؑ ۱۹ چھاتی سے لگایا کرو صدقے ہو یہ خواہر

جب کرتی ہوں یاد اشکوں سے منہ دھوتی ہوں بھائی

پہروں علی اصغرؑ کے لیے روتی ہوں بھائی

وہ بالوں میں بُو مشک کی وہ چاند سا تھا ۲۰ وہ نرگسی آنکھیں وہ بھوین، گل سا وہ چہرا
غنجے سا دہن کھول کے وہ دودھ کا پینا یاد آتا ہے جس دم، دم الٹ جاتا ہے میرا

صدقے ہوں جوان بانہوں کو اور ہاتھوں کو پاؤں

چین آئے جوان تلووں کو آنکھوں سے لگاؤں

چھاتی پہ میں دھرتی تھی تھ پیار سے جس دم ۲۱ ہنس دیتا تھا ہو جاتی تھی میں بھی خوش و خرم
گرمی کا ہے موسم یہی رہتا ہے مجھے غم پردیس میں کیا جایے کیا ہوئے گا عالم

اماں بھی گئی ہیں مری روتی ہوئی گھر سے

گھٹ جائے کہیں دودھ نہ ایدائے سفر سے

پھر گود بھرے گھر میں وہ پردیس سے آئیں ۲۲ کبڑا بھی ہو اور ساتھ سیکنہ کو بھی لائیں
اصغرؑ کی کریں سال گرہ دودھ بڑھائیں پر فاطمہؑ بیمار کو دل سے نہ بھلا لیں

طاقت غم دُوری کی نہیں رنج و تعب کی

حق سب کو رکھے شاد دعا گو ہوں میں سب کی

نانی نے سنی جس گھڑی صغراؑ کی یہ گفتار ۲۳ گھبرا کے کہا خیر ہے اے فاطمہؑ بیمار
اکبرؑ ہیں کہاں اور کہاں ہیں شہر ابرار اس وقت ہے تو کس سے مخاطب مری دلدار

انساں دل مضطر کو سنبھالے تو سنبھل جائے

تق سے انھیں باتوں میں کہیں دم نہ نکل جائے

کرتی ہے سخن جن سے وہ ملتے ہیں سفر میں ۲۴ پر دیسیوں کو لائے خدا خیر سے گھر میں
دن رات کہاں رونے کی طاقت ہے جگر میں بس صدتے گئی درد زیادہ نہ ہوسر میں
اوقات تو بے روئے گذرتی نہیں اک دم

باعث ہے یہی تپ جو اُترتی نہیں اک دم
کیوں روتی ہو دل کھیل میں بہلاؤ میں داری ۲۵ آجاتی ہے اب بی بی کے بابا کی سواری
آزار میں لازم نہیں یہ گریہ و زاری پہنچانے گا کاہے کو کوئی شکل تمھاری
مینہ آنسوؤں کا آنکھوں سے برساتی ہو صغرا
پیتی ہو دوا کچھ نہ غذا کھاتی ہو صغرا

لو جو کہو تم آج وہ کھانا میں پکاؤں ۲۶ پی لو یہ ٹھنڈائی تو خبر لینے کو جاؤں
صغرا نے کہا کھانے کو کیا خاک میں کھاؤں پی لوں یہ دوا ہاں جو خبر باپ کی پاؤں
کچھ دکھ میں ہیں وہ لوگ مجھے عشق ہے جن سے
پانی تو اٹکتا ہے گلے میں کئی دن سے

بے وجہ نہیں یہ علی اکبر کا نہ آنا ۲۷ اب پانی کا ساغر نہ مرے سامنے لانا
بابا سے مرے پھر گیا ہے سارا زمانا دل کہتا ہے جب آگے مرے لاتی ہو کھانا
ہے ہے تجھے کیونکر یہ غذا بھاتی ہے صغرا
شبیر تو فاقے سے ہیں تو کھاتی ہے صغرا

نانی سے یہ صغرا ابھی کہتی تھی کہ یکبار ۲۸ یوں مادر عباسؑ نے کی آن کے گفتار
حاکم کے گھر آیا ہے کوئی پرچہ اخبار ہوتا ہے منادی کی یہ تقریر سے اظہار
خلقت کی طلب ہے کوئی گھر میں نہ رہے گا
سب جاتے ہیں قاصد وہ خبر سب سے کہے گا

یہ سنتے ہی رنگ اڑ گیا اُمّ سلمہ کا ۲۹
 سر جب سے تو تکیہ پہ دھرے روتی تھی صغرا
 اُٹھ بیٹھی شباب اور کہا ہے ہے میں کروں کیا
 حاکم کو خبر آئی یہاں کوئی نہ آیا
 کیسی ہے خبر جی میرا گھبراتا ہے لوگو
 سینے سے جگر منہ کو چلا آتا ہے لوگو

عباسؑ کی مادر نے کہا خیر ہے داری ۳۰
 ہر بات میں رو دینا تو عادت ہے تمھاری
 پردیسیوں کے پیچھے مناسب نہیں زاری
 جو ہوئے گا میں جا کے خبر لاؤں گی ساری
 زہرا کے کلیجہ کا تو پیوند ہے شیر
 صدقے گئی میرا بھی تو فرزند ہے شیر

فرما کے یہ اوڑھی سر پر نور پہ چادر ۳۱
 پردوں قدم کانپتے تھے ضعف سے تھر تھر
 نکلیں جو ہیں ڈیوڑھی سے عصا ہاتھ میں لے کر
 عورات محلّہ بھی چلیں مضطرب و ششدر
 رستے میں یہ تھا ذکر کہ کچھ ہم کو خوشی ہو
 یارب خبر خیریت سبط نبیؐ ہو

پہنچیں در حاکم پہ تو کثرت نظر آئی ۳۲
 تھی کشمکش اس طرح کی جو راہ نہ پاؤ
 ٹھہری جو عصا ٹیک کے وہ غم کی ستائی
 عورت کوئی تب بڑھ کے سخن لب پہ یہ لاؤ
 سُن لیں خبر سبط رسولؐ دو جہاں کو
 اے خلقِ خدا راہ دو عباسؑ کی ماں کو

سن کر یہ سخن جلد انھیں لوگوں نے دی راہ ۳۳
 کیا دیکھتی ہیں جا کے اس انبوہ میں ناگ
 منبر پہ بیاں کرتا ہے قاصد یہ بصد آہ
 اے خلقِ خدا حکم سے حاکم کے ہو آگ
 اخبار سنو فتح کا دل شاد ہو سب کا
 بھجوا یا ہے مُردہ یہ ہمیں عیش و طرب کا

گھبرا کے یہ عباسؑ کی مادر نے پکارا ۳۴ اے قاصدِ غمگین ابھی خاموش خدا را
جلد آنے کا واں مجھ میں نہیں ضعف سے یارا منبر تلک آلوں میں تو کہہ سانحہ سارا

صغراً غمِ فرقت سے چراغِ سحری ہے

کیا فاطمہؑ کے لال کی کچھ خوش خبری ہے

یہ کہتے ہوئے پاس جو پہنچی وہ دل افگار ۳۵ قاصد نے کہا کس کی خبر کی ہو طلبگار
کیا ساتھ تھا حضرت کے تمھارا کوئی دلدار فرمایا بیاں کر خبرِ سیّدِ ابرار

ساتھ ان کے اگر ہیں مرے بیٹے بھی تو کیا ہیں

سو ایسے پسر لال پہ زہراؑ کے فدا ہیں

قاصد نے کہا رو کے سن اے یکس ویر غم ۳۶ تھی دوسری تاریخ کہ پہنچے شہِ عالم
اترا ہوا تھا نہر پہ واں لشکرِ اعظم آرام تھکے ماندوں نے پایا نہ کوئی دم

پنجم کو محرم کی اک آفت ہوئی برپا

تاریخ چھٹی تھی کہ قیامت ہوئی برپا

بس بند ہوا ساتویں تاریخ سے پانی ۳۷ دو روز رہی فاقہ کشی تشنہ دہانی
دسویں کو صفِ آرا ہوئے سب ظلم کے بانی لڑنے کو چڑھا حیدرؑ کرار کا جانی

مارے گئے پیاسے رفقا شاہِ زمن کے

ٹکڑے نہ ملے لاشہٴ فرزندِ حسن کے

عباسؑ کی ماں سن کے لگی کاپٹنے تھر تھر ۳۸ چلائی کہ اس وقت چھری چل گئی دل پر
مارا گیا افسوس جگر گوشہٴ شہرؑ کیا ساتھ نہ تھا شاہ کے عباسؑ دلاور

کیوں پہلے نہ لی رن کی رضا شاہِ زمن سے

شرمندہ کیا اس نے مجھے روحِ حسن سے

سائے کی طرح ساتھ رہا کرتا تھا دن رات ۳۹
کیا راہ میں بھائی سے جدا ہو گیا ہیہات
کیا قہر کیا ایسی بھی کرتا ہے کوئی بات
مارا گیا دامادِ شہنشاہِ خوش اوقات

میں صدقے ہوں اس پر جو نثار شدہ دیں ہے

بخشوں گی نہ دودھ اب وہ میرا کوئی نہیں ہے

اس نے کہا عباسؑ کی تُو کون ہے بتلا ۴۰
بولا کوئی عباسؑ کی مادر ہے یہ دکھایا
رو کر کہا قاصد نے کہ حال اس کا کہوں کیا
تھے اپنے علمدار کے عاشقِ شرِ والا

میدان کی رضا جب وہ طلب کرتا تھا آکر

شبیرؑ اسے رو دیتے تھے چھاتی سے لگا کر

جب پیاس سے مرنے لگی شبیرؑ کی جائی ۴۱
تب رن کی رضا حضرت عباسؑ نے پائی
دریا پہ دلاور نے شجاعت یہ دکھائی
سب فوج کو یاد آگئی حیدرؑ کی لڑائی

جب مہر پہ ہاتھ اس کے کئے تیغِ دودم سے

حضرت کی کمر ٹوٹ گئی بھائی کے غم سے

عباسؑ کی ماں نے کہا اَلْمِنَّتُ لِلّٰہ ۴۲
سو ایسے پسر ہوں تو نثارِ شرِ ذی جاہ
اکبرؑ تو ہے صحت سے مرا چودھویں کا ماہ
سر پیٹ کے تب قاصدِ پر غم نے کہا آہ

پیاسے تھے بہت جانبِ کوثر گئے وہ بھی

چھاتی پہ سناں کھا کے جواں مر گئے وہ بھی

پھر تیر سے زخمی ہوا اک ننھا سا بچہ ۴۳
لاشوں میں لٹا کر اسے روئے شرِ والا
جب اس تنِ تنہا پہ ہوا فوج کا زخا
زخمی ہوا تیغوں سے تنِ پاک سراپا

غش کھا کے گرے خاک پہ جب خانہ زیں سے

تب شمر نے سر کاٹ لیا خنجر کیس سے

یہ سنتے ہی قاصد سے ہوا شور قیامت ۴۴ عباس کی مادر کی دگرگوں ہوئی حالت
قاصد سے کہا گرچہ نہیں سننے کی طاقت کچھ کہہ بخدا زینبؑ پیکس کی حقیقت
اتنا تو بتا جیتی ہے یا مر گئی زینبؑ

اس نے کہا کوفے کو کھلے سر گئی زینبؑ
یہ سن کے چلی پیٹنی عباسؑ کی مادر ہسائیاں بھی ساتھ تھیں سب کھولے ہوئے سر
دروازہ پہ صغراؑ تھی یہاں مضطرب و ششدر ۴۵ رونے کا سنا شور تو چلائی وہ بے پر
لُٹا کسے کیوں حشر یہ برپا ہوا لوگو
جلدی کہو کیا آئی خبر کیا ہوا لوگو

پاس آن کے عباسؑ کی مادر یہ پکاری ۴۶ سر پیڑ کہ بن باپ کے تم ہو گئیں واری
فردوس میں پہنچی تیرے بابا کی سواری زہراؑ کی جو دولت تھی وہ لُٹی گئی ساری
سب قتل ہوئے ساتھ شہنشاہ ام کے
سجادؑ فقط قید میں ہے پاس حرم کے

غش ہو گئی صغراؑ تو یہ سن کر خبر غم ۴۷ گھر میں گئیں لے کر اسے سب بیبیاں باہم
عباسؑ کی مادر نے بچھائی صف ماتم منہ سب نے جو ڈھانکے تو ہوا حشر کا عالم
تھا شور خلیق اس گھڑی یہ سینہ زنی کا
تھراتا تھا روضہ بھی رسولؐ مدنی کا

میر انیس

شمعِ ایوانِ امامت اُمّ البنین علیہا السلام

عباسؑ علی شیرِ نستانِ نجف ہے ، تابندہ درِ تاجِ سلیمانِ نجف ہے
سروِ چمنِ خضرِ بیابانِ نجف ہے آئینہٴ روئے مہِ کنعانِ نجف ہے
طفلی سے اسے عشقِ امامِ دوسرا تھا
شہِ اُس پہ فدا تھے وہ شہِ دین پہ فدا تھا
کیا دبدبہ کیا شان تھی کیا صولت و شوکت ۲ کیا حُسن تھا کیا خلق تھا کیا چشمِ مروت
کیا حلم تھا کیا رعب تھا کیا قوت و قدرت کیا رحم تھا کیا عدل تھا کیا بخشش و ہمت
جب تک مہ و خورشید میں یہ نور رہے گا
عالم میں علمدار کا مذکور رہے گا
اللہ رے نسبِ واہِ ری تو قیر زہے جاہ ۳ دادا تو ابوطالبؑ غازی سا شہنشاہ
عم جعفر طیارؑ ہزبرِ صفِ جنگاہ اور والدِ ماجد کو جو پوچھو اسد اللہ
فخران کو غلامی کا حسین ابنِ علی کی
مادر کو کنیزی کا شرف بنتِ نبیؐ کی

ہر چند نہ تھا بطن سے زہرا کے وہ مہر و ۴
 بچپن سے جو چھوڑا نہ تھا شبیر کا پہلا ۵
 تھی طبع میں ساری گل زہرا ہی کی خُو بُ
 خلق اس میں جوانمردی شاہِ نجف اس میں

تھے علمِ امامت کے سوا سب شرف اس میں
 پیدائشِ عباسؑ کا یہ حال ہے تحریر ۵
 یاد تھی زمیں مادرِ عباسؑ کی تقدیر ۶
 ہم بسترِ حیدرؑ ہوئی وہ صاحبِ توقیر
 جس روز سے آئی تھی ید اللہ کے گھر میں
 رہتی تھی شب و روز تمنائے پسر میں

دوائے کینزی تھا اُسے بنتِ نبیؐ سے ۶
 تھا اُنس بہت آلِ رسولِ عربیؐ سے
 مطلب تھا نہ اپنی اسے راحتِ طلبی سے ۷
 آگاہ تھی شبیرؑ کی عالیٰ نسب سے
 مصروف وہ فتنہ سے بھی خدمت میں سوا تھی
 سو جان سے فرزندوں پہ زہرا کے فدا تھی

حیدرؑ سے کبھی پوچھتی تھی یا شرِ صفدر ۷
 دونوں میں بہت چاہتے تھے کس کو پیمبرؐ
 اس بی بی سے فرماتے تھے یہ فاتحِ خیبر ۸
 الفت تھی محمدؐ کو نواسوں سے برابر
 یہ دونوں دل و جان رسولؐ دوسرا تھے
 صدقے کبھی اس پر تھے کبھی اُس پہ فدا تھے

جب مصحفِ ناطق سے سنی اس نے یہ تقریر ۸
 کی حق سے مناجات کہ اے مالکِ تقدیر
 گردے تو مجھے ایک پسر صاحبِ توقیر ۹
 میں اس کو خوشی ہو کے کروں فدیہِ شبیر
 ممتاز غلاموں میں جو گلِ فام ہو میرا
 زہرا کی کینزوں میں بڑا نام ہو میرا

شبیرؑ کا تھا نام مناجات میں داخل ۹ کس طرح نہ مقبول کرے خالقِ عادل
جلد اس کو شمرِ فحلِ دعا کا ہوا حاصل اللہ نے بخشا پسرِ نیک شامل
دکھائی جو تصویرِ پسرِ بختِ رسا نے

عباسؑ علیؑ نام رکھا شیرِ خدا نے
شبیرؑ کو عباسؑ کی مادر نے بلایا اور گود میں فرزند کو دے کر یہ سنایا
لو واری وفادار غلام آپ نے پایا ۱۰ نعلین اٹھائے گا تمہاری مرا جایا
آقا ہو شہنشاہ ہو سردار ہو اس کے
مالک ہو تمہیں اور تمہیں مختار ہو اس کے

چھاتی سے لگا کر اسے بولے شرِ خوشو ۱۱ یہ تقویتِ روح ہے اور قوتِ بازو
اس گل سے وفاداری کی آتی ہے مجھے بو کتنا مرے بابا سے مشابہ ہے یہ گلرُو
یہ شیرِ مددگاریؑ شبیرؑ کرے گا
اللہ اسے صاحبِ توقیر کرے گا

جب سات برس کا ہوا وہ گیسوؤں والا ۱۲ ماں نے کہا تم نے مری جاں ہوش سنبھالا
مانی تھی یہ نذر اور تھا اسی واسطے پالا اب تم کو کروں گی میں نثارِ شرِ والا
حقِ الفتِ زہراؑ کا ادا کرتی ہوں بیٹا
جو عہد کیا اُس کو وفا کرتی ہوں بیٹا

خوش ہو کے یہی کی حضرت عباسؑ نے تقریر ۱۳ یہ عینِ تمنا ہے کہ ہوں فدیہِ شبیرؑ
حاضر ہوں کرو جلد فدا ہونے کی تدبیر لازم نہیں اتنا عملِ خیر میں تاخیر
گو عمر میں چھوٹا ہے گلِ اندامِ تمہارا
پر خلق میں ہووے گا بڑا نامِ تمہارا

مادر کو یہ فرزند کی تقریر خوش آئی ۱۴ لے لے کے بلائیں اسے پوشاک پہنائی
پکڑے ہوئے ہاتھ آگے ید اللہ کے لائی کی عرض کہ لوٹدی نے جو دولت ہے یہ پائی
تھا دین ادا کرنے کا اس کے مرے سر پر

آپ اس کو فدا کیجئے زہرا کے پسر پر
کچھ سوچ کے فرزند سے حیدر نے یہ پوچھا ۱۵ شبیرؑ یہ ماں تجھ کو فدا کرتی ہے بیٹا
عباس! بتا دے مجھے مرضی ہے تری کیا وہ اہل وفا جوڑ کے ہاتھوں کو یہ بولا
میں عاشق فرزندِ رسولِ دوسرا ہوں
سوار جو زندہ ہوں تو سوار فدا ہوں

رو کر اسد اللہ نے دیکھا رخِ شبیرؑ ۱۶ جنگاہ کی آنکھوں کے تلے پھر گئی تصویر
پیاسوں کا خیال آگیا حالت ہوئی تغیر یاد آئی بھری مٹک کلیجے پہ لگا تیر
طاقت نہ رہی ضبط کی اجڑ کے وحی کو
نزدیک تھا صدمے سے غش آجائے علیؑ کو

عباسؑ کو لپٹا کے گلے کرنے لگے پیار ۱۷ چوے کبھی عباسؑ کے بازو کبھی رخسار
فرماتے تھے تجھ سانہیں دنیا میں وفادار صدقے ترے اے دلبرِ ہرا کے مددگار
ماتم ترا ہر تعزیہ خانے میں رہے گا

شہرہ تری الفت کا زمانے میں رہے گا
روتے ہیں ملائک یہ عزِ اخانہ ہے کس کا ۱۸ جنت سے علیؑ آئے یہ کاشانہ ہے کس کا
ہر شمع کو رقت ہے یہ افسانہ ہے کس کا گردش میں ہے خورشید یہ پروانہ ہے کس کا

اُٹھتے ہیں علم سب کے گریبان پھٹے ہیں
کس شیر کے بازو تہ شمشیر کئے ہیں

یہ لشکرِ غم ہے کہ عزاداروں کی صف ہے ۱۹ گوہر ہے جو ہر اشک تو ہر چشمِ صدف ہے
کون اٹھ گیا کیوں رونے کا غل چار طرف ہے ہاں ماتمِ فرزندِ شہنشاہِ نجف ہے
خالی نہیں مجلس میں جگہ نوحہ گروں سے

پُرسے کو علم دار کے آئے ہیں گھروں سے
بن کر ہمہ تن گوش سنو وصفِ علمدار ۲۰ دے سب کو خدا دیدہ حق ہیں دلی بیدار
ہیں بلبلِ گلزارِ سخن اور بھی دو چار انصاف کریں ہر گلِ مضمون کے طلبگار
گلدستہ معنی کے ذرا ڈھنگ کو دیکھیں
بندش کو نزاکت کو نئے رنگ کو دیکھیں

خورشیدِ منیرِ فلکِ نور ہے عباس ۲۱ مصباحِ شبستانِ سرِ طور ہے عباس
سقائے حرمِ خلق میں مشہور ہے عباس حیدر کی طرح صاحبِ مقدور ہے عباس
لاکھوں ہوں تو خوف اس کو دمِ رزم نہیں ہے
ایسا کوئی عالم میں اولوالعزم نہیں ہے

کیا کیا نہ جواں مرد ہوئے خلق میں پیدا ۲۲ لیکن کوئی عباس کی جرأت کو نہ پہنچا
ہر شہر میں غازی کی شجاعت کا ہے شہرا ہر لب پہ یہ ہے ذکر کہ یکتا ہے وہ یکتا
ایسا نہ ہوا کوئی نہ ہوے گا جہاں میں

جو اہلِ وفا ہے اسے روے گا جہاں میں
کیا دھاک ہے کیا رعب ہے کیا عزت و توقیر ۲۳ ہے فتحِ طلبان سے ہر اک صاحبِ شمشیر
معشوقِ شہِ عقدہ کشا عاشقِ شبیر صورت میں سراپا اسد اللہ کی تصویر
حملہ ہے وہی شان وہی حرب وہی ہے
نچہ ہے وہی زور وہی ضرب وہی ہے

دنیا میں ہمانے یہ سعادت نہیں پائی ۲۴ فردوس میں طوبیٰ نے یہ رفعت نہیں پائی
 حمزہ نے یہ ہمت یہ شجاعت نہیں پائی جعفرؑ نے یہ توقیر یہ شوکت نہیں پائی
 سقائے حرم ہیں خلفہ شاہ نجف ہیں
 وائے ایک بزرگی ہے توایاں لاکھ شرف ہیں

دو ہاتھ جو قربان کئے تھے میں آئی ۲۵ دیں پروری و داد رسی عقدہ کشائی
 کوثر تو ہے قبضے میں تصرف میں ترائی ہر بند سے دیتے ہیں یہ بندوں کو رہائی
 بے دست ہیں لیکن سپر پیر و جواں ہیں
 کیا تیغ کی حاجت ہے کہ خود سیف زماں ہیں

تھراتا ہے خورشید جلال و حشم ایسا ۲۶ لاکھوں سے بھی ہٹا نہیں ثابت قدم ایسا
 نام ایسا دل ایسا شرف ایسا کرم ایسا جھک جاتی ہے شاخِ سرطوبیٰ علم ایسا
 قطرے کے عوض لعل و گہر دیتے ہیں عباسؑ
 دامن در مقصود سے بھر دیتے ہیں عباسؑ

کیا فیض ہے کیا اسم مبارک میں اثر ہے ۲۷ ہنگامِ مرضِ تقویتِ قلب و جگر ہے
 کیسی ہی مہم سخت ہواک آن میں سر ہے بازو پہ جو باندھے تو سرِ دست ظفر ہے
 کام آتا ہے یہ نام مصیبت میں بلا میں
 آفت میں سپر ہے تو سرو ہی ہے دغا میں

شمشیرِ دغا فارسِ میدانِ تہوّر ۲۸ جرّار ، وفادار ، اولوالعزم ، بہادر
 تشبیہ میں عاجز نہ ہو کس طرح تصوّر ہے عالمِ بالا پہ ملائک کو تحیر
 جب کھینچ چکا شکلِ علمدارِ علم کو
 خود چوم لیا صانعِ قدرت نے قلم کو

لکھے کوئی کیا اُلفتِ سردار و علمدار دیکھانہ کبھی عاشق و معشوق میں یہ پیار
بلبل کو بھی یہ گل کی محبت نہیں زہار قمری بھی نہیں سرو کی اس طرح طلبگار
اک آنِ فراقِ ان میں شب و روز نہیں ہے

پروانہ بھی یوں شمع کا دل سوز نہیں ہے
فخر اپنا سمجھتے تھے یہ نعلین اٹھانا معراج تھی رومال کھڑے ہو کے ہلانا
ساتھ آنا سدا شاہ کے اور ساتھ ہی جانا تھی عینِ تمنا قدم آنکھوں سے لگانا
شہ سوتے تو تکیے پہ نہ سردھرتے تھے عباس
مانندِ قمر پھر کے سحر کرتے تھے عباس

فرماتے تھے شبیر کہ اے میرے گل اندام تم نے کوئی ساعت نہ کیا رات کو آرام
کہتے تھے غلاموں کو ہے آرام سے کیا کام راحت ہے جو خدمت میں بسر ہو سحر و شام
لازم ہے ادب آپ ہیں سردار ہمارے
جاگے تو زہے طالعِ بیدار ہمارے

فرماتے تھے شہِ مادرِ عباس سے اکثر عباس علیٰ ہے مرا شیدا مرا یاور
پیارا نہ ہو کیوں کر یہ مجھے آپ کا دلبر جب سامنے آتا ہے تو یاد آتے ہیں حیدر
اس بھائی میں خو بو ہے شہِ عقدہ کشا کی
گھر میں مرے تصویر ہے یہ شیر خدا کی

ساری وہی صورت وہی شوکت ہے وہی شاں طینت میں وہی خلق وہی طبع میں احساں
عباس دلاور پہ تصدق ہے مری جاں منظور ہے یہ روزِ حسینؑ اس پہ ہو قرباں
اس کو بھی تو بچپن سے مرا عشقِ دلی ہے
صفدر ہے بہادر ہے سعیدِ ازلی ہے

وہ کہتی تھی اے احمد مختار کے پیارے ۳۵
خام ہیں یہ سب آپ ہیں سردار ہمارے
زیبندہ ہے صدقے ہوں اگر چاند پہ تارے
فخر اس کا ہے عباس جو سر قدموں پہ وارے
منہ اس نے سدا پائے مبارک پہ ملا ہے

بیٹوں کی طرح آپ کی گودی میں پلا ہے
عباس کی خاطر سے میں کہتی نہیں واری ۳۶
ہے اس کو نہ اولاد نہ جان آپ سے پیاری
سوتے میں بھی رہتا ہے زباں پر یہی جاری
فرزندِ پیمبرؐ پہ فدا جان ہماری
ہے عشق دلی اُس کو شہِ کون و مکاں سے
لیتا نہیں بے صلہ علی نام زباں سے

اک روز کہا میں نے کہا عباسؑ وفادار ۳۷
تم ان کا غلام آپ کو کیوں کہتے ہو ہر بار
صدقے گئی یہ طرفہ محبت ہے نیا پیار
جو تم ہو سو وہ ہیں خلفِ حیدر کرار
مرتے ہوئے حیدرؑ نے سیردان کے کیا ہے
کچھ خطِ غلامی تو نہیں لکھ کے دیا ہے

اتنا مرا کہنا تھا کہ بس آنکھ پھرا لی ۳۸
تھرا کے کہا بات یہ کیا منہ سے نکالی
توبہ کرو یکساں ہوا میں اور شہِ عالی؟
میں بندہٗ ناچیز وہ کونین کے والی
قطرہ کبھی دریا کے برابر نہیں ہوتا
ذرہ کبھی خورشید کے ہمسر نہیں ہوتا

نسبت مجھے کیا ان سے کہاں نور کہاں خاک ۳۹
میں گردِ قدم اور وہ تاجِ سرِ افلاک
عباسؑ کے نانا بھی ہیں کیا سیدِ لولاک؟
میرے لیے آئی ہے کبھی خلد سے پوشاک؟
سو یا ہوں کبھی میں بھی محمدؐ کی عبا میں؟
میری بھی ثنا ہے کہیں قرآنِ خدا میں؟

زہراؑ نے مجھے دودھ پلایا ہو تو کہہ دو ۴۰
 کاندھے پہ محمدؐ نے بٹھایا ہو تو کہہ دو
 جبریلؑ نے جھولے میں جھلایا ہو تو کہہ دو
 ان رتبوں میں رتبہ کوئی پایا ہو تو کہہ دو
 وہ فخر دو عالم ہے امام دو جہاں ہے

اسرارِ لدنیٰ مرے سینے میں کہاں ہے
 اک مور ہو کس طرح سلیمان کے برابر ۴۱
 رُتبے میں صحیفہ نہیں قرآن کے برابر
 ہر باغ نہیں روضہٴ رضواں کے برابر
 سر قائمہٴ عرش تلک جا نہیں سکتا
 کعبے کا شرف کوئی مکاں پا نہیں سکتا

خوش ہوں جو غلامِ علی اکبرؑ مجھے سمجھیں ۴۲
 میں یہ نہیں کہتا کہ برادر مجھے سمجھیں
 وہ خادمِ اولادِ پیبرؑ مجھے سمجھیں
 رتبہ مرا بڑھ جائے جو قنبرؑ مجھے سمجھیں
 نعلین اٹھاؤں مری معراج یہی ہے
 شاہی بھی یہی تخت یہی تاج یہی ہے

یکساں ہے تو ہے مرتبہٴ شبرؑ و شبیرؑ ۴۳
 بیٹوں میں علیؑ کے یہ کسی کی نہیں تو قیر
 میں پاؤں پہ سر رکھتا ہوں اے مادرِ دلگیر
 مجھ سے نہ سنی جائے گی اس طرح کی تقریر
 اب آپ کو صورت بھی نہ دکھلائے گا عباسؑ
 باتیں جو یہی ہوں گی تو مر جائے گا عباسؑ

کیا بھول گئیں واقعہٴ رحلتِ حیدرؑ ۴۴
 تھا آپ کے زانو پہ سر فاتحِ خیبر
 اس پہلو میں شبیرؑ تھے اس پہلو میں شبرؑ
 زینبؑ بسرِ خاک تڑپتی تھیں کھلے سر
 صحت ہو پدر کو یہ دعا کرتا تھا میں بھی
 لپٹا ہوا قدموں سے بکا کرتا تھا میں بھی

پاس اپنے بلا کر مجھے بابا نے کیا پیار ۴۵
اور ہاتھ مرا ہاتھ میں شہ کے دیا یک بار
فرمایا حسن ہے مرے نو بیٹوں کا مختار
عباسؑ رہا اک تو حسینؑ اس کا ہے سردار
فرمایا تھا مجھ سے کہ امام اپنا سمجھنا

آقا سے کہا تھا کہ غلام اپنا سمجھنا
ہنس ہنس کے میں سنتی رہی تقریر یہ ساری ۴۶
اُس کو تو یہ غصہ تھا کہ آنسو ہوئے جاری
لے لے کے بلائیں کہا تب میں نے کہ داری
حاصل ہوئی واللہ مراد آج ہماری
وہ دن ہو کہ حق تجھ سے غلامی کا ادا ہو
تُو قبلہ کو نین کے قدموں پہ فدا ہو

فرمانے لگے اشک بہا کر شہِ ابرار ۴۷
ہاں والدہ ایسا ہی ہے وہ بھائی وفادار
عباسؑ مرا اور مرے سب گھر کا ہے مختار
رکھتا ہے حسینؑ اک یہی مادرِ یہی غم خوار
اماں اسی بازو سے قوی ہاتھ ہیں میرے
عباسؑ نہیں ساتھ علیؑ ساتھ ہیں میرے

مذاہی عباسؑ بشر کا نہیں مقدور ۴۸
اب تذکرہ معرکہ جنگ ہے منظور
ظاہر ہوئی گردوں پہ صبحِ شبِ عاشور
میدان میں صف آرا ہوا سب لشکرِ مقہور
تیر آتے ہیں ہر صف سے امام ازلی پر
فوجوں کی چڑھائی ہے حسینؑ ابنِ علیؑ پر

جب شہ کے عزیزوں کو پیامِ اجل آیا ۴۹
راحت میں علمدارِ جری کی خلل آیا
اک شیر سا جھنجھلا کے پرے سے نکل آیا
تلواریں کھنچیں واں ادھر اُبرو پہ بل آیا
کچھ کہہ تو نہ سکتے تھے شہِ دین کے ادب سے
ہونٹوں کو چباتے تھے مگر جوشِ غضب سے

استنے میں شہادت کئی لڑکوں نے بھی پائی اور سامنے مارے گئے چھوٹے کئی بھائی
 ۵۰ جب شمع مزارِ حسن اعدا نے بھائی تھا شور کہ بیوہ ہوئی شبیر کی جائی
 محتاج تھا یاں لاشہ نوشاہ کفن کو
 واں پیپیاں رنڈ سالہ پنہاتی تھیں دلہن کو

روتے تھے بھیجتے کے لیے سید ابرار ۵۱ تر تھے عرقِ شرم سے عباسِ علم دار
 رو کر علی اکبر سے یہی کہتے تھے ہر بار جی چاہتا ہے پھینک دیں اب کھول کے تلواریں
 انصاف کرو منہ کسے دکھلانے کی جا ہے
 غیرت سے گلا کاٹ کے مرجانے کی جا ہے

کی زوجہ مسلم نے فدا اپنی کمائی ۵۲ بیٹوں کو رضا مرنے کی زینب نے دلائی
 سب بیبیوں نے دولتِ اولاد لٹائی قاسم تھے سوماں ان کی انہیں نذر کو لٹائی
 ہم کس سے کہیں چپ کے کھڑے روتے ہیں صف میں
 اماں تو مدینے میں ہیں بابا ہیں نجف میں

شبیر نے مغموم جو عباس کو پایا ۵۳ ہم شکلِ پیمر کو اشارے سے بلایا
 احوال جو پوچھا تو یہ اکبر نے سنایا ہے ابرالم دل پہ چچا جان کے چھایا
 کام آتا ہے رن میں تو جھل ہوتے ہیں عباس
 دامانِ علم منہ پہ دھرے روتے ہیں عباس

جس وقت سے نوشاہ کا لاشہ ہوا پامال ۵۴ اس وقت سے ہے آپ کے بھائی کا عجب حال
 چہرہ ہے کبھی زرد کبھی سبز کبھی لال دانتوں میں کبھی ہونٹ کبھی آنکھوں پہ رومال
 کہتے ہیں کہ اب سوئے نجف جائیں گے عباس
 منہ رانڈ بھتیجی کو نہ دکھلائیں گے عباس

حضرت نے کہا سب ہے یہ سامانِ جدائی ۵۵ ٹوٹے گی کمرہم سے بچھڑ جائے گا بھائی
منظور تھا ضائع نہ ہو بابا کی کمائی کچھ ان کا نہ جائے گا ہماری اجل آئی
بھائی کے لیے داغ جگر بھائی کا غم ہے
دھیان اپنا ہے ان کو ہمیں تنہائی کا غم ہے

وہ چاہتے ہیں جو ہر شمشیر دکھائیں ۵۶ آج آئے نہ شبیر یہ ہم بر چھیاں کھائیں
خود سینہ سپر ہو کے برادر کو بچائیں ہم آہ کہاں سے جگر اس طرح کالائیں
پھر کون ہے میرا جو وہ عالم سے اٹھے گا
یہ داغ تو پیارے نہ کبھی ہم سے اٹھے گا

رخصت نہ ملے گی وہ خوشی ہوں کہ تھا ہوں ۵۷ دم بھرتے ہیں الفت کا تو مجھ سے نہ جدا ہوں
ہم کو بھی تو مرنا ہے شہید ایک ہی جا ہوں ہم ان پہ تصدق ہوں تو وہ ہم پہ فدا ہوں
جب آئے اجل کھول کے آغوش لپٹ جائیں
اور تیغ سے دونوں کے گلے ساتھ ہی کٹ جائیں

اکبر نے کہا زیست سے بندہ بھی ہے عاری ۵۸ ہے بعد مرے رخصت عباس کی باری
شہ بولے ابھی چپ رہو خاطر سے ہماری کس کس کی جدائی میں کریں گریہ وزاری
تنہا نہ کرو دوشِ محمدؐ کے مکین کو
اتنا بھی ستاتے نہیں اک زار و حزیں کو

دیتا ہے کوئی داغ کوئی کرتا ہے گھائل ۵۹ سو وار ہیں اک جان ہے سو زخم ہیں اک دل
کیا درد رسیدہ کو الم دینے سے حاصل تم دونوں کو مشکل نہیں کچھ ہے مجھے مشکل
ایسا بھی کوئی بیکس و بے آس نہ ہوگا
ہم ذبح بھی ہوں گے تو کوئی پاس نہ ہوگا

مختار تمہاری تو ہے بس زینبِ دلگیر ۶۰ لازم ہے تمہیں پالنے والی سے یہ تقریر
تم برچھیاں کھانے کی عبث کرتے ہو تدبیر جو روٹھے ہیں ان کو تو منالے ابھی شیر

اولاد کا ہے دھیان نہ کچھ پیاس کا غم ہے

تم سب سے زیادہ مجھے عباس کا غم ہے

بیٹے سے یہ فرما کے جو رونے لگے سرور ۶۱ بے چین ہوئے دیکھ کے عباسِ دلاور
سمجھے کہ طلب کرتے ہیں رخصت علی اکبر حضرت کے پس پشت کھڑے ہو گئے آکر

سایہ کیا اُس فرق پہ دامنِ علم کا

سینے میں دھڑکنے لگا دل شاہِ امم کا

مڑ کر کہا اللہ مری جان کہاں تھے ۶۲ ہم دیر سے تصویر کی صورت نگراں تھے
اندھیر جہاں تھا کہ تم آنکھوں سے نہاں تھے کیوں ترگل رخسار میں کیا اشک رواں تھے

لاشے پہ تو روئے نہ تھے فرزندِ حسن کے

ہاں خیمے میں پُر سے کو گئے آپ دلہن کے

ان روتی ہوئی آنکھوں کے قربان ہو شبیر ۶۳ اللہ سے کیا زور ہے جو خواہشِ تقدیر
چھاتی سے لپٹ جامری اے صاحبِ شمشیر کی سر کو جھکا کر یہ علمدار نے تقریر

ناچیز پہ کچھ لطف سے حاصل نہیں مولا

میں چھاتی سے لپٹانے کے قابل نہیں مولا

شنے نے کہا کیوں ہم سے کچھ آزرده ہو بھائی ۶۴ ان باتوں سے کچھ بُخفگی کی مجھے آئی
کیا کہتے ہو کیوں شرم سے گردن ہے جھکائی پیارے نہیں ہم تم کو یہ کیا جی میں سمائی

دیکھو تو ادھر سبطِ نبی تم پہ فدا ہو

ہم صدقے ہیں تم بھائی سے روٹھو کہ خفا ہو

لواؤ میں ان اشکوں کو دامن سے کروں پاک ۶۵ زلفوں پہ کدھر جا کے جمالائے ہو یہ خاک
قربان تمہارے پسر سید لولاک مجھ درد رسیدہ کو عبث کرتے ہو غم ناک
سر پیٹو گے اور نالہ و فریاد کرو گے

مر جاؤں گا جب میں تو بہت یاد کرو گے
میں نے کبھی ناخوش تمہیں رکھا ہو تو کہہ دو ۶۶ کچھ رنج مرے ہاتھ سے پہنچا ہو تو کہہ دو
تیوری بھی چڑھا کر کبھی دیکھا ہو تو کہہ دو اکبر سے کبھی کم تمہیں سمجھا ہو تو کہہ دو
بھائی نہیں جانا یہی جانا کہ پسر ہو
تم تو مری آنکھیں ہو مرا دل ہو جگر ہو

انصاف کرو تم سے کیا کس کو سوا پیار ۶۷ مالک ہو مرے گھر کے مری جان کے مختار
ہر چند کہ جعفر کے بھی پوتے تھے طلبگار میں نے یہی چاہا مرا بھائی ہو علمدار
کچھ دل پہ برادر کے ملال آنے نہ پائے
بابا نہیں سر پر یہ خیال آنے نہ پائے

اب کون سی وہ بات ہے جس کا ہے تمہیں غم ۶۸ حیرت یہ رہی دل میں کہ جیتے ہیں ابھی ہم
رورو کے علمدار نے کی عرض یہ اس دم ہے فخر غلامی مجھے اے قبلۂ عالم
چھوڑوں نہ قدم سر بھی اگر تن سے جدا ہو
بندے کی یہ طاقت ہے کہ آقا سے خفا ہو

مجھ کو علی اکبر کی طرح گود میں پالا ۷۹ ہوش آپ کے دربار میں خادم نے سنبھالا
حضرت کے تصدیق سے ہوئی شان دوبالا کیا رنج مجھے پہنچے گا اے سید والا
میں ہوں تو غلام، آپ شہِ جن و بشر ہیں
حضرت تو زمانے میں یتیموں کے پدر ہیں

حضرت میں ہے سب احمد مختار کی خوبو ۷۰ بتلائیے خر کون تھا اے سید خوشجو
فرمایا بصد لطف جسے قوت بازو ۷۱ سر اس کا کہاں اور کہاں آپ کا زانو
رحمت کا طریقہ کبھی چھوڑا نہیں آقا

دشمن کا بھی دل آپ نے توڑا نہیں آقا
کیا سن تھا مرا خلق سے جب اٹھ گئے حیدر ۷۲ میں آپ کے سائے میں پلایا شہِ صفدر
ہوتا الم بے پدری پھر مجھے کیوں کر ۷۳ تھا فضل الہی سے شفیق آپ ساسر پر
سب رازِ خفی قبلہ عالم پہ جلی ہیں
میں نے یہی جانا کہ مرے سر پہ علی ہیں

ادنیٰ تھا میں اعلیٰ ہوا حضرت کی بدولت ۷۴ ہر شہر میں شہرہ ہوا حضرت کی بدولت
قطرہ تھا سود ریا ہوا حضرت کی بدولت ۷۵ یہ سب مرا رتبہ ہوا حضرت کی بدولت
مولا جو مرے حال پہ ہے آپ کی شفقت
نے ماں کی یہ شفقت ہے نہ ہے باپ کی شفقت

بھولے نہیں خادم کو کبھی آپ مگر آج ۷۶ پاتا نہیں خادم وہ عنایت کی نظر آج
کیا حال ہے پوچھی بھی نہ بندے کی خبر آج ۷۷ دیکھا کبھی نہیں آپ نے شفقت سے ادھر آج
بیزاری کا باعث تو بتا دیجئے آقا
تقصیر ہوئی ہو تو سزا دیجئے آقا

مارے گئے خویش و رفقا مجھ کو نہ پوچھا ۷۸ مرجانے کی دی سب کو رضا مجھ کو نہ پوچھا
لوگے ہوئے مقتل میں فدا مجھ کو نہ پوچھا ۷۹ قاسم پہ چلی تیغ جہا مجھ کو نہ پوچھا
کس طرح کہوں فرق عنایت میں نہیں ہے
حصہ مرا کیا جنسِ شہادت میں نہیں ہے

آرام سے سب سوتے ہیں اے سید والا ۷۵ جاگہ مری اک قبر کی مقتل میں نہیں کیا
مارے نہ گئے ہم تو رہے گا یہی چرچا میداں سے ہوا پیش رو قافلہ پسپا
چینے کا نمک خوار کے اب لطف نہیں ہے

امتاں بھی مجھے دودھ نہ بخشیں گی یقین ہے

شہ بولے اسی بات پہ بس ہے یہ شکایت ۷۶ انصاف ہے شرط اے پسر شاہ ولایت
رخصت ہی کے ملنے کو سمجھتے ہو عنایت کیا رائے میں آیا ہے یہ اے حاملِ رایت
قوت ہے تمہیں سے تو مرے قلب و جگر کو

تینوں میں کوئی ہاتھ سے کھوتا ہے سپر کو

پاتا میں زمانے میں کہاں گرتے تھیں کھوتا ۷۷ چین آتا جو میں ساتھ تری قبر میں سوتا
سر پیٹ کے پھر کون مری لاش پہ روتا مر جاتا ہے جب بھائی تو پیدا نہیں ہوتا
بھولے مری الفت کو بھی اللہ برادر

رخصت کے لیے رُوٹھ گئے واہ برادر

معلوم ہوا ، ہے تمہیں منظور جدائی ۷۸ میں منع تو کرتا نہیں کیوں روٹھے ہو بھائی
لو چھاتی سے لپٹو کہ رضا مرنے کی پائی یہ سنتے ہی اک جان سی عباسؑ میں آئی
خوش ہو کے تصدق ہوئے سلطانِ اُمم پر

سر رکھ دیا جھک کر شہ والا کے قدم پر

ناگاہ در خیمہ سے فطّہ یہ پکاری ۷۹ غش ہوگئی ہے پیاس سے پھر آپ کی پیاری
گہوارے میں اصغرؑ بھی سسکتا ہے میں واری عباسؑ کو بھیجو کہ حرم کرتے ہیں زاری

رائڈوں میں دہائی ہے رسولؐ دوسرا کی

اب گھر سے نکلتی ہے بہو شیر خدا کی

دو جانیں تلف ہوتی ہیں یا حضرت شبیرؑ پانی اُسے ممکن ہے نہ ملتا ہے اُسے شیر
سرچوب سے نکراتی ہے یاں بانوئے دلگیرؑ لئلہ کرو پانی کے منگوانے کی تدبیر
پانی کے لیے ماں سے یہ منہ موڑ رہے ہیں

دو بھائی بہن خاک پہ دم توڑ رہے ہیں

فطہ کی صدا سنتے ہی میداں سے پھرے شاہؑ روتے ہوئے عباسؑ گئے بھائی کے ہمراہ
خیمے میں تلاطم تھا کہ العظمتہ للہؑ پانی کا ادھر شور ادھر ماتم نوشاہؑ
جھولے کے قرین غش میں سکیں تو پڑی تھی
بچے کو لیے بانوئے ناشاد کھڑی تھی

مردے کی طرح زرد ہوا تھا رخ روشنؑ لب پیاس سے نیلے تھے برنگ گل سوسنؑ
چھاتی تو دھڑکتی تھی بس اور سرد تھا سب تنؑ لٹکے ہوئے تھے ہاتھ ڈھلی جاتی تھی گردنؑ
ماں روتی تھی چلا کے تو رک جاتی تھی ہچکی
ننھا سا دہن کھلتا تھا جب آتی تھی ہچکی

اصغرؑ کی طرف دیکھ کے روئے شبہ ابرارؑ آوازِ پدرؑ سن کے سکیں ہوئی ہشیارؑ
کی چھاتی سے لپٹا کے یہ عباسؑ نے گفتارؑ قربان تری پیاس کے میں اے جگر افکارؑ
سوکھے ہوئے ہونٹوں کو نہ دکھلاؤ سکیںؑ
ہووے جو کوئی مشک تو لے آؤ سکیںؑ

یہ سنتے ہی سوکھی ہوئی اک مشک وہ لائیؑ سب سمجھے کہ مرنے کو چلا شہ کا فدائیؑ
روتی ہوئی زینبؑ جو قرین بھائی کے آئیؑ حضرت نے کہا بھائی سے ہوتی ہے جدائیؑ
مرنے کو وہ جاتے ہیں جو گودی میں پلے ہیں
پانی کے بہانے سے یہ کوثر پہ چلے ہیں

یہ سن کے سیکنڈ نے کہا واہ چچا جان ۸۵ اس عزم سے اب میں ہوئی آگاہ چچا جان
ہاتھوں سے چلے تھے مرے تم آہ چچا جان رکھ دیجے مری مشک کو لٹہ چچا جان
گو پیاس سے اب صبر کا یارا نہیں مجھ کو

رویں مرے بابا یہ گوارا نہیں مجھ کو
پہلے شہرِ ابرار کو سنبھلاؤ تو جاؤ ۸۶ پھر چاند سی صورت مجھے دکھلاؤ تو جاؤ
کچھ دیر نہ ہوگی یہ قسم کھاؤ تو جاؤ مانوں گی نہ میں نہر سے جلد آؤ تو جاؤ
تھا مرے بابا ہیں کوئی پاس نہیں ہے
کھوڑوں تمہیں ایسی تو مجھے پیاس نہیں ہے

عباسؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہ جانی ۸۷ بی بی کے پلانے کے لیے لاتے ہیں پانی
رکنے کے نہیں لاکھ ہوں گر ظلم کے بانی کیا دل سے بھلا دیں گے تری تشنہ دہانی
بے مشک بھرے نہر سے آئیں تو قسم لو
دریا سے ہم آگے کہیں جائیں تو قسم لو

چپ ہوگئی یہ سن کے سیکنڈ جگر افکار ۸۸ عباسؑ دلاور نے سچ جنگ کے ہتھیار
بھائی کے گلے مل کے جو روئے شہِ ابرار تھرانے لگی زوجہ عباسؑ علمدار
چادر نہ سنبھلتی تھی جگر سینے میں شق تھا
فرزند تو تھا گود میں منہ چاند سافق تھا

حضرت جو کھڑے تھے تو نہ کر سکتی تھی گفتار ۸۹ غم تھا کہ یہ سب میرے رنڈاپے کے ہیں آثار
حضرت کو کبھی دیکھتی تھی وہ جگر افکار نکلتی تھی کنکھیوں سے کبھی سوئے علمدار
بے تابِ دل سے جو نکل پڑتے تھے آنسو
عباسؑ کے بھی آنکھوں سے ڈھل پڑتے تھے آنسو

منہ پھیر کے زوجہ کو یہ کرتے تھے اشارا ۹۰
صاحب مری الفت سے مناسب ہے کنارا
شہ دیکھ نہ لیں اشک بہاؤ نہ خدارا
دیکھو نہ کہیں بگڑے بنا کام ہمارا

ہے بار نہ آقا کی طرف دیکھ کے روؤ

روتی ہو تو کبریا کی طرف دیکھ کے روؤ

بس دیکھ چکیں ہم کو اب آنسو نہ بہاؤ ۹۱
اللہ تو ہے ، دھیان تباہی کا نہ لاؤ
تسکین وہیں ہو یگی اب رانڈوں میں جاؤ
بچے ہیں بلکتے انہیں چھاتی سے لگاؤ

دنیا سے کئی داغ جگر لے کے چلے ہیں

ہم اپنی نشانی یہ پسر دے کے چلے ہیں

چپکے سے وہ کہتی تھی نہیں صبر کا یارا ۹۲
یہ درد وہ ہے درد کہ جس کا نہیں چارا
بے خنجر و شمشیر ہمیں آپ نے مارا
صاحب نہ ہوئے جب تو رہا کون ہمارا

سینوں میں جگر داغ یتیمی سے جلیں گے

بچے مرے کم سن ہیں یہ کس طرح پلپیں گے

بھادج کی طرف دیکھ کے بولے شہ ابرار ۹۳
سر شرم سے نہوڑا کے یہ بولی وہ دل افکار
تم سے بھی نہ رو کے گئے عباسِ علمدار
حضرت ہی رضادینے نہ دینے کے ہیں مختار

مالک مرے اور اُن کے شہِ عرش بریں ہیں

بانو کی میں لونڈی یہ غلامِ شہ دیں ہیں

کچھ اپنے رنڈا پے کا مجھے غم نہیں یا شاہ ۹۴
ماں کو علی اکبر کی سہاگن رکھے اللہ
کل سے یہ دعا تھی کہ ملے رخصتِ جنگاہ
میری نہ محبت ہے نہ بیٹوں کی انہیں چاہ

جو بھائی ہو کس طرح نہ بھائی پہ فدا ہو

فخر اُس کا جو زہرا کی کمائی پہ فدا ہو

چاروں فرزند جو بی بی کے ہوئے تھے مقتول شدتِ درد سے بے چین ہوا قلبِ ملول
 معتبر راویوں سے ہے یہ روایت منقول بن گیا تھا یہی اس زوجِ علی کا معمول
 گھر کی ویران فضا دل کو جو ٹپاتی تھی
 بین کرنے کو بقیعہ میں چلی جاتی تھی
 کھینچتی خاک پہ فرزندوں کی تربت کے نشان عالمِ درد میں تب کرتی یہ فریاد و فغاں
 سارے لوگوں سے یہی کہتی ہوں میں نوحہ کنائں جو مجھے کہتے تھے ماں اب وہ جگر بند کہاں
 یاد بیٹوں کی دلائے وہ اشارا نہ کریں
 مجھ کو اب بیٹوں کی ماں کہہ کے پکارا نہ کریں
 پھر یہ قبروں کے نشانوں کو مٹا کر کہتی آج دنیا میں اگر ہوتیں جگر بندِ نبیؐ
 پہلے جب ماتمِ شبیرؑ میں روتیں بی بی میں بھی پھر اپنے جگر بندوں کا ماتم کرتی
 مرگِ عباسؑ پہ زیبا نہیں ماتم مجھ کو
 چاہئے سبطِ پیمبرؐ کا فقط غم مجھ کو
 کیا عجب ہے یہ کسی قبر سے آئی ہو صدا اے مری مرتبہ داں واہ تیرا کیا کہنا
 یوں ترے لال نے اونچا کیا معیار وفا زوجِ حیدرؑ ترے عباسؑ کی ماں ہے زہراؑ
 یوں ہوا تیرا جگر بند فدائے شبیرؑ
 تیرے عباسؑ کا ماتم ہے عزائے شبیرؑ
 (گریہ فرات۔ پروفیسر سردار نقوی)

شاہد نقوی:

حضرت اُمّ البنینؑ

کا سجدہ شکرانہ

یہ تھیں وہ مائیں جن پہ تھا زہرا کو اعتماد
جن کی وفا کو دی نگہ کبریا نے داد
جاری تھا ہر محاذ پہ ان ماؤں کا جہاد
تازہ ہوئی مدینے میں بھی کربلا کی یاد

جب ذکرِ درد ہوتا تھا اُمّ البنینؑ سے
اٹھتی تھی آنچ شہرِ نبیؐ کی زمین سے

سجاد سے وہ مادرِ عباسؑ کا سوال
کیسا لڑا حسینؑ کی خاطر علیؑ کا لال
عابدؑ کا سر جھکا کے یہ کہنا بصدِ ملال
کیا پوچھتی ہیں آپ اسیرِ وفا کا حال
اذنِ وفا ملا ہی کہاں اس دلیر کو

زنجیر سے حسینؑ نے جکڑا تھا شیر کو

فطرت کا رخ امام نے تبدیل کر دیا
شعلے کو ضبطِ درد سے شبنم بنا دیا
لیکن علیؑ کا لال بہر حال شیر تھا
اس قید میں بھی سارے نیستاں پہ چھا گیا

ایسا دلیر کون ہے ساری خدائی میں
مر کر بھی شیر گونج رہا ہے ترائی میں

اُمّ البنین نے جو سنا قصہ پسر بے ساختہ جھکا دیا شکر خدا میں سر
 آئیں کس اعتماد سے زہرا کی قبر پر فرمایا شاہزادی سنی آپ نے خبر
 کہتے ہیں سب ، غلام بڑا کام کر گیا
 بی بی میں سرخرو ہوئی عباسؑ مر گیا
 بی بی کیا غلام نے حق وفا ادا شکر خدا مجھے مری محنت کا پھل ملا
 کہہ دیجئے گا آپ سے پوچھیں جو مرتضیٰ بیٹے نے کر دکھایا جو منشا تھا باپ کا
 تاکید جس کی تھی وہ عمل عمر بھر رہا
 جب تک جیا حسینؑ کا سینہ سپر رہا
 جب تک رگوں میں خوں تھا وفا میں کمی نہ کی بازو کبھی فدا کئے سر دے دیا کبھی
 لیکن بشر تھا موت کی ساعت نہ ٹل سکی تا عصر کر سکا نہ حفاظت حسینؑ کی
 آقا کا سر کٹا تو نہ کام آسکا غلام
 بی بی تو جانتی ہیں کہ زندہ نہ تھا غلام



ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

اُمّ البنینؑ

سرگروہ لشکرِ سرورؑ کی ماں اُمّ البنینؑ
جس جگہ ہیں فاطمہ زہراؑ وہاں اُمّ البنینؑ
وہ علیؑ کی خواہش عقد اور عقیلؑ حق نگاہ
آپؑ پر ٹھہری نگاہِ حقؑ نشان اُمّ البنینؑ
خواب میں آکر یہ زہراؑ نے کہا تھا آپؑ سے
تم مرے عباسؑ بیٹے کی ہو ماں اُمّ البنینؑ
آکے گھر میں فاطمہ زہراؑ کے بچوں سے کہا
خادمہ بن کر اب آئی ہے یہاں اُمّ البنینؑ
بس یہ جذبہ دیکھ کر حیدرؑ نے بچوں سے کہا
آج سے تم سب پکارو ان کو ماں اُمّ البنینؑ
نہنؑ و کلثومؑ بھی اور شہرؑ و شبیرؑ بھی
بعد زہراؑ آپؑ کو کہتے تھے اُمّ البنینؑ

آج بھی جا کر بقیعے میں یہ منظر دیکھ لو
ہے جہاں دلیرِ زہرا ہیں وہاں اُمّ البنینؓ
اپنا بیٹا فاطمہؓ نے ان کے بیٹے کو کہا
ہیں شرف کے آسماں پر ضوِ فشاں اُمّ البنینؓ
اک در اُمّ البنینؓ ہے روضہٴ عباسؓ میں
سنتی ہیں بیٹے سے پہلے عرضیاں اُمّ البنینؓ
حضرتِ عباسؓ کے سر پر ہے سایہ آپ کا
ہیں وفا کے آسماں کا سائبان اُمّ البنینؓ
کیسے ازواجِ نبیؐ سے ان کو میں تشبیہ دوں
ہاں کہاں وہ خالی گودیں اور کہاں اُمّ البنینؓ
فاطمہؓ صغریٰ کے غم کو باٹنا آساں نہ تھا
لے رہا تھا وقت کیسا امتحاں اُمّ البنینؓ
نظم پہنچے گی یہ ماجدِ خدمتِ عباسؓ میں
تب یہ پہنچے گی وہاں پر ہیں جہاں اُمّ البنینؓ

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

مادرِ عباسؑ پر ہم سب کا سلام

یہ بات ہے جولائی ۲۰۰۲ء کی علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب اور ہم لوگ کر بلا اور شام کی زیارتیں کرنے گئے تھے روضہ حضرت عباسؑ پر بابِ اُمّ البنینؑ سلام اللہ علیہا کے سامنے میں، علامہ صاحب، ناصر رضا رضوی صاحب، حسین رضا اور عباس رضا بیٹھے تھے مغرب کا وقت تھا اور وہیں یہ بات ہو رہی تھی کہ اس دروازے سے نیچے سیڑھیاں جاتی ہیں جو اصل قبرِ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام تک جاتی ہیں۔ گویا حاجتوں کے دروازے (باب الحوائج) تک رسائی کے لیے پہلے اُمّ البنین سلام اللہ علیہا کے دروازے (باب اُمّ البنینؑ) سے گزرنا پڑتا ہے۔ یعنی مادرِ عباسؑ جس سے راضی ہیں اس سے حضرت عباسؑ بھی راضی ہونگے اور کیوں نہ ہو وہ بی بی جس کو بعدِ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا مادرِ حسینؑ و زینبؑ و اُمّ کلثومؑ کا شرف ملا ہو اور خود فرزندِ ان رسولؐ جس بی بی کو ماں کہیں تو اُس بی بی کے مراتب کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا وہ علیحدہ بات ہے کہ بی بی اُمّ البنین سلام اللہ علیہا نے علیؑ کی چوکھٹ پر قدم رکھتے ہی شاہزادوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں ماں بن کر نہیں بلکہ خادمہ بن کر آئی ہوں اور حضرت عباسؑ کو یہ بات معلوم تھی کہ میری والدہ نے ہمیشہ خود کو کنیزِ سیدہؑ سمجھا ہے تو ماں کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے چھوٹے حضرت نے بھی تازیست اپنے کو حسینؑ کا غلام کہا۔ علامہ ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی پہلے ہی درگاہِ آلِ محمدؐ سے ملنے والے بلند مراتب پر فائز ہیں اور اب باب الحوائج کی والدہ کی سوانح لکھ کر ان مراتب میں نہ معلوم کتنا کثیر اضافہ ہوا ہے یہ باب الحوائج جانتے ہیں میں تو اتنا جانتا ہوں کہ علامہ صاحب کے ان مراتب اور فیوض و برکات سے یقیناً مجھے بھی کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوگا۔